مورخہ یکم جنوری ۱۹۹۲ء
جلد: ۷۵
شمارہ: ۱

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

خدا تعالیٰ کے خالص دوستوں کی یہ علامتیں ہیں کہ:۔

- ایک خالص محبت ان کو عطا کی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔
- ان کو خارق عادت استقامت دی جاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔
- جب ان کو کوئی بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو ان کے لئے غضب اس ذات قوی کا جو ان کا متولی ہے یک دفعہ بھڑکتا ہے۔
- جب ان سے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس پر ایک خاص رحمت نازل کرتا ہے۔
- جب ان پر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اس وقت دو طور میں سے ایک طور کا ان سے معاملہ ہوتا ہے یا خارق عادت طور پر اس مصیبت سے رہائی دی جاتی ہے اور یا ایک ایسا صبر جمیل عطا کیا جاتا ہے جس میں لذت اور سرور اور ذوق ہو۔
- خدا تعالیٰ کے ساتھ ان لوگوں کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے اور ایک عجیب ہستی جانفشانی کی ان کے اندر ہوتی ہے۔ اور ان کی روح کو خدا تعالیٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے جس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے حضرت احدیت میں ان کا ایک ترسہ ہوتا ہے جس کو خلقت نہیں پہچانتی۔ وہ چیز جو خاص طور پر ان میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جس کی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہنچ کر پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور ذلتیں اٹھا کر پھر تاج عزت دکھا دیتے ہیں اور مہجور اور اکیلے ہو کر پھر ناگہاں ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ وہ یہی راز وفاداری ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں منقطع کر سکتی ہیں۔ اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اس کو ڈھیلا کر سکتا ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۴۴۳ تا ۴۴۸ طبع اوّل)

- "زندگانی کی زیادہ خواہش اکثر گناہوں کی اور کمزوریوں کی جڑھ ہے۔ ہمارے دوستوں کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کی رضا میں اوقات عزیز بسر کرنے کی ہر وقت کوشش کریں۔ حاصل یہی ہے ورنہ آج چل دینے اور پچاس سال کے بعد کوچ کر جانے میں کیا فرق ہے جو آج چاند و سورج ہے وہی اس دن ہوگا۔ جو انسان نافع اور خدا تعالیٰ کے دین کا خادم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ خود بخود اس کی عمر اور صحت میں برکت ڈال دیتا ہے اور (لوگوں کے شر۔ ناقل) کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔"

رپورٹ سالانہ دعائیہ ۱۹۹۱ء

ہمارا سالانہ دعائیہ ۲۴ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء دارالسلام کالونی لاہور میں منعقد ہوا اور نہایت ایزدی بخیر و عافیت اختتام پذیر ہوا۔ اس دعائیہ کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ ٹھیک ایک صدی پیشتر یعنی ماہ دسمبر ۱۸۹۱ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (خدا تعالیٰ ان پر سلامتی نازل کرے) کے مبارک وجود کے زیر سایہ پہلا سالانہ دعائیہ منعقد ہوا تھا۔ ان سو سالوں میں جماعت احمدیہ ہر سال دسمبر کے آخری عشرہ میں اکٹھے مل کر اپنے اللہ کے حضور عاجزانہ طور پر دین حقہ کے بارے میں اپنے گذشتہ سالوں کی کوششوں کو تحدیث نعمت کے طور پر پیش کرتی رہی ہے اور جہاں کوتاہی رہ گئی ہو اس کی اپنے اللہ سے مغفرت طلب کرتی اور آئندہ کے منصوبوں کے لئے لائحہ عمل تیار کرتی رہی ہے۔

اس دیوانی جماعت کی ان چار دنوں کی علمی اور عملی تجاویز اور آہ سحرگاہی کو رب کریم نے ہمیشہ ہی قبولیت بخشی ہے۔ اور پہلے سے بڑھ کر اپنے افضال کی بارش کی ہے۔ ان کی قربانیوں نے اور خضوع و خشوع میں ڈوبی ہوئی نمازوں نے وہ کام کیے ہیں۔ جو بڑی بڑی سلطنتوں کے بادشاہوں سے بھی نہ ہو سکے۔ کوئی قوم اپنی جیب سے مال نکال کر اتنی خوشی محسوس نہ کرتی ہو گی جتنی خوشی جماعت احمدیہ کو ہوتی ہے۔ پہلے سالوں کی طرح امسال بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری دستگیری فرمائی اور باہم مل کر ہم نے خوشی و مسرت اور تسکین قلب کے ساتھ اپنے اللہ کے حضور یہ چار ایام گذارے حسب معمول ۲۴ تاریخ کو خواتین نے تقاریر کے علاوہ دستکاری کی نمائش منعقد کی جماعت احمدیہ کی خواتین کو خدا تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے وہ مردوں کے دوش بدوش حصہ لیتی ہیں۔ اس سال بھی پہلے سے بڑھ چڑھ کر انہوں نے اس الٰہی کام کو سر انجام دینے میں حصہ لیا بچیوں نے کمال محبت سے چھوٹی چھوٹی اشیاء بیچ کر انجمن کی ضروریات پوری کرنے کا کام کیا۔ شبان الاحمدیہ کا پروگرام جسے بچوں بوڑھوں نے کمال دلچسپی سے دیکھا اور سنا کوئیز پروگرام بھی تھا جس میں بچیوں اور بچوں نے حصہ لیا۔ اول انعامی کپ طیب انوار احمد نے دوم احسن واہ کینٹ اور سوم محمد علی راولپنڈی نے حاصل کیئے۔

تقریری مقابلوں میں اول انعام فائزہ عزیز کھیوڑہ۔ دوم طیب انوار احمد اور سوئم انعام طیبہ انوار احمد دارالسلام نے حاصل کیئے۔ نوجوانوں کی تقاریر نہایت ہی علمی اور دلپذیر تھیں خاصکر احمد فراز صاحب کی تقریر کو بہت ہی پسند کیا گیا اس مجلس کی صدارت جناب ڈاکٹر عبداللہ جان صاحب آف سعید لیبوریٹریز پشاور نے کی آپ نے اختتامی خطاب میں نوجوانوں کی سرگرمیوں کو بہت سراہا ایک کمی جو تمام جماعت نے رنجیدہ دل کے ساتھ محسوس کی وہ حضرت میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نائب صدر (خدا کی رحمت ان پر ہو) کی رحلت کی وجہ سے تھی وہ ایک عظیم باپ کا بے نظیر بیٹا خود تو اپنے مولا کے پاس جنت میں ہو گا لیکن جماعت کے لیے جو خلا چھوڑ گیا وہ کسی صورت پورا نہ ہو سکے گا۔ حضرت فاروقی صاحب کا ذکر جس زبان پر آیا وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا بہ بہار۔ داخلش کن از کمال فضل در جنت النعیم ۲۵ دسمبر کو حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (اللہ کی تائیدات کے ساتھ ہو) نے خطاب میں فرمایا کہ مومن کی کتنی اونچی شان ہے کہ موقع خواہ خوشی کا ہو یا غمی کا مومن کے منہ سے (سب تعریف اللہ کیلئے جو جہانوں کا رب ہے) کا کلمہ ہی نکلتا ہے سگے بیٹے کا جنازہ سامنے پڑا ہو تب بھی مومن کے منہ سے یہی کلمہ نکلتا ہے حالانکہ یہ کلمہ خوشی کا ہے آپ نے فرمایا یہ تین دن جو الحمد کے ایام کہلاتے ہیں آپ باقاعدگی سے ان ایام کو گذاریں نمازوں میں کوتاہی بالکل نہ کریں اور خدا تعالیٰ سے ہر وقت دعا مانگیں کیونکہ یہ دن بڑے سخت ہیں ہر طرف افراتفری، مار دھاڑ اور بے اطمینانی ہے ایسی حالت میں اگر ہم خدا کا خوف نہ کریں تو پھر ہمارا انجام کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے رب کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا اور زمین کے اندر اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف کرتے ہوئے

اور امید رکھتے ہوئے اسکو پکارو اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔) آپ نے نہایت درد دل کے ساتھ یاد دلایا کہ ہم کیوں یہاں اکٹھے ہوئے ہیں ہمارے سامنے دنیوی اغراض تو بالکل نہیں ہیں صرف اپنے مولا کی خوشنودی ہی ہمارے مدنظر ہونی چاہیئے آپ نے فرمایا ہر انسان کو اپنے نفس پر بصیرت حاصل ہے وہ اپنے دل کی حالت جانتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی عذر کرے اس لیے اپنے دلوں کی حالت ٹھیک کریں آپ کے خطاب کے بعد جناب راجہ محمد بیدار صاحب آف کراچی نے نہایت مدلل طریقے پر غور و فکر کرنے اور علم کے ذرائع پر روشنی ڈالی کہ کس طرح انسان دیکھنے سے علم حاصل کرتا ہے سننے سے علم حاصل کرتا ہے اور اس کا قلب سرچشمہ علوم ہے آپ کا انداز نہایت سادہ اور پر علم تھا حاضرین نے نہایت خوشی محسوس کی راجہ صاحب کے بعد جناب پروفیسر خلیل الرحمن صاحب آف ایبٹ آباد نے اختلاف جماعت کے موضوع پر تقریر کی۔ ہر احمدی کو معلوم ہے کہ پروفیسر صاحب کا خطاب کتنا تبحر اور عالمانہ ہوتا ہے انہوں نے ۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک کے واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے۔ اور ان تمام وجوہ پر روشنی ڈالی کہ کس طرح حضرت امیر مولانا محمد علی (ان پر خدا کی رحمت ہو) اور ان کے رفقا کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ حاضرین نے اس مضمون کو چھاپنے کی تجویز پیش کی۔ آپ کے بعد محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے نہایت پرسوز آواز میں حضرت فاروقی صاحب کے بارے میں تقریر فرمائی آپ کی آواز میں بار بار رقت پیدا ہو جاتی تھی جس کا اثر حاضرین پر بھی پڑتا تھا۔ آپکی تقریر دلپذیر کے بعد محترمہ پروفیسر رقیہ بدر علی صاحبہ نے بڑے عالمانہ انداز میں تقریر کی آپ کی تقریر کا انداز تو ہر احمدی کو معلوم ہے۔ دوسری نشست میں مولوی عبدالحمید صاحب آف راولپنڈی نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی آمد اور کارناموں کا ذکر بڑے ہی فاضلانہ طریقے پر پیش کیا اس کے بعد جناب پروفیسر عزیز احمد صاحب نے برلن کنونشن پر اپنے تاثرات بیان فرمائے کہ کس طرح خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ کنونشن کامیاب رہا آخر پر مولوی عبدالعزیز صاحب نے اتحاد جماعت پر تقریر کی۔ رات کو برلن کنونشن کی وڈیو فلم دکھائی گئی جس کو حاضرین نے دلچسپی سے دیکھا اور خدا کے حضور شکرانہ پیش کیا کہ اس نے ہماری جماعت کی کوششوں کو کتنی پذیرائی بخشی۔ باقی دو دنوں کی کارروائی آئندہ شمارے میں چھاپی جائے گی۔ انشاءاللہ۔

اخبار احمدیہ :-

- حضرت امیر کی صحت ٹھیک نہیں ہے احباب انکی صحت کیلئے درد دل سے دعائیں کریں ان کی بیگم صاحبہ بھی بیمار ہیں ڈاکٹر اصغر حمید صاحب اور راجہ افضل صاحب دارالسلام بیمار ہیں ان سب کے لیے دعائیں جاری رکھیں۔
- **سانحات ارتحال :-** نیم بی بی ہمشیرہ صاحبہ غلام حیدر کارکن انجمن جہلم وفات پا گئی ہیں عبدالرزاق صاحب آف شیخ محمدی کی اہلیہ صاحبہ، شیخ حمید صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر گوہامندوستان، شیخ عبدالصمد صاحب آف بھارت، عبدالرحمان ولد احمد حسن دارالسلام وفات پا گئے ہیں احباب انکی مغفرت کیلئے نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

تعزیتی ریزولیوشن از تنظیم خواتین احمدیہ

"تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کا ایک اجلاس مورخہ ۱۱ دسمبر ۹۱ء منعقد ہوا۔ کارروائی سے پہلے اپنے گرانقدر بزرگ میاں نصیر احمد فاروقی کیلئے دعائے مغفرت پڑھی گئی اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوا "تنظیم خواتین احمدیہ لاہور نے انتہائی رنج و الم کے ساتھ فاروقی صاحب کی رحلت کی خبر سنی، فاروقی صاحب کا علم قرآن اور عشق قرآن و رسول بے مثال تھا آپنے ایک عرصہ دراز تک قرآن پاک کے درس دیے اور اسکی تفسیر اور معارف کے ساتھ ہر مرد و عورت اور بچے کو مستفید کیا انکی وفات کیساتھ جو جماعتی دینی اور علمی خلا پیدا ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے ان کے جمعے کے خطبات اور قرآن پاک کے درس کی تشنگی ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔ رضائے مولا کے آگے ہم سر بسجود ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کو اپنے قیمتی انعامات برکتوں اور رحمتوں سے نوازے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے ایسے خادم دین اور خادم قرآن کو اللہ تعالیٰ نے زندوں کے زمرے میں شامل فرمایا ہے ہماری دلی دعائیں بیگم سلیمہ فاروقی و اعزہ و اقارب کے ساتھ ہیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔" صدر : ذکیہ شیخ صاحبہ

سیکرٹری : ریحانہ رحمن صاحبہ

از جناب این لے فاروقی (خدا کی رحمتیں اُن پہ ہوں)

حکمت کے موتی

۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ نے ان مصائب اور آزمائشوں کے لئے لفظ ابتلا قرآن حکیم میں استعمال فرمایا ہے جس کے معنی ہیں انسان کے مخفی جوہروں کو باہر لانا یا انسان کی خوبیوں اور نقائص کو ظاہر کر دینا ہے تاکہ اُن میں اگر کوئی کمی ہو تو وہ بھی ظاہر ہو جائے تا وہ اس کی اصلاح کر سکے پہلے اس سے کہ اس کا وقت ختم ہو جائے اور جو اس کے مخفی جوہر اور خوبیاں ہیں وہ بھی ظاہر ہو کر لوگوں کے لئے نمونہ اور مثال بن جائیں۔ اور اس طرح وہ دوہرے ثواب کو پائے۔ یعنی ایک تو اپنی نیکیوں اور خوبیوں کا جو ایسے ابتلاؤں میں دکھائی گئیں اور دوئم دوسروں کے لئے نیک اور قابلِ تقلید نمونہ پیش کرنے کا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تو ان مصائب، دکھوں اور ابتلاؤں کو جن سے انسان گھبراتا اور کتراتا ہے اللہ تعالیٰ نے اگر خیر کثیر کہا تو بالکل سچ فرمایا۔ انجام کار وہ ایسے ہی ثابت ہوئے۔ اگلے الفاظ میں جو اپنے رب کے لیے نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا ذکر ہے وہ بھی نہایت ہی موزوں ہے کیونکہ انسان خوشی اور بے فکری میں خدا کو بھولا رہتا ہے۔ مگر مصائب اور ابتلا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف اور نماز کی طرف مائل کرتے ہیں۔ اور اس نماز میں جو دل لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں ہی انسان کے لئے خیر کثیر ہے۔ جیسا کہ میں بعد میں عرض کروں گا۔

اور مصائب اور آزمائشیں ہی انسان کو پکڑ کر اس سے قربانیاں کرواتی ہیں ورنہ انسان نہ تو اپنا مال خدا کی راہ میں آسانی سے دیتا ہے نہ جان۔ حالانکہ دنیا کا مال انسان کے مرنے پر پیچھے رہ جانا ہے اور جان تو بہرحال اسے دینی پڑتی ہے حالانکہ اگر وہ خدا کے رستہ میں جان دیتا تو شہید اور صدیق کا درجہ پاتا۔ پھر آخرت میں اس کا وہ مال جو اس نے خدا کی راہ میں خرچ کیا اسے بہت بڑھ چڑھ کر ملے گا۔ اس مال کے سوا اور وہاں اس کے لیے کچھ نہ ہوگا اس لیے جو لوگ اپنے ہمیشہ کے گھر کے لیے کچھ نہیں بھیجتے یا تھوڑا بھیجتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

دُنیا داروں کیلئے

مصائب اور دکھوں اور ابتلاؤں کے اندر خیر کثیر دیکھنا صرف عارفوں اور دینداروں کا کام ہے ایسے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں۔ آج دیکھیں کہ انسانوں کی بھاری اکثریت کس کو خیر کثیر سمجھتی ہے؟ مال کثیر کو۔ مال کی تلاش میں ساری دُنیا دن رات دیوانوں کی طرح لگی ہوئی ہے اور تھوڑے مال پر کوئی راضی نہیں ہوتا۔ ہر شخص کو "اور۔ اور" مال کی ہوس اور بھوک ہے۔

غریب کو یا بھوکے کو تو اللہ ہر وقت یاد رہتا ہے۔ مگر جن کے ہر کام دولت کی بدولت طے پا رہے ہوں وہ دولت کے نشہ میں خدا کو بھول جاتے ہیں۔ یہ بانی سلسلہ احمدیہ کی برکت اور فیض ہے کہ ہماری جماعت کے امیر بھی خدا کے فضل سے اللہ کو یاد رکھنے والے اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں:

دولت مندوں کو حکم دیا کہ قربانی کرو۔ دولت مندوں کے لیے سب سے مشکل یہ کام ہے کہ وہ اپنی دولت کی قربانی کریں غربا و مساکین کی خاطر یا اللہ کے دین کی خاطر۔ وہ اپنی مجبوری یا عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ جی ہمارا مال تو جو آتا ہے وہ تجارت یا انڈسٹری میں لگ جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اگر یہ کہیں کہ وہ پہلے سے بڑھ کر مال کمانے کے لیے جو بھی اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات یا تفریحات سے مال بچتا ہے وہ مال تجارت یا انڈسٹری میں لگانے چلے جاتے ہیں تو یہ ٹھیک ہے مگر اپنے لیے، اپنے بیوی بچوں کی ضروریات بلکہ فضول خرچی کے لیے اور مکان بنانے، یورپ امریکہ کی سیروں کے لیے۔ موٹریں خریدنے یا شادی بیاہ پر لٹانے کے لیے تو لاکھوں روپیہ نکل آتا ہے مگر اللہ کے دین کی خاطر یا غرباء و مساکین کی خاطر کیوں نہیں نکل سکتا؟ تو یہ مال کی ہوس تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی آگ اپنے اندر رکھتی ہے اور مال کی محبت جو شرک کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اس کا علاج یہ نہیں کہ دولت مت کماؤ جیسا کہ رہبانیت کی شکل میں تمام مذاہب میں پیدا ہوا بلکہ یہ ہے جو قرآن نے فرمایا ہے کہ مال کماؤ مگر مال کی محبت اور ہوس کی قربانی یوں کرو کہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو جیسا کہ قرآن کریم نے مختلف مقاصد پر خرچ کرنے کی تلقین فرمائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تو مال دار کو آخری بات یہ فرمائی (تیرا جو دشمن ہے وہ ابتر رہے گا) اب عجیب بات یہ ہے کہ غریب کا کوئی اور وجہ سے دشمن ہو تو ہو مگر اس کی غربت کی وجہ سے اس کا کوئی دشمن نہیں بنتا اس کے برعکس دولت مند انسان کے اس کی دولت کی وجہ سے بہت سے حریف رقیب حاسد اور دشمن بن جاتے ہیں۔ اور نہیں تو چور اور ڈاکو اس کے مال کی وجہ سے اس کی جان تک لینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کوئی چوکیدار کوئی پولیس والا اسے یا اس کے مال کو بچا نہیں سکتے بلکہ چوکیدار تو چوروں سے مل جاتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی مالدار کو یا اس کے مال کو بچا سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے اللہ کو راضی رکھنے کی ضرورت ہے۔ یعنی خدا کو یاد رکھنے اور مال کی خدا کی راہ میں قربانی کر کے۔

سیاست دان کیلئے

مال کے بعد دنیا داروں کو جو سب سے زیادہ پیاری شئے ہے وہ سیاست حکومت وزارت اور ان کو پا کر طاقت کو پانے کی ہوس ہے۔ تو سیاست دان سے پوچھیئے تو وہ خیر کثیر سیاست اور دنیاوی حکومت اور دبدبہ کو ہی بتائے گا۔ اسی ہوس کی وجہ سے ملک گیری اور فتوحات کے لئے ملک گیروں نے دوسروں کی ہزاروں لاکھوں جانیں تک قربان کرائیں خون خرابے فسادات، لوٹ مار سب اس کا نتیجہ ہوئے۔ دوسرے مذاہب نے دولت کی طرح حکومت کو بھی بُرا کہا اور منع کیا۔ اور راہب یا نن یا سادھو یا بھکشو بن کر زندگی گذارنے کو کہا۔ دین حنفہ نے دولت کی طرح حکومت کو بھی حرام نہیں کیا۔ خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے بادشاہ بنے۔ خلافت راشدہ کے بعد سینکڑوں ہزاروں سال تک مسلمانوں نے حکومتیں کیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔

مگر سیاست دان یا حاکم یا بادشاہ کو یہ فرمایا کہ اگر ہم تجھے حکومت کی خیر دیتے ہیں تو یاد رکھنا کہ دینے والا اللہ ہے وہ دے سکتا ہے تو لے بھی سکتا ہے اور اس کے آگے تیری جواب دہی بھی ہوگی اس لیے اپنے رب کو یاد رکھ کہ تیرے اوپر وہ اصل حاکم ہے۔ تو اس کا محض خلیفہ ہے۔ قرآن کریم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے یاد رکھنے کے لئے کم سے کم پانچ وقت نماز کو قائم کرو۔ قائم کرنے کے معنی صرف نماز پڑھنا نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کہ تم کس کے آگے کھڑے ہو یا جھکتے ہو یا زمین پر سجدہ میں گر پڑتے ہو نماز کو سمجھ کر پڑھنا ہے۔ نماز انسان کو پانچ وقت یہ یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے

اسی لیئے نماز ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اسی لیے ہم اس کے آگے ہاتھ باندھتے، جھکتے اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بات کو سن رہا ہے اسی لیے نماز کا کچھ حصہ بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے رازوں سے واقف ہے اسی لیے نماز کا بیشتر حصہ خاموشی سے دل میں پڑھا جاتا ہے تو یہ پانچ وقت کی یاد دہانی اور ایمان جو نماز کو قائم کرنا سکھاتے ہیں اسی لیے زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے تو سیاست دان کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل حاکم خدا ہے جو اسے دیکھ رہا ہے اس کی باتوں کو سن رہا ہے اس کے سینہ کے رازوں سے واقف ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔ یہ باتیں ہی سیاست دان کو سیدھا اور اچھا حاکم بنا سکتی ہیں ورنہ حکومت یا کرسی انسان میں فرعون کی طرح تکبر پیدا کر دیتی ہے۔

دوسری بات جو سیاست دان کو فرمائی کہ قربانی کر۔ میری ساری عمر سیاست دانوں کے ساتھ بطور سرکاری افسر کے گذری ہے۔ سیاست میں تمام نقائص یوں پیدا ہوتے ہیں کہ اکثر سیاست دان اپنے ذاتی مفاد، اپنے بال بچوں اور رشتہ داروں کا مفاد، اپنے دوستوں یاروں کا مفاد، اپنی پارٹی کے ممبروں کے مفاد کو قوم کے مفاد پر ترجیح دینے لگتے ہیں اس لیئے اگر سیاست دان قوم یعنے محکوموں کے مفاد کی خاطر اپنے ذاتی مفاد، اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کے مفاد، اپنے دوستوں یاروں کے مفاد اور اپنی پارٹی کے مفاد کو قربان کریں تو پھر کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے قربانی بنیاد ہے اچھی سیاست اور حکومت کی۔

سیاست دان کے لیے آخری بات یہ فرمائی (تیرا دشمن نامراد ہو گا۔) اب جس قدر دشمنیاں سیاست میں پیدا ہوتی ہیں کہیں پیدا نہیں ہوتیں سیاست ہے ہی دوسرے کو گرا کر اس کی کرسی یا حکومت لینے کا نام۔ سیاست دان کے مخالف پارٹی والے تو خیر اس کے دشمن ہوتے ہی ہیں۔ اس کے خود اپنی پارٹی کے لوگ ہر آن اس کی کرسی کے خواہش مند رہتے ہیں اور اسے بدنام کر کے اس کی کرسی کو خود حاصل کرنا چاہتے ہیں اس دشمنی سے کوئی سیاستدان نہیں بچا۔ اور دشمن کی فکر سیاست دان کو ہر وقت پریشان رکھتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ اگر تم مجھے یاد رکھو گے اور راضی رکھو گے اور اپنے مفاد کو قوم کے مفاد کی خاطر قربان کر دو گے تو تمہارا دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

مگر میں دنیا داروں۔ مال کے پجاریوں۔ حکومت کے ہوس گیروں کے ذکر سے تنگ آگیا ہوں اور آپ بھی تھک گئے ہوں گے۔ خیر کثیر نہ دنیا ہے نہ دولت نہ حکومت۔ یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ اور جب وہ انسان کے پاس بھی ہوں تو ان کی برائیوں سے انسان کو ہر وقت خطرہ عظیم ہے۔ اس لیے انہیں خیر کثیر کہنا بالکل غلط ہے۔

یاد رہے کہ .... اس میں ہر انسان مخاطب ہے اب وہ کیا خیر کثیر ہے جو ہر انسان کو دیا گیا ہے جس میں امیر غریب، مرد عورت، بوڑھا بچہ سب شامل ہیں۔ ہر انسان کو دو ہی چیزیں دی گئی ہیں۔ اول یا بظاہر اس کا جسم ہے۔ کیا وہ خیر کثیر ہے ؟ انسان کا جسم تو دوسرے حیوانوں کی طرح ہے۔ بلکہ ان سے کمزور اور بعض حیوانوں سے کم عمر کے لیے ملتا ہے۔ پھر اس جسم میں پیدائش کے وقت اگر نہیں تو بعد میں بیسیوں بیماریاں یا نقص یا کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بالآخر اس جسم کا جو انجام مقدر ہے مر کر اور گل سڑ کر مٹی میں مل جانا تو یہ تو خیر کثیر ہو سکتا ہی نہیں۔

ہر انسان کو، ہاں ہر مرد عورت بوڑھے بچے اور امیر و غریب۔ کالے گورے کو ایک نعمت عظمیٰ ایک برابر دی گئی ہے وہ ہے وہ روح جو خدا نے عطا کی ہے اسی روح کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسی روح کی وجہ سے الٰہی صفات کا عکس اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اور وہی روح مرنے کے بعد اگلے عالم میں نیا اور ہمیشہ رہنے والا جسم پا کر اللہ تعالیٰ کی جنت میں رہ کر ابدی سکھ اور راحت اور بڑھ چڑھ کر نعمتیں پاتی رہے گی اور ترقیات کرتی رہے گی اس روح سے بڑھ کر کون سی خیر کثیر ہو سکتی ہے جو ہر انسان کو ملی ہے اس سے مراد وہی روح ہے جس سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہو سکتی اس بیش بہا بلکہ انمول امانت کے بارہ میں جو انسان کو دی گئی ہے اور جس کے بارہ میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہو گا اس میں کیا پیغام ہے ؟

روح کی غذا

میں نے کہا تھا کہ ہر انسان کو دو چیزیں دی گئی ہیں۔ ایک تو اس کا جسم اور دوسرے اس کی روح تو جس طرح انسان کا جسم نہ تو پنپ سکتا ہے اور نہ نشوونما پا سکتا ہے جب تک کہ اسے روزانہ کئی بار غذا نہ ملے اسی طرح انسان کی روح نہ تو پنپ سکتی ہے اور نہ نشوونما پا سکتی ہے۔ جب تک کہ اسے روزانہ کئی بار روحانی غذا نہ ملے۔ وہ روحانی غذا کیسے اور کہاں سے مل سکتی ہے ..... انسان کی روح کی غذا نماز میں ملتی ہے ......

"اور اپنی نگاہیں (لالچ سے) اس کے پیچھے لمبی نہ کر جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کے لئے آرائش کا سامان دیا ہے تاکہ ہم ان کو اس کے ذریعہ آزمائیں اور تیرے رب کا رزق تو بہت بہتر اور زیادہ دیرپا ہے اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی نماز پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے ہم تجھے رزق دیتے ہیں اور اچھا انجام تو تقویٰ کے لیئے ہی ہے۔"

یہاں جو حکمت کے موتی پروئے گئے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے ماتحت دنیا کے لوگوں کو دنیا وی زندگی کی آرائش کے سامان مختلف مقدار میں دیتا ہے۔

۲۔ اس سامانوں کی ظاہری دلربائی اور کشش کے پیچھے لوگوں کے لیے آزمائش ہوتی ہے۔

۳۔ اس لیے اس ظاہری دلربائی مگر باطنی آزمائش کے سامانوں کو ایک مومن کو لالچ اور حسرت کی نگاہوں سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ (کہ وہ بھی انسان کے دل میں لالچ اور حسرت کی آگوں کو سلگاتا ہے۔) اور ان میں پڑ کر انسان اپنے رب اور اس کے روحانی رزق سے غافل یا محروم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دنیاوی رزق (جو بھی چیز اللہ سے ملے وہ رزق ہے) گھٹیا چیز ہے جو حیوانوں کو بھی دیا جاتا ہے اور بہر حال وہ چند روزہ ہے اس کے برعکس روحانی رزق جو صرف انسان کے لیے خاص ہے وہ بہت بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے کیونکہ انسان کی روح ہمیشہ رہنے والی ہے۔

۴۔ وہ روحانی رزق نماز کے ذریعے ملتا ہے۔

۵۔ اس لیے اس روحانی رزق کو پانے کے لیئے اپنے بیوی بچوں کو حکم دو۔ اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم رہو۔ (یہاں بیوی بچوں کو کیوں پہلے رکھا ؟ اس لیے کہ ان کے لیے جسمانی رزق مہیا کرنا ہر انسان پر فرض ہے اور وہ اپنی کمائی کا بیشتر حصہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے تو فرمایا کہ اسی طرح اپنے بیوی بچوں کے روحانی رزق کی بھی فکر کرو اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم ہو کر اپنے بیوی بچوں کے لیے نمونہ بنو۔)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچارشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور سے شائع کیا۔

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو

اور تم اپنے اعمال اور افعال سے ثابت کر کے دکھا دو کہ واقعی تم نے سچی تبدیلی کر لی ہے تمہاری مجلسوں میں وہی ہنسی او رٹھٹھا نہ ہو جو دوسرے لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں میں پایا جاتا ہے یقیناً سمجھو کہ زمین و آسمان کا خالق ایک خدا ہے وہ خدا ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے۔ کوئی شخص دنیا میں کسی قسم کی راحت اور کوئی نعمت حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر اسی کے فضل و کرم سے۔ ایک پتہ بھی اس کے فضل کے بغیر ہرا نہیں رہ سکتا۔ اس لیے ہر وقت اسی سے سچا تعلق پیدا کرے اور اسی کی رضا جوئی کی راہوں پر مضبوط قدم رکھے اگر وہ اس بات کی پابندی کریگا تو یقیناً اسے کوئی غم نہیں ہے ہر قسم کی راحت، صحت، عمر و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہے جب انسان کا وجود اب نافع اور سودمند ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا جیسے باغ میں کوئی درخت عمدہ پھل دینے والا ہو تو اسے باغبان کاٹ نہیں ڈالتا بلکہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اسی طرح نافع اور مفید وجود کو اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا.......... جو لوگ دنیا کے لیے نفع رساں بنتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمریں بڑھا دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جو سچے ہیں کوئی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور فرمانبردار بندے ایسی بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں پس اس بات کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ نری بیعت اور اقرار سے کچھ نہیں بنتا بلکہ انسان زیادہ ذمہ دار اور جوابدہ ہو جاتا ہے اصل فائدہ کے لیے ضرورت ہے حقیقی ایمان اور پھر اس ایمان کے موافق اعمال صالحہ کی۔ جب انسان یہ خوبی اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقی حقیقی مومن اور اس کے غیر میں ایک امتیاز رکھا جاتا ہے۔ اسے ممتاز کیا جاتا ہے اور اس امتیاز کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں فرقان ہے۔ آخرت میں بھی مومن اسی فرقان سے شناخت کیے جائیں گے۔ اس دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ مومن ہمیشہ ممتاز رہتا ہے۔ اس کے اندر ایک سکینت اور اطمینان بخش روح ہوتی ہے۔ اگرچہ مومن کو دکھ بھی اٹھانے پڑتے ہیں اور قسم قسم کے مصائب اور شدائد کے اندر سے گذرنا پڑتا ہے خواہ لوگ اس کے کتنے ہی برے نام رکھیں اور خواہ اس کے تباہ اور برباد کرنے کے لیے کچھ ہی ارادے کریں لیکن آخرکار وہ بچ لیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اسے عزیز رکھتا ہے۔ اس لیے دنیا اس کو ہلاک نہیں کر سکتی۔

مومن اور اس کے غیر میں امتیاز ضرور ہے اور یہ میزان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے خدا تعالیٰ کی آنکھیں دیکھتی ہیں کہ کون بد اور شریر ہے خدا کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ پس تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو۔ یہ دھوکہ مت کھاؤ کہ ظاہری رسم ہی کافی ہے نہیں امن اس وقت آتا ہے۔ جب انسان سچے طور سے خدا تعالیٰ کے حرم میں داخل ہو۔

پس:

اب بڑی تبدیلی کا وقت ہے اور خدا تعالیٰ سے سچی صلح کے دن ہیں

جماعتی خبریں

* حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید ان کے شامل حال رہے) خیریت سے ہیں صحت ٹھیک نہیں ہے۔ اس نادر وجود کی صحت وسلامتی والی زندگی کے لیے احباب اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* درخواستِ دُعا :

ڈاکٹر اصغر حمید صاحب دارالسلام بیمار ہیں اور گھریلو پریشانیوں میں بھی مبتلا ہیں۔ راجہ محمد افضل صاحب بیمار ہیں۔ بیگم صاحبہ حضرت امیر کا دوبارہ آپریشن ہوا ہے احباب ان سب کے لیئے دردِ دل سے دعائیں کریں۔

* قارئین سے التماس

آپ کی خدمت میں دوبارہ یاد دہانی کے لیے گذارش ہے کہ بزرگ رہنما جناب نصیر احمد فاروقی صاحب (خدا کی رحمت ان پر ہو۔) کی زندگی کے بارے میں جو جو معلومات آپ کے پاس ہوں ان کی کوئی فوٹو، کوئی اور تحریر یا زبانی ان کی قیمتی نصائح آپکے علم میں ہوں تو از راہ کرم جلد از جلد ادارہ پیغام صلح کو روانہ فرما کر ثواب حاصل کریں۔ تاکہ پیغام صلح کے خاص نمبر میں چھپ جائے۔

* ھالینڈ میں نوجوانوں کا سیمینار

یکم دسمبر ۱۹۹۱ کو احمدیہ فیڈریشن ہالینڈ کے زیر اہتمام نوجوانوں کا عظیم الشان سیمینار یوٹرخت میں ہوا۔ اس سے قبل اسی سنٹر میں خواتین کا سیمینار بھی منعقد ہوا تھا نوجوانوں نے "احمدیت کا مستقبل ہالینڈ میں" پر تقاریر کیں اور یہ عہد کیا کہ ہالینڈ میں دینِ حقہ اور احمدیت کے لیے مربوط کوششوں کی ضرورت ہے تاکہ اس سے شاندار نتائج نکلیں۔ آخر پر یوٹرخت جماعت کی طرف سے ڈنر پیش کیا گیا۔

* ہیگ

حسن محمد صاحب کو ستارہ احمدیت سے نوازا گیا۔

۱۵ دسمبر کو ایک پر وقار تقریب میں حسن محمد صاحب کو ہیگ (ہالینڈ) جماعت کی طرف سے ستارہ احمدیت دیا گیا۔ انہوں نے پہلے سرینام اور بعد میں ہیگ ہالینڈ میں احمدیت اور دین حقہ کی شاندار خدمات انجام دیں جن کے صلے میں انہیں اس اعزاز سے نوازا گیا۔ اس دن ان کی فیملی اور عزیز رشتہ دار بھی اس پر وقار تقریب میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔

* سانحہ ارتحال :

ہیگ (ہالینڈ) کی جماعت کو ایک بڑے صدمے سے ۱ دسمبر کو دوچار ہونا پڑا جبکہ اس کے ایک قابل قدر اور عالم باعمل مسٹر ابراہیم مرادین کو خدا تعالٰے نے واپس بلا لیا۔ (ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔) مسٹر ابراہیم مرادین صاحب الکمار سرینام میں پیدا ہوئے پولیس کے محکمہ میں سروس کی وہاں پر وہ بیزاگ جماعت کے صدر بھی رہے بعد میں محکمہ زراعت میں آ گئے۔ ہالینڈ آنے کے بعد وہ عدالت عالیہ میں اُردو اور ہندی کے مترجم کے طور پر کام کرتے رہے۔ مذہبی امور پر ان کو کامل دسترس حاصل تھی دینِ حقہ اور احمدیت کے بہت بڑے عالم تھے۔ خدا تعالٰے سے دعا ہے کہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

یادِ رفتگان

پچھلے شمارے میں یہ خبر دی گئی تھی کہ جماعتِ احمدیہ سرینگر کے صدر شیخ عبدالصمد صاحب قضاءِ الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ شیخ صاحب جماعت میں عالی مقام رکھتے تھے اور اس کے رکن رکین شمار ہوتے تھے۔ ان کی خدماتِ جلیلہ سے جماعت کو روز افزوں ترقی نصیب ہوئی۔ اور وہ اس کی روحِ رواں تھے۔ ان کی وفات سے جماعت سرینگر میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا محال نظر آتا ہے اور جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے دو تین سال قبل وہ لاہور تشریف لائے تھے اور سالانہ اجتماع میں شرکت فرمائی تھی۔ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انتہائی مہمان نواز اور پرلے درجہ کے خوش خلق اور شفیق بزرگ تھے۔ اللہ تعالٰے انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہر آن ان کے روحانی درجات بلند فرمائے۔

تعزیتی پیغامات اور شکر و سپاس

حضرت نصیر احمد فاروقی صاحب (اللہ تعالی کی رحمتیں اُن پر ہوں۔) کی وفات پر حضرت امیر (اللہ کی تائید ان کو حاصل رہے۔) اور محترمہ بیگم سلیمہ فاروقی صاحبہ کو بڑی تعداد میں تعزیتی خطوط، تار، فیکس اور تعزیتی قراردادیں اندرون وبیرون پاکستان سے موصول ہوئی ہیں۔ وہ اس خلوص اور ہمدردی کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنے کے متمنی ہیں لیکن ایسا کرنا سر دست ان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اب پیغام صلح کے ذریعہ سے وہ دل کی گہرائیوں سے سب احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے آپ کے اس خلوص وہمدردی کے لیے آپ کو جزائے خیر دے اور اس قومی المیہ پر جملہ غمزدہ قلوب پر سکینت کا نزول ہو۔ آئندہ شمارے میں اس سلسلہ میں مزید عرض کیا جائے گا۔ حضرت فاروقی صاحب کے متعلق مضامین اور خطوط کی اشاعت کا انتظام بھی زیر غور ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے حقیقی معنی ہیں کھیتی میں نمو آنا۔ یا کھیتی کا بڑھنا۔ اور جو مال خدا کی راہ میں دیا جاتا ہے وہ کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بڑھتا رہتا ہے اور مال بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان کا تزکیہ نفس بھی ہوتا رہتا ہے۔ اور خدا تعالی کا حکم بھی یہی ہے (احسان کرو جسطرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔) اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ کسی کی جان، مال، اولاد اور عزت محفوظ نہیں ہے اور مال داروں کو ہر آن خطرہ لگا رہتا ہے اس خطرہ سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اپنے خدا کو راضی کر لو اور اسے راضی کرنے کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اپنے مالوں سے زکوٰۃ ادا کرو تاکہ آپکا مال بھی محفوظ رہے اور آپکے گھروں دکانوں کھیتوں اور فیکٹریوں پر خدا کی برکت بھی نازل ہوتی رہے اس حج کے مبارک مہینے میں جماعت زکوٰۃ کی رقوم مرکز میں بھیجتی ہے براہ کرم جلد از جلد زکوٰۃ کی رقم مرکز میں بھیجکر عند اللہ ماجور ہوں۔

(جنرل سیکرٹری)

کرنل محمود شوکت صاحب آف لندن نے [illegible]
سال بھر کی کارگذاری سے حاضرین کے دلوں کو گرما دیا کہ سال گذشتہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا بے شمار افضال کی بارش کی۔ برلن کنونشن اور فرینکفرٹ کے بین الاقوامی کتب میلہ میں کتابوں کی نمائش میں سلسلہ کی کتب کا سٹال بک کرانے اور اس کے عالمگیر اثرات کا ذکر کیا۔ ان کی تقریر کا حاضرین پر بہت گہرا اثر ہوا۔

آپ کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب، آف ایبٹ آباد نے دم واپسیں کے دو نظارے حاضرین کو دکھائے۔ ایک نظارے میں اللہ کا ایک بندہ' مومن جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کس طرح جنتی زندگی گذار کر اپنے اللہ کے حضور حاضر ہونے پر خوش ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو خوش آمدید کہتا ہے۔ اور وہ بخوشی (ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) کا ورد کرتا اگلے جہان کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتا رخصت ہو رہا ہے۔ جیسا کہ کوئی کوئے جاناں کو والہانہ طور پر جا رہا ہو۔ اور مشتاقِ دید ہو۔

اور دوسرا نظارہ وہ فرعون کی ممی کو دیکھ کر بتاتے ہیں کہ اس کی زندگی اس کا موسیٰؑ کے ساتھ مقابلہ اور اس کے غرق آب ہونے۔ مرنے کے وقت موسیٰؑ کے خدا پر ایمان لانے اور خدا کا اس وقت توبہ نہ قبول کرنے کا نظارہ پیش کرتے ہیں۔ نیز وہ بتاتے ہیں کہ خدا نے جو فرمایا تھا کہ تم کو تو نہیں بچاؤں گا مگر تمہارے جسم کو بچاؤں گا تاکہ تو لوگوں کے لیے باعثِ عبرت ہو قرآن کی صداقت آج لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آپ کے بعد بزرگ رہنما فتح محمد عزیز صاحب ایڈووکیٹ آف گجرات نے جماعت احمدیہ کے دو فریق اور جماعت لاہور کے قادیان سے الگ ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالی اور آخر پر حضرت امیر کے خطبہ اور دعا کے بعد یہ بابرکت دعائیہ اختتام پذیر ہوا۔

آج نہیں تو کل سہی

یارِ ازل سے دل لگا چھوڑ دے فکرِ ما سوا
دولتِ وصل پائے گا آج نہیں تو کل سہی

دست دعا دراز کر ہو کے بیگا غم نہ کر
نخلِ مراد بار ور آج نہیں تو کل سہی

بڑھنے دے اضطرابِ دل ہونے دے حال زارِ دل
آئے گا یوں قرار دل آج نہیں تو کل سہی

تجھ پہ خدا کے لے نبیؐ ختم ہوئی پیمبری
مانے گی خلق سب یہی آج نہیں تو کل سہی

آتی ہے غیب سے صدا گلشنِ دینِ مصطفےٰ
خوب ہی لہلہائے گا آج نہیں تو کل سہی

فرشِ زمیں پہ سر بسر نور خدا کے سحر دیر
ہوگا ضرور جلوہ گر، آج نہیں تو کل سہی

زخمِ جگر کا ماجرا ان کو دلا سنائے جا
دیں گے مرہمِ شفا، آج نہیں تو کل سہی

عمر فراق میں کٹی کہنا میں دل میں تھا یہی
آئے گی وصل کی گھڑی آج نہیں تو کل سہی

حسن کی بے نیازیاں عشق کی بے قراریاں
لے کے رہیں گی میری جاں آج نہیں تو کل سہی

مجھ کو یہ ڈر ہے ہم نشیں میری یہ آہِ آتشیں
آگ لگائے گی کہیں آج نہیں تو کل سہی

میں نے کہا بچشم تر ہوگی کرم کی کب نظر
کہنے لگے کہ صبر کر آج نہیں تو کل سہی

(مرتضیٰ خان حسن)

دوسرا دن

۲۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو تلاوت کے بعد عبدالسلام صاحب آف دینگراں نے منظوم کلام پیش کیا۔ اس کے بعد مجاہد احمد سعید صاحب آف ایبٹ آباد نے ملفوظات بانی سلسلہ احمدیہ پڑھ کر سنائے۔ آپ کے بعد جناب شیخ شریف احمد صاحب آف پشاور نے نعت پڑھی فرمائی آپ کی تقریر کے بعد جناب میاں عمر فاروق صاحب نے تقریر کی۔ اگرچہ یہ آپ کی پہلی تقریر تھی مگر خدا کے فضل و کرم سے جیسا کہ ہر احمدی پیدائشی مقرر ہوتا ہے آپ کی تقریر بھی بہت علمی تقریر تھی۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت آپ کے شاملِ حال رہے) نے فرمایا:

دنیا کی زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت چیز ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا۔ اگر وہ اموال تم سے مانگے اور تم سے الحاح کرے تو تم بخل کرو اور وہ تمہارے کینوں کو باہر نکال دے دیکھو تم وہ لوگ ہو جو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو پس تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوائے کسی اور قوم کو بدل کر لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے!

آپ نے فرمایا۔ آپ میں سے ہر ایک گواہ ہے کہ ہمارے باپ دادوں نے کیا دیا تھا اور خداوند تعالیٰ نے ان کو واپس کس قدر بڑھا چڑھا کر دیا۔ خدا تعالیٰ بڑا قدر دان ہے۔ کبھی وہ دس گنا دیتا ہے تو کبھی ستر گنا اور کبھی سات سو گنا اور کبھی بے حساب دیتا ہے۔

اس لیے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو قربان کرو۔ کیونکہ یہ تمہاری اپنی بھلائی کے لیے ہے۔ خدا کی راہ میں مال خرچ نہ کرنے والی قوم زندہ نہیں رہ سکتی اور آپ تو خدا کے فضل سے زندہ قوم ہیں

دوسری نشست میں تلاوت کے بعد جناب چوہدری محمد حیات صاحب نے بڑے درد بھرے انداز میں منظوم کلام پیش کیا۔ ملفوظات جناب ناصر احمد صاحب آف شیخ محمدی نے پڑھ کر سنائے۔ ازاں بعد جناب مولوی محمد علی صاحب آف چک ۸۱ سرگودھا نے نماز کے فوائد پر بڑی عالمانہ تقریر کی۔ آپ کے بعد اور آخر پر جناب بزرگوارم کیپٹن عبدالواحد صاحب آف پشاور نے امریکہ کے ایک مدعی نبوت کے بارے میں اپنی کارگذاری، دھوم دھوپ پاکستان کے علماء سے گفتگو اور ان کی بے حسی کا ذکر کیا اور پھر بتایا کہ کس طرح یہ مدعی نبوت قتل ہو گیا۔

تیسرا اور آخری دن

۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو تلاوت کے بعد منظوم کلام نثار صاحب آف اسلام آباد نے ترنم سے پڑھا۔ ملفوظات جناب وکیع احمد سعید صاحب نے پڑھ کر سنائے۔ ازاں بعد جناب

تنظیم خواتین الاحمدیہ کا اجلاس

تنظیم خواتین الاحمدیہ کا سالانہ دعائیہ اجتماع ۲۴ دسمبر ۱۹۹۱ء کو صبح ۹½ بجے جامع دارالسلام میں ہوا۔ محترمہ بیگم کرم الٰہی صاحبہ نے صدارت کی۔ بیگم زاہدہ جنجوعہ کی تلاوت کے بعد بیگم بشریٰ علوی صاحبہ نے بانی سلسلہ احمدیہ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ بیگم ذکیہ شیخ صاحبہ صدر تنظیم خواتین الاحمدیہ نے استقبالیہ پیش کرتے ہوئے بہنوں کو خوش آمدید کہا۔ سال گذشتہ میں رحلت فرمانے والوں کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ خصوصاً جماعت کے سینئر نائب صدر بزرگوارم فاروقی صاحب کے لیے جو ۱۰ دسمبر ۱۹۹۱ء کو وفات پا گئے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ آپ ہمیشہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ چندہ دیتے رہے اس کے علاوہ دین کی ہر خدمت کے لیے کثیر رقوم آپ نے دیں۔ لوگوں سے چندہ کی اپیل دردِ دل سے کرتے تھے، ۲۰۔۲۱ سال سے لاہور میں مقیم تھے اور جماعت کی خدمت میں ہردم مصروف رہے۔ عالم باعمل تھے۔ آپ کو قرآن و حدیث کے علم پر عبور حاصل تھا۔ وہ سچے عاشقِ قرآن اور خوش البیان تھے۔ درس کا سلسلہ گھر سے شروع کیا۔ پھر جامع مسلم ٹاؤن اور بعد میں جامع دارالسلام میں عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر سال جلسہ کے تین دنوں میں درس دیتے تھے۔ ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتے آپ کو ہر وقت تراجم کی فکر رہی۔ غیر ملکیوں کے ساتھ مہینوں تراجم کے سلسلہ میں مصروف رہے ہر سال عیدین اور جمعہ کے خطبات بھی آپ ہی دیتے تھے۔

بیگم جبارت خانم صاحبہ آف فیصل آباد نے خاتم النبیین پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آپ نے قرآن و حدیث سے حوالے دے کر ثابت کیا۔ بیگم پروین چوہدری صاحبہ نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاءؑ کا مختصر ذکر کیا۔

آنسہ سعیدہ ضیاء نے حضرت صاحب کا منظوم کلام "اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے" ترنم سے پیش کیا۔ بیگم صبیحہ سعید صاحبہ آف راولپنڈی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیشہ جو بات کہیں وہی کریں۔ قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیئے عمل سے ہی بیان میں اثر پیدا ہوتا ہے۔

بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے ہستی باری تعالیٰ اور تقاضاء بشریت کے موضوع پر تقریر کی اور مختصراً فاروقی صاحب کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ جماعت کے لیے لائٹ ہاؤس کی طرح تھے۔ ساری زندگی قرآن کی خدمت میں لگے رہے ؎

بہت شوق سے سن رہا تھا زمانہ

تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

بیگم عقیلہ اسلام صاحبہ اور بیگم سلمیٰ انوار صاحبہ نے حضرت صاحب کی نظم "جمال و حسنِ قرآن نورِ جان ہر ...... ہے" ترنم سے پیش کی۔ بیگم رضیہ مدعلی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں خصوصاً حضرت مولانا محمد علی صاحب (خدا کی رحمتیں ان پر ہوں۔) کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کو ہماری زبان میں ترجمہ کر کے ہمارے سمجھنے کے قابل بنا دیا۔ ہمیں بیان القرآن کو باقاعدگی سے پڑھ کر اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

بیگم نصرت مبارک صاحبہ آف ملتان نے (خدا کے رستہ میں جہاد کرو اپنے نفسوں اور مالوں سے) کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نورالدین (اللہ کی رحمتیں ان پر ہوں) نے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا۔ انہوں نے ان کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالی۔

بیگم زہرہ رمضان صاحبہ آف ہالینڈ نے جرمن کنونشن میں اپنی شرکت اور کنونشن کے حالات بیان کر کے حاضرات کے ایمانوں کو تازہ کیا۔

آخر میں صدر مجلس بیگم کرم الٰہی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: جامع میں بعض لوگوں کی طرف سے اختلافی اور تفرقہ بازی کا رویہ دینی جماعتوں کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اپنے خیالات انجمن کے سامنے رکھنے چاہیئں اور کثرتِ رائے سے کئے گئے فیصلوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

آخر میں سب بیماروں کے لیے اور جماعت کی ترقی کے لیے دعائیں مانگی گئیں۔

اجلاس کے بعد دستکاری کی نمائش اور کھانے پینے کے سٹالز سے حاضرات لطف اندوز ہوئیں۔

دوسرا اجلاس بعد دوپہر تین بجے شروع ہوا۔

آنسہ آمنہ سعید صاحبہ کی تلاوت کے بعد لاہور کی جماعت کی رپورٹ سیکرٹری صاحبہ جماعت لاہور نے پڑھ کر سنائی۔ راولپنڈی کی جماعت کی رپورٹ بیگم صبیحہ سعید صاحبہ نے اور کراچی کی جماعت کی رپورٹ بیگم اختر نذیر صاحبہ نے پیش کی۔ بیگم اسماء شوکت صاحبہ نے لندن مشن کی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد بچیوں نے تقاریر اور نظمیں پڑھیں۔ آنسہ سمیرا اشرف نے خاتم النبیین کے موضوع پر تقریر کی۔

آنسہ عائشہ رحمان نے (اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ نہ کرو۔) کے موضوع پر اور آنسہ سعدیہ رحمان نے دعا کی اہمیت پر تقریر کی۔ اس کے بعد خولہ حمید اور عظمیٰ حیات راولپنڈی نے نظمیں پیش کیں۔

آنسہ ربلہ جنجوعہ نے بانی سلسلہ احمدیہ کا عشقِ رسولؐ، آنسہ طیبہ انوار نے "دنیا کی محبت تمام غلطیوں کی جڑ ہے" پر تقریر کی۔ مدیحہ سعید نے درود شریف اور آنسہ عاصمہ مبارک نے نظمیں پیش کیں۔

ثناء عمر، صائمہ عمر اور رضا عمر نے حضرت صاحب کی سیرت پر تقاریر کیں۔

آنسہ مومنہ شاہد سیالکوٹ نے ثمانہ اور آنسہ نجمہ پروین اور سلمیٰ پروین بدوملہی نے تقاریر کیں۔ آنسہ حلیمہ سعید نے تقریر کی۔

کوئیز پروگرام میں سعیدہ ضیاء، طیبہ انوار، فائزہ جمیل دارالسلام اور عظمیٰ فیصل آباد نے حصہ لیا۔ پہلی دو کو اوّل، فائزہ جمیل کو دوم اور عظمیٰ کو حوصلہ افزائی کا انعام ملا۔

۲۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو مغرب کے بعد خواتین کا GET TO GETHER ہوا۔ سب شہروں کی نمائندہ خواتین نے اپنے اپنے مسائل بیان کئے اور بعد میں تنظیم خواتین الاحمدیہ کی جانب سے انہیں عشائیہ پیش کیا گیا۔

رشتوں کے بارے میں ضروری گذارش:

احباب جماعت خصوصاً خواتین سے گذارش ہے کہ وہ رشتوں ناطوں کے بارے میں مکمل کوائف سیکرٹری صاحبہ تنظیم خواتین الاحمدیہ ۱۸/۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کے پتہ پر ارسال کریں۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

ارشادات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

"عادت اللہ یہی ہے کہ جب انسان امن کے زمانہ میں ہو اور وہ گذر جاوے اور اس اثناء میں کوئی رجوع خداتعالیٰ کی طرف حقیقی اور اخلاص سے نہ کیا ہو تو پھر خطرناک زمانہ میں واویلا شور مچانا اس کے کام نہیں آیا کرتے یہ تو وہی فرعون کی مثال ہوئی کہ جب ڈوبنے لگا تو کہا کہ اب میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خدا پر ایمان لایا۔

مشکل یہ ہے کہ دنیا داروں کو ان کے اپنے سلسلوں اور پیچ در پیچ معاملات سے ہرگز فرصت نہیں ہے کہ وہ روح کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور خدا کا خوف تھی مخصوص کریں اگر کچھ خوف ہے تو گورنمنٹ کا اور امید ہے تو اسباب سے یا اپنے مکر و فریب سے۔ اس زمانہ میں جو توکل کا نام لے وہ دیوانہ اور مخبوط الحواس ہے۔ اس کا نام مسلوب العقل رکھا جاتا ہے یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ قبل از نزول بلا وہ تبدیلی کرلے لیکن اگر کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور اس کی نظر اسباب اور مکر و حیلہ پر ہے تو سوائے اس کے کہ وہ اپنے ساتھ گھر بھر کو تباہ کرے اور کیا انجام بھوگ سکتا ہے کیونکہ مرد گھر کا کشتی بان ہوتا ہے اگر وہ ڈوبے گا تو کشتی بھی ساتھ ہی ڈوبے گی۔"

(ملفوظات جلد ۷، صفحہ ۹)

"جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں تکالیف دیتا ہے اور جو لوگ خود خداتعالیٰ کے لئے دُکھ اٹھاتے ہیں ان دونوں کو خداتعالیٰ آخرت میں بدلہ دے گا۔ دنیا تو چلنے کا مقام ہے رہنے کا نہیں اگر کوئی شخص سارے سامان خوشی کے رکھتا ہے تو یہ خوشی کا مقام نہیں۔ یہ سب آرام اور دُکھ ختم ہونے والے ہیں اس کے بعد ایک ایسا جہان آنے والا ہے جو دائمی ہے جو لوگ اس مختصر جہان میں انسانی بناوٹ میں فرق اور کمی بیشی دیکھ کر دوسرے جسم کے گناہوں اور عملوں پر محمول کر لیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ وہ یہ معلوم نہیں کرتے کہ آخرت کا ایک بڑا جسم آنے والا ہے اور جن کو خداتعالیٰ نے پیدائش میں کوئی نقص عطا کیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود بخود خداتعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے دکھوں میں ڈال دیا ہے ان دونوں کو وہاں چل کر بدلہ ملے گا۔ یہ جہان تو تخم ریزی کا جہان ہے اور ایسے مواقع حاصل کرنے کے واسطے ہے جن سے خداتعالیٰ راضی ہو۔"

(ملفوظات جلد ۷، صفحہ ۹۳)

+++++++

از حضرت نصیر احمد فاروقی صاحب (اللہ کی رحمت ان پر ہو)

صلح

لفظ۔۔۔۔ کے معنی اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنا ہے اور اس لفظ کے دوسرے معنی ہیں صلح و امن ہیں داخل ہونا تو کیا ان دو معنوں میں نعوذ باللہ تضاد ہے ؟ ہرگز نہیں بلکہ دونوں معنی صحیح ہیں۔ اور ان میں زبردست تعلق ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری میں ہی صلح و امن ہے نہ صرف انسان کے اندر بلکہ باہر بھی دین حقہ نے اطمینان قلب حاصل کرنے کا کیا راستہ بتایا ہے وہ میرا آج کا مضمون نہیں۔ نہ ہی بین الاقوامی صلح و امن قائم کرنے کے دین حقہ کے اصولوں پر آج کچھ کہوں گا بلکہ۔۔۔ برادری میں یا کسی جماعت یا خاندان میں صلح و امن قائم رکھنے کے لئے جو باتیں قرآن حکیم نے بتائی ہیں ان میں سے بعض کا ذکر کروں گا۔

مومن بھائی بھائی ہیں

پہلی بات یہ فرمائی کہ مومن سب بھائی بھائی ہیں۔۔۔۔ اخوت یا بھائی چارہ ایسی حقیقت ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یعنے مہاجر اور انصار نے جس اخوت یا بھائی بندے کا نمونہ دکھایا اس کی نظیر کسی قوم میں نہیں ملتی۔ خونی بھائی چارگی اس کے آگے ہیچ تھی۔۔۔۔ یہ ایک عجیب بھائی چارہ ہے جو بے اختیار (اس لئے نصرت الہٰی سے فوراً) دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

مگر کسی دو بھائیوں میں بھی لڑائی جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو بھائیوں میں خواہ وہ خونی رشتہ سے بھائی ہوں یا دینی رشتہ سے ان میں اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ان کی صلح کرا دیا کرو۔ چونکہ شیطان فتنہ و فساد کو پسند کرتا ہے اس لیے وہ انسانوں کے دلوں میں ایسے موقعوں پر یہ شرارت پیدا کرتا ہے کہ کسی دو بھائیوں میں لڑائی جھگڑا ہو تو لوگ یا تو کھلم کھلا اس میں کود پڑتے ہیں اور بھڑکاتے ہیں یا پھر ادھر کی بات ادھر لگا کر یا دونوں فریق کی ہاں میں ہاں ملا کر لڑائی جھگڑے کو اور طول دیتے ہیں۔ تو پہلی بات تو یہ فرمائی کہ خدا کا خوف کیا کرو۔ تقویٰ اللہ کے معنی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مواخذہ یا سزا سے اپنے آپ کو بچانے کے اور یہ الفاظ ان احکام پر آتے ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جناب میں خاص طور پر مواخذہ یا پکڑ ہوگی تو بجائے لڑائی جھگڑا بڑھانے کے اگر صلح صفائی کرا دی جائے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔ اس کے معنے صرف دنیاوی رنگ میں رحم کے نہیں۔ بلکہ روحانی ترقی کے ہیں۔ صلح صفائی کے لئے جو نفس کو مارنا پڑتا ہے اس میں روحانی فلاح بڑھتی ہے۔

تمسخر

اس کے بعد فرمایا کہ آپس میں لڑائی جھگڑے پیدا ہی نہ ہونے دو۔ آپس کی بدمزگیاں اور لڑائی جھگڑے کئی وجوہ سے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک وجہ ایک دوسرے پر تمسخر کرنا ہے۔ تمسخر دراصل ایک شرارت ہے جو شیطان اس کو سوجھاتا ہے جس میں تکبر ہو یعنے وہ اپنے آپ کو تو بڑا یا بہتر یا بے عیب سمجھتا ہو اور دوسروں کو حقارت سے دیکھے تو تمسخر سے اگلے کا دل بہت دکھتا ہے کیونکہ وہ اپنی بے عزتی یا رسوائی یا اپنے پر جگ ہنسائی کو پسند نہیں کرتا۔ لیجیے لڑائی جھگڑا یا دنگا فساد ہو گیا۔ حضرت مولانا نورالدین نے تو فرمایا ہے کہ کافر تک پر تمسخر مت کرو۔ اس سے وہ حق سے اور دور ہو جائے گا اور اس کا گناہ تم پر ہوگا۔ اسی طرح کسی کی غربت پر ہنسنا یا کسی کے عیب پر ہنسنا کتنی بری بات ہے۔ تمسخر کو روکنے کے لئے قرآن حکیم نے عورتوں کو خاص طور پر مخاطب فرمایا اس لئے کہ یہ عیب ان میں خاص طور پر زیادہ ہوتا ہے۔

فرمایا کہ تمسخر میں جو تم دوسرے کی حقارت چاہتے ہو تو بہت ممکن ہے کہ وہ تم سے (مرد ہو یا عورت) بہتر ہو یعنے اگر تم سچ مچ بھی اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہو تو بھی بہت ممکن ہے کہ وہ تم سے بہتر ہو۔ اس لئے کہ عالم الغیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

عیب جوئی :

دوسری برائی جس سے روکا اس کے لئے لفظ۔۔۔۔ استعمال فرمایا جس کے معنی منہ پر عیب لگانا ہے۔ یہاں پھر اپنے اندر تکبر اور اپنے آپ کو بے عیب سمجھنا مخفی ہوتا ہے اور دوسرے کو حقیر سمجھنا ہوتا ہے۔ لوگ اسے اپنی "حق پرستی" یا "صاف گوئی" کے خوبصورت نام دے کر اپنے مذموم فعل کو ڈھانپنا چاہتے ہیں یا پھر کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد دوسرے کی اصلاح ہوتی ہے تو برملا عیب جوئی یا طعنہ بازی سے اگلے کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے ؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو فرعون جیسے بد انسان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو فرمایا کہ،

یعنے تم دونوں اس سے نرم بات کرنا تا کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے خوف کھائے اصلاح کرنے کا یہ طریق ہے نہ کہ منہ پر عیب لگانا اور طعن کرنا۔

بانی سلسلہ احمدیہ کا بھی طریق تھا کہ وہ اگر کسی میں کوئی عیب دیکھتے تو اس کا نام لے کر یا اسے مخاطب کر کے اس کا ذکر نہ کرتے بلکہ اس عیب کا ذکر عام طور پر فرماتے اور دور کرنے کی نصیحت کرتے جس میں عیب ہوتا تھا اس کے دل کے اندر کے چور کو کھٹک جاتی تھی اور حضرت اقدس کے خوش اسلوبی سے عام طور پر ذکر کرنے پر وہ شخص سمجھ جاتا اور مشکور ہو کر اپنی اصلاح کر لیتا۔ میں نے تو آج تک برملا عیب لگانے یا طعن کرنے پر کسی کی اصلاح ہوتے نہیں دیکھی اور نہ ہو سکتی ہے۔ البتہ لڑائی جھگڑے کھڑے کرنے کا یہ مؤثر طریق ہے۔

نام دھرنا :-

تیسری بات جس سے قرآن پاک نے منع فرمایا وہ ایک دوسرے کے نام دھرنا ہے۔ یہ پھر وہی اپنے اندر مخفی تکبر اور دوسرے کی تحقیر یا تضحیک کرنا ہوتا ہے۔ اکثر کسی کے کسی عیب پر نام دھرا جاتا ہے اور جب وہ عیب جسمانی ہو تو اس سے خصوصاً اگلے کا دل خون ہوتا ہے اور اگر وہ عیب روحانی ہو یا دینی تو وہ بھی بڑی بات ہے جیسا کہ معاً بعد فرمایا کہ کسی کے ایمان کے بعد اس پر برا نام دھرنا تو بہت ہی بری بات ہے۔ جو لوگ بات بات پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں یا ایک دوسرے کو فاسق یا فاجر یا منافق یا بے ایمان کہتے ہیں انہیں خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔

آخر میں فرمایا کہ جو توبہ نہ کرے تو وہ ظالم ہے۔ فرمایا کہ اگر تم ایسی غلطیاں

جن کا ذکر یہاں ہے۔ کرنے لگے ہو تو اب فوراً توبہ کرو اور اس کے بعد کبھی نہ کرنا ورنہ تم سے سلوک وہی ہو گا جو ظالموں سے ہونا چاہیئے۔ قرآن پاک ظالموں کے برے انجام سے بھرا پڑا ہے اس سے ڈرنا چاہیئے۔ نبو دریہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں زبانی ہیں جن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اول تو فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضورؐ مظلوم کی مدد تو ہم سمجھ سکتے ہیں مگر ظالم کی مدد ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ تو حضورؐ نے فرمایا "اسے ظلم سے روک کر"۔

کیا حکمت کے موتی سیدھے سادے الفاظ میں حضور صلعم نے بکھیرے ہیں۔

حضرت صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر   زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

یعنے حضور علیہ السلام اُمّی ہو کر علم و حکمت میں بے نظیر تھے۔ تو اس سے بڑھ کر روشن دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ حضورؐ کو علم و حکمت پڑھانے والا خود اللہ تبارک و تعالیٰ تھا اور آپ خدا کے فرستادہ تھے۔

دوسری بات جو حضورؐ نے فرمائی کہ مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور آسمان کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ اس میں تمسخر کرنے والوں، عیب جوئی یا طعن بازی کرنے والوں اور برے نام دھرنے والوں کو ظالم کہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو ان کے نشانہ مشق ہوں وہ مظلوم ہیں ان کی آہ سے ڈرنا چاہیئے۔

بدظنی :

پھر تھی مکروہ بات جس سے قرآن پاک نے روکا ہے وہ بدظنی ہے جب فرمایا کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت بدظنی سے بچو کیونکہ بعض بدظنی گناہ ہوتی ہے۔" بدظنی یا بدگمانی عام انسانی کمزوری ہے اور یہ اکثر بدظنی کرنے والے کے اپنے کسی مخفی عیب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ورنہ حدیث شریف میں کیا عمدہ بات فرمائی ہے۔ کہ مومن ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتا ہے۔ یعنے حسن ظنی کرو۔ یہاں تک کہ ثابت ہو جائے کہ کسی میں کوئی بدی واقعی ہے تب بھی اس کے منہ پر مت طعن دو بلکہ عام ذکر کر کے اصلاح چاہو۔

بدظنی سے بچنے کی نصیحت فرماتے ہوئے حضرت صاحب نے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس زمانہ میں جبکہ بغداد اسلامی دارالسلطنت تھا دجلہ یا فرات دریا سے کشتی میں بغداد میں آیا تو اس نے دریا کے کنارے ایک نوجوان اور خوبرو لڑکے اور لڑکی کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہنس بول رہے ہیں اور ایک لمبی بوتل میں سے کوئی سرخ چیز پی رہے ہیں تو شیطان نے فوراً اس کے دل میں بدظنی پیدا کی کہ یہ کوئی عاشق و معشوق ہیں جو دریا کے کنارے عشق بازی کرنے آئے ہوئے ہیں اور شراب پی رہے ہیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بغداد میں داخل ہونے کے کچھ دن بعد اس شخص کا اس نوجوان لڑکے سے ملنے کا اتفاق ہو گیا۔ تو مسافر نے اسے کہا چند روز ہوئے ہیں میں نے آپ کو دریا کے کنارے بھی بیٹھے دیکھا تھا نوجوان نے پوچھا یہ کب کی بات ہے تو مسافر نے دن کا تعین کر دیا تو وہ نوجوان بولا ہاں اس دن میں دریا پر اپنی بہن کیساتھ تفریح کے لیے گیا ہوا تھا اور جو چیز ہم پی رہے تھے وہ شربت تھا جو ہم دریا پر ٹھنڈا کر کے پی رہے تھے۔ مسافر کو اس کے ضمیر نے ملامت کی کہ تو نے خواہ مخواہ ان بہن بھائی پر بدظنی کی۔ تو آپ نے دیکھا کہ بدظنی یا بدگمانی فوراً کر لینا کتنی بری بات ہے۔۔۔ صحیح طریق یہی ہے کہ حسن ظنی سے کام لو یہاں تک کہ کسی کی بدی ثابت ہو جائے۔

بچوں کے لئے

ایک بادشاہ بیمار پڑ گیا۔ اور شاہی طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے مرض پیچیدہ تھا اور بظاہر صحت یاب ہونے کی امید باقی نہ تھی کہ ایک طبیب نے تشخیص کی کہ اگر ایک خاص عمر اور مخصوص اوصاف کے حامل بچے کو ذبح کر کے اور اس کے جسم کے بعض اندرونی اعضاء (مثلاً گردے وغیرہ) سے دوا تیار کی جائے تو اس کے استعمال سے بادشاہ کی صحت یابی کی سو فیصد توقع ہے۔

بادشاہ کو یہ تشخیص پسند آئی۔ ملک کے طول و عرض میں پیادے دوڑا کر مخصوص اوصاف کے حامل بچے کی تلاش شروع ہو گئی۔ بچہ دستیاب ہو گیا۔ مگر اس راہ میں ضابطے کی بعض کارروائیاں حائل تھیں مثلاً بچے کے قتل کا شرعی جواز اور بچے کے والدین کی رضامندی تاہم یہ مراحل بھی طے ہو گئے بچے کے والدین کو معقول معاوضہ دلا دیا گیا۔ اور متعلقہ پولیس آفیسران کی طرف سے "منظوری" لکھوا لی۔ انہوں نے باقاعدہ لکھ کر دیا کہ یہ تو ہمارا اکلوتا بچہ ہے اگر اور بھی ہوتے تو انہیں بھی بادشاہ سلامت پہ قربان کر دینے کو اپنی سعادت خیال کرتے۔

مفتی اعظم نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ سلامت کی جان بچانے کے لئے ایک بچہ تو کیا ساری رعایا کا قتل بھی جائز ہے۔ بچے کو ذبح کیا جانے لگا تو بادشاہ سلامت یہ منظر دیکھ رہے تھے جلاد نے بچے کے گلے پر چھری رکھی تو بچے نے زیر لب کچھ کہا اور مسکرا دیا بادشاہ نے جلاد کو رکنے کا حکم دیا۔ جلاد رک گیا۔ بادشاہ نے بچے کو قریب بلایا اور اس بے ہنگام تبسم کا سبب پوچھا بچے کو اب کیا خوف تھا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت اس دنیا میں میرے تین سہارے تھے والدین قاضی اور بادشاہ مگر وقت پڑنے پر تینوں ساتھ نہ دے سکے بادشاہ سلامت آپ کو تو اپنی جان کی پڑی تھی آپ کی مجبوری تھی آپ میرا ساتھ کیسے دیتے دوسرا سہارا قاضی ہوتا ہے جو عدل و انصاف اور مساوات کا پرچار کرتا رہتا ہے مگر اسے بھی بادشاہ کی خوشنودی منظور تھی میرے ساتھ انصاف نہ کر سکا۔ تیسرا سہارا میرے ماں باپ تھے مگر وہ بھی لالچ سے زیادہ خوف کے مارے میرا ساتھ نہ دے سکے۔ جب جلاد نے میرے گلے پر چھری رکھ دی تو میں اپنی ہنسی نہ روک سکا میں نے کہا واہ خدایا! تو آسمان پر بیٹھا بھی ظالم بادشاہ سے ڈرتا ہے اور اسی کا طرفدار ہے یہ سن کر بادشاہ نے بچے کو انعام و اکرام دیکر واپس گھر بھجوا دیا حکایت میں لکھا ہے کہ اس نیکی کی وجہ سے بادشاہ معجزانہ طور پر بغیر کسی علاج کے صحت یاب ہو گیا۔ ✦

جماعتی خبریں :

- حضرت امیر (خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت انہیں حاصل رہے) بخیریت ہیں احباب حضور کی صحت و زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
- درخواست دعا :- ماسٹر محمد ابراہیم صاحب آف واہ، محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، بیگم صاحبہ حضرت امیر راجہ محمد افضل صاحب اور بشارت احمد بقا صاحب دارالسلام بیمار ہیں احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں کریں۔

بقیہ اسمائے گرامی :- جناب اقبال قیوم صاحب کینیڈا، مسز اقبال قیوم صاحب کینیڈا، جناب میاں زیب کامران صاحب لندن، مسز میاں زیب کامران صاحبہ لندن، بہبود الیوسی ایشن - لاہور ۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

صرف احباب جماعت کے لیئے

مورخہ ۵ فروری ۱۹۹۲ء

جلد ۷۵ شمارہ ۴

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

جس کو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالیٰ سے صلح کرلے

میرا مذہب تو یہ ہے کہ جس کو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالیٰ سے صلح کر لے اور اپنی ایسی تبدیلی کرے کہ خود اسے محسوس ہو جائے کہ میں پہلا نہیں ہوں سچے مذہب کی جڑ خدا تعالیٰ پر ایمان ہے اور خدا پر ایمان چاہتا ہے کہ سچی پرہیزگاری ہو خدا کا خوف ہو۔ تقویٰ والے کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ آسمان سے اس کی مدد کرتا ہے۔ فرشتے اس کی مدد کو اترتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ متقی سے معجزہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صفائی کر لے اور ان افعال اور اعمال کو چھوڑ دے جو اس کی نارضامندی کا موجب ہیں تو وہ سمجھ لے کہ ہر ایک کام برکت سے طے پا جائے گا۔ ہمارا ایمان تو آسمانی کارروائیوں ہی پر ہے یہ سچی بات ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی کا ہو جائے تو سارا جہان اپنی مخالفت سے اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا جس کو خدا تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہے اس کو گزند پہنچانے والا کون ہو سکتا ہے پس خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے مگر خلق اسباب بھی تو خدا تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر ایک سبب کو پیدا کر سکتا ہے اس لئے اسباب پر بھی بھروسہ نہ کرو۔ خدا پر بھروسہ یوں پیدا ہوتا ہے کہ نمازوں کی پابندی کرو اور نمازوں میں دعاؤں کا التزام رکھو۔ ہر ایک قسم کی لغزش سے بچنا چاہیئے۔ اور ایک نئی زندگی کی بنیاد ڈالنا چاہیئے۔ یہ یاد رکھو اپنے عزیز رشتہ دار بھی ایسے دوست نہیں ہوتے جیسے خدا تعالیٰ دوست ہوتا ہے۔ اگر وہ راضی ہو تو کل جہان راضی ہو جاتا ہے۔

(منظور الٰہی صفحہ نمبر ۲۳۹)

* * *

بدی کا زہر ہلاک کرنے میں سنکھیا کے زہر سے بڑھ کر ہے

خدا تعالیٰ پر کامل ایمان بدی کی طرف جانے سے روکتا ہے

میرا مذہب یہ ہے کہ وہ خدا جس کو ہم دکھانا چاہتے ہیں وہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور دنیا اس سے غافل ہے اس نے مجھ پر اپنا جلوہ ظاہر کیا ہے جو دیکھنے کی آنکھ رکھتا ہو دیکھے۔

دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو خدا کو مانتے ہیں اور دوسرے وہ جو نہیں مانتے اور دہریہ کہلاتے ہیں۔ جو مانتے ہیں ان میں بھی دہریت کی ایک رگ ہے کیونکہ اگر وہ خدا کو کامل یقین کے ساتھ مانتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس قدر فسق و فجور اور بے حیائی میں ترقی ہو رہی ہے۔ ایک انسان کو مثلاً سنکھیا اور سٹرکنیا دیا جاوے جبکہ اس کو اس بات کا علم ہے کہ یہ زہر قاتل ہے تو وہ اس کو کبھی نہیں کھائے گا۔ خواہ اس کے ساتھ تم اسے کس قدر لالچ روپیہ کا دو۔ اس لئے کہ اس کو اس بات کا یقین ہے کہ میں نے اس کو کھایا اور ہلاک ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ گناہ سے ناراض ہوتا ہے اور پھر بھی اس زہر کے پیالے کو پی لیتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں زنا کرتے ہیں دکھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ بارہ بارہ آنہ یا ایک روپیہ کے زیور پر معصوم بچوں کو مار ڈالتے ہیں اس قدر بے باکی اور شرارت و شوخی کا پیدا ہونا سچے علم اور پورے یقین کے بعد تو ممکن نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہرگز یہ معلوم نہیں کہ یہ بدی کا زہر ہلاک کرنے میں سنکھیا یا سٹرکنیا کے زہر سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر ان کا ایمان اس بات پر ہوتا کہ خدا ہے اور وہ بدی سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی پاداش میں سخت سزا ملتی ہے تو گناہ سے بیزاری ظاہر کرتے اور بدیوں سے ہٹ جاتے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول ص۲۸۵)

* * *

از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (خدا کی رحمت اُن پر ہو)

ہزار سر زنی و مشکلے نہ گردد حل
بجوشش او بروی کار یک دُعا باشد

ہو گیا۔ [illegible] بعد اس سے بھی زیادہ تیز بخار [illegible] رہنے لگا اور ٹائیفائیڈ فیور کی کل علامات پوری طرح ظاہر ہو گئیں اور امرتسر کے قابل ڈاکٹروں نے بالاتفاق اپنی تشخیص مکمل کر کے کہہ دیا کہ ٹائیفائیڈ فیور بہت سخت قسم کا ہے اگر زندگی ہے تو تین چار ہفتہ سے کم میں نہیں اترے گا۔ میں ایک ہفتہ کی رخصت لے کر آیا تھا۔ بچہ شب و روز دماغی بے ہوشی کی وجہ سے میت کی طرح پڑا رہتا تھا۔ اور کوئی صورت بچنے کی نہ تھی۔ بخار کو گیارہواں دن تھا۔ میری رخصت ختم تھی۔ نبض بے قاعدہ ہو چکی تھی بخار کی تیزی اور بے ہوشی کا وہی عالم تھا میری بیقراری کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں نے واپس اپنی ڈیوٹی پر جانے سے انکار کر دیا۔ میرے بزرگوں نے سمجھایا کہ ایسی حماقت نہ کرو جو کچھ مقدر میں لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ تم اپنی ملازمت خراب نہ کرو۔ اتفاق سے ان دنوں حضرت مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی میری بیوی نے بھی پڑھی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم گورداسپور ہو کر ہی شکر گڑھ جاؤ گے رستہ میں بٹالہ ہے اگر قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب سے دعا کراؤ تو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ فضل کر دے۔ انہوں نے اپنی کتاب برکات الدعا میں تو بڑی زور سے لکھا ہے

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست   سے
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

اپنی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر میں فوراً تیار ہو گیا۔ ایک احمدی دوست کو میں نے بلا کر کہا کہ میرے ساتھ قادیان چلیں کیونکہ میں قادیان سے ناواقف تھا۔ رات کے دس بجے امرتسر سے گاڑی چلی۔ نصف رات کو بٹالہ پہنچے یکہ لیا۔ سڑک نہایت خراب ہچکولے کھاتے گرتے پڑتے پچھلے رات کے دو بجے قادیان جا پہنچے رات سخت اندھیری تھی۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ قادیان میں لالٹینوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سردی کا موسم گھروں کے دروازے بند۔ آدمی نہ آدم زاد میرے دل میں خیال گذرا کہ خدا جانے اس وقت مرزا صاحب خود کیا کرتے ہوں گے۔ مزے سے سو رہے ہوں گے یا شاید نماز تہجد پڑھ رہے ہوں۔ بہر حال دل میں تمنا ہوئی کہ دیکھوں اس وقت کیا کرتے ہیں۔ میرا احمدی رفیق آگے اور میں پیچھے۔ اندھیرے میں کچھ پتہ نہ لگتا تھا کہ ناگاہ حضرت مرزا صاحب کے مکان کے ایک دروازے پر میرے رفیق کا ہاتھ پڑا اور اس زور سے پڑا کہ وہ جھٹکے سے کھل گیا۔ حضرت مرزا صاحب نماز تہجد پڑھ رہے تھے اسی وقت آپ نے سلام پھیرا دریافت کرنے پر فرمایا کہ اوپر جامع مبارک میں چلے جائیے۔ ہم دونوں چلے گئے۔ ہم دونوں چلے گئے۔ چھوٹی سی جامع اس کے ساتھ ایک کمرہ تھا جس کا نام بیت الفکر تھا۔ دیکھا تو ساری جامع میں لوگ نماز تہجد بڑے خشوع و خضوع سے پڑھ رہے تھے البتہ اس کمرے میں حضرت خواجہ کمال الدین ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے۔ میں اسی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ [illegible] مجھے اس چارپائی پر لیٹنے سے نہایت شرم آئی کیونکہ لوگ اس قدر رقت اور خشوع و خضوع سے عبادت کر رہے تھے کہ میں ندامت سے کٹا جا رہا تھا۔ مگر تھکا ہوا تھا اس لئے آنکھ لگ گئی۔ صبح چار بجے ۔۔۔ ہوئی ایک شخص نے مجھے اٹھا دیا اور وضو کے لئے پانی دیا۔ میں وضو کر کے سنتیں پڑھ کر بیٹھا ہی تھا جو مولوی عبدالکریم صاحب تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر میرے دل کو بے حد خوشی ہوئی کیونکہ سیالکوٹ کے ہمارے پرانے تعلقات تھے۔ وہ بھی بڑے تپاک سے ملے مجھے کہنے لگے آخر آپ آ گئے۔ ہاں خدا ہی لے آیا۔ اس کے بعد میں نے تذکرہ کیا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے اس کے لئے دعا فرما دیں۔ فرمانے لگے کہ آپ ابراہیمؑ کی طرح حنیف بنیں۔۔۔ آپ کی یہ آگ اللہ تعالیٰ ٹھنڈک اور سلامتی سے بدل دے گا۔ میرے دل کو اس فقرہ سے بڑی تسلی ہوئی۔

اتنے میں حضرت مرزا صاحب اندر سے تشریف لائے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نور کا جھمکڑا سامنے آ کھڑا ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے میرا بازو پکڑ کے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور جن الفاظ میں پیش کیا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان الفاظ کا صحیح مصداق بنائے اور میرا انجام بخیر ہو۔ عرض کی "حضور یہ بھی ایک سعید روح ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں"۔ حضرت صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا۔ چونکہ لوگوں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ مرزا صاحب کو جذام ہو گیا ہے اور ہاتھوں میں پٹیاں رہتی ہیں میں نے آپ کے ہاتھوں کو بڑے غور سے دیکھا مجھے سید کار کے ہاتھوں میں ان کے نور سے دھلے ہوئے چاندی کے ہاتھ نظر آتے تھے۔ تعارف کے لئے مولوی عبدالکریم صاحب نے تو اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جو میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ اور میرے خیال میں آپ کے سامنے اس سے بہتر الفاظ تعارف کے لئے ہو بھی کیا سکتے تھے۔ پس میں نے خود ہی باقی باتیں اپنے متعلق عرض کیں۔ اس کے بعد نماز باجماعت شروع ہوئی۔ میں حضرت صاحب کے شانہ بشانہ کھڑا ہوا تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں لیکن ان کی قرآن خوانی کی جو شان قادیان میں نظر آئی وہ میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی اس کمال کی خوش الحانی اور اعلیٰ درجہ کی تاثیر ان کی زبان میں پیدا ہو گئی تھی کہ میں قرآن سنتا تھا اور تڑپتا تھا اور میرا یہ ایمان ہے کہ یہ سب فیض ۔۔۔ تھا ورنہ مولانا عبدالکریم کا قرآن ہم پہلے مدتوں سنتے رہے تھے۔ نہ یہ خوش الحانی تھی نہ یہ اثر تھا۔

نماز ختم ہونے کے بعد حضرت مرزا صاحب اندر تشریف لے گئے۔ خلیفہ رشید الدین صاحب نے مجھ سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا کہ آپ حضرت صاحب سے ملاقات جامع میں ہی کریں گے یا خلوت میں۔ میں نے خلوت میں ملاقات کرنا چاہی تھی۔ حضرت صاحب نے تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں اندر بلا بھیجا۔ حضرت صاحب ایک کمرے میں جس میں بچے سوئے ہوئے تھے ایک ننگی چارپائی پر جس پر کوئی بستر نہ تھا بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر پائنتی کیطرف

کھسک گئے اور مجھے سرہانے کی طرف بٹھانے لگے میں نے پاس ادب سے انکار کیا۔ اور ہمارے درمیان میں ہمارے رفیق بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کی کہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جس سے دل صاف ہو۔ فرمایا یہی نماز ہی سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا۔ وجہ یہ کہ وظیفے میں بہت کر چکا تھا جس کا نتیجہ میں نے کچھ اچھا نہ پایا تھا۔ سوائے اس کے کہ دل کمزور ہو گیا تھا اور قوت مقابلہ ضعیف ہو گئی۔ اور دوسرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو طریق تزکیہ قلب کا اپنے صحابہ رض کے لئے اختیار کیا تھا وہ یہی نماز تھی۔ اس لئے صفائی قلب کے لئے مسنون طریق یہی نماز تھی جو حضرت صاحب نے بتلائی جس سے مجھے یہ پتہ لگا کہ آپ کا قدم سنت رسول اللہ پر کس قدر مضبوط تھا اور آپ کسی ایسے وظیفہ کے حامی نہ تھے جو بدعت کے رنگ میں ہو۔

صفائی قلب پر حضرت نے مزید تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی ایک روحانی طبیب مرض کی صحیح تشخیص کر کے علاج کر رہا تھا میرے دل کی کمزوریوں اور وساوس کا جواب اس طرح آتا چلا جا رہا تھا کہ مجھے بعض دفعہ یہ وہم ہونے لگتا تھا کہ شاید میرا قلب کھلا ہوا ان کے سامنے ہے اور یہ دیکھ دیکھ کر اس کی بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک گنہگار انسان کی مثال ایک مجرم کی ہے جس کے نام وارنٹ جاری ہو چکا ہو اور وہ قدم قدم پہ ڈرتا ہوا اور ہر آن اسے یہی نظر آتا ہو کہ اب میں پکڑا گیا۔ اب میں پکڑا گیا پس خدا سے تعلق پکڑنے والے کو جو طمانیت قلب نصیب ہوتی ہے۔ وہ ایک گنہگار کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا وعظ تو بہتیرے سنے تھے مگر معلوم ان سادے سادے لفظوں میں کیا اثر تھا کہ دل کے اندر سرائیت کرتے چلے گئے۔

اسی ضمن میں حضرت صاحب نے یہ فقرہ فرمایا کہ اگلے جہان کی طرف چلنے کے لئے یوں تیار رہنا چاہیئے جس طرح ایک دور افتادہ مسافر اپنے وطن کو جانے کے لئے بخوشی آمادہ رہتا ہے۔ تو اتنا اثر میرے قلب پر ہوا کہ یہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی۔

میں ایسا مدہوش بیٹھا تھا کہ نہ لڑکے کی بیماری یاد رہی تھی نہ دنیا کا کوئی کام ذہن میں باقی رہ گیا تھا اور یہ حالت بعد میں بھی ہمیشہ رہی یعنی بیعت کرنے کے بعد بھی حضرت صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوا دنیا بھول جاتی تھی۔ دنیا کے کسی کام کے متعلق دعا کی درخواست کرتے شرم آتی تھی۔ اپنے عزیزوں کی بیماری تک کے لئے دعا کراتے ہوئے حیا آتی تھی۔ خیال آتا تھا کہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان اور اس سے دنیا کے کاموں کے لئے دعا کرانا بڑی ناقدر شناسی ہے۔

بہرحال جب حضرت نے آخری فقرہ یہ فرمایا کہ آپ کو جو کچھ اعتراضات یا شبہات ہوں ان کے دفعیہ کے لئے ہمیں خط لکھتے رہیں یا خود یہاں آ کر تشفی کرا سکتے ہیں۔ تو مجھے زندگی کی ناپائیداری سامنے نظر آنے لگی اور یہ سمجھ آیا کہ اتنی عمر تو تحقیقات میں گذری اور فیض ۔ ۔ ۔ سے محروم رہی عمر کا کیا اعتبار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے اور جاہلیت کی موت پر ہی خاتمہ ہو۔ میں نے عرض کی کہ حضور میری بیعت لے لیں میں کب تک اس طرح بھٹکتا پھروں گا۔ آپ نے میری بیعت لی اور دعا کی۔

جب رخصت ہونے لگا تو لڑکے کی بیماری کے متعلق عرض کیا کہ بچہ بہت بیمار ہے حضور خاص توجہ سے دعا فرما دیں۔ آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعا فرماتے رہے۔

دعا کے بعد مجھے رخصت ہونے کے لئے اجازت دی گئی۔ وہاں سے نکل کر میں حضرت مولانا نورالدین صاحب (خدا کی رحمت ان پر ہو) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے پرانا دلی تعلق تھا انہوں نے بھی دعا پر مختصر سی تقریر کی۔ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا گورداسپور پہنچا۔ اسٹیشن پر میرا آنبیر جو انگریز ڈاکٹر تھا ملا۔ میں نے اسے کہا کہ بچہ بہت بیمار ہے مجھے رخصت چاہیئے۔ مجھے کہنے لگا تم بالفعل شکر گڑھ جاؤ بس دو دن کے بعد پٹھان کوٹ سے واپس آ جاؤں گا تم پھر خواہ دس دن کے لئے چلے جانا میں سیدھا شکر گڑھ چلا گیا۔ وہاں تیسرے دن خط آیا کہ بخار اتر گیا ہے اور لڑکا بالکل اچھا ہے۔ میں رخصت لے ہی چکا تھا امرتسر گیا تو معلوم ہوا کہ جس روز صبح میں نے حضرت صاحب سے دعا کرائی ہے اس روز حالت بہت خراب تھی رات جو آئی تو ایک مایوسی کا عالم تھا۔ بارہ دن بخار کو ہو چکے تھے۔ پچھلی شب کو ٹمپریچر جو لیا تو نارمل تھا۔ خاندان کے بزرگوں کو کہا تو وہ کہنے لگے کہ تھرمامیٹر ٹھیک نہیں لگا لیکن کئی ترتیب تھرمامیٹر لگانے کے بعد بھی جب ٹمپریچر نارمل ہی نظر آیا تو ڈاکٹر جو معالج تھا اسے خبر کی۔ وہ بہت قابل ڈاکٹر تھا کہنے لگا دیوانے ہوئے ہو کہیں ٹیفائیڈ فیور بھی جو اس قدر سخت قسم کا ہو بارہ دن میں اترا ہے۔ اور اچانک ؟ یہ سب تھرمامیٹر لگانے کی غلطی ہے۔ وہ خود آیا۔ بار بار ٹمپریچر لیا۔ نبض دیکھی حیران رہ گیا۔ کہنے لگا کہ خدا کا خاص فضل ہی ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے تو ایسا کہیں بھی نہیں دیکھا۔ اس قدر حالت خراب اور دفعتی یا یکایک صحت کا نمودار ہونا۔ یہ تو کوئی اعجاز ۔ ۔ ۔ ہے کہ مردہ زندہ ہو گیا۔ اور واقعی فضل ربی اور اعجاز ۔ ۔ ۔ ہی تھا۔ حضرت صاحب کیا سچ فرماتے ہیں:- ؎

هزار سرزنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بروی کار یک دعا باشد

\+ \+ \+

پیٹ خالی

مدینہ منورہ میں ایک مسیحی طبیب عاجز آ گیا کہ اس کے پاس کوئی مریض ہی نہیں آتا تھا اس کا خیال تھا کہ عیسائی ہونے کی وجہ سے مسلمان مریض اس سے رجوع نہیں کرتے اس بنا پر اس نے آنحضرت ؐ سے رخصت چاہی آنحضرت ؐ نے فرمایا: یہ درست نہیں کہ مسلمان مریض تمہارے عیسائی ہونے کی بنا پر تم سے طبی مشورہ نہیں کرتے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ کھانا کھاتے ہی نہیں مسلمان اپنا پاؤ پیٹ خالی رکھ کر کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اس لئے وہ بیمار نہیں پڑتا۔"

\+ \+ \+

سچائی کی برکات

ہم آپ کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب (خدا کی سلامتی آپ پر ہو۔) کی صداقت و راست بازی کا ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت کٹھن حالات میں بھی سچ بولنا مصیبت سے بچانے کا موجب ہوتا ہے۔

غالباً ۱۸۷۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحب نے آریوں کے مقابل پر دین حقہ کی تائید میں ایک مضمون لکھ کر امرتسر کے ایک عیسائی اخبار وکیل ہندوستان کو شائع کرنے کے لئے بھیجا اس اخبار کا ایڈیٹر رلیا رام نامی ایک وکیل تھا جو دین حقہ اور حضرت صاحب سے بڑی دشمنی رکھتا تھا۔ یہ مضمون حضرت صاحب نے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں بھیجا اور اسی خط میں رلیا رام کے نام ایک خط بھی لکھ دیا جس میں دین حقہ کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بطلان کا ذکر تھا۔ اور اس مضمون کو چھاپ دینے کی تاکید کی گئی تھی۔ چونکہ ایسے کھلے پیکٹ میں خط کا رکھنا قانوناً جرم ہے جس کا حضرت صاحب کو پتہ نہ تھا اس لئے رلیا رام مذکور نے دشمنی کی وجہ سے محکمہ ڈاک کو اس کی اطلاع دے دی اور آپ کے خلاف ضلع گورداسپور میں مقدمہ دائر ہو گیا

اس مقدمہ کے متعلق حضرت صاحب نے کئی وکیلوں سے مشورہ کیا سب نے یہی رائے دی کہ جھوٹ بول کر غلطی کرالی جائے اور یہ بیان دے دیا جائے کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں رکھا خود رلیا رام نے رکھ دیا ہو گا اور یہ بھی کہا کہ سچ بولنے سے صورت مقدمہ خراب ہو جائے گی اور کسی طریق سے رہائی نہ ہو سکے گی۔ لیکن حضرت صاحب نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جو ہو سو ہو میں کسی حالت میں بھی راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

یہ مقدمہ ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ اور ڈاک خانہ کی طرف سے بھی اس کی پیروی کے لئے ایک انگریز افسر آیا۔ حاکم عدالت نے جب حضرت صاحب کا بیان لیا اور پوچھا کہ کیا یہ خط آپ نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا؟ تو حضرت صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہاں یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے مگر میں نے بدنیتی سے گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کے لئے یہ کام نہیں کیا بلکہ اس خط کو پیکٹ والے مضمون سے علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ ہی اس میں نجی کی کوئی بات تھی۔

اس بات کو سنتے ہی انگریز مجسٹریٹ کے دل کو خدا تعالےٰ نے آپ کی طرف پھیر دیا اور اگرچہ انگریز افسر ڈاک خانہ جات نے آپکے خلاف بہت زور لگایا لیکن مجسٹریٹ نے No-No کہہ کر اس کے تمام دلائل کو رد کر دیا اور حضرت صاحب کو عزت کے ساتھ بری کر دیا۔

بچو! یہ ہے سچ بولنے کی برکت جس کو دیکھ کر بڑے بڑے وکیل حیران رہ گئے اور انہوں نے حضرت صاحب کی نیکی اور راست بازی کی بہت تعریف کی۔ اور آپ کی عزت اور عظمت کو چار چاند لگ گئے!

***

جماعتی خبریں

* حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید اور نصرت ان کے شامل حال رہے۔) خیریت سے ہیں اور بصحت ہیں احباب اس نادر وجود کی صحت و سلامتی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں!

* سانحات ارتحال:

۱: راولپنڈی کے ہمارے محترم بھائی محمد حیات خان صاحب کا گذشتہ دنوں لاہور میں انتقال ہو گیا ہے ان کی تعزیت کے لئے پتہ ہے

مرزا حمید الرحمٰن صاحب ۵۴۔ چوبرجی پارک لاہور

۲: سیالکوٹ چھاؤنی کی ہماری محترمہ بہن بیگم ڈاکٹر شیخ عطا اللہ صاحبہ کا انتقال کراچی میں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور آپ کے عطیہ سے ہی احمدیہ مارکیٹ میں دو فلیٹ تعمیر کئے گئے تھے بیگم صاحبہ بھی بہت مخیر خاتون تھیں خدا تعالیٰ ان کو بلند درجات عطا کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ ادارہ ان کے بیٹے سلیم عطا اللہ اور داماد ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب سے اظہار ہمدردی کرتا ہے

تعزیت کے لئے پتہ:

جناب سلیم عطا اللہ صاحب 9TH/7 زمزمہ کلفٹن کراچی۔

اظہار شکر و سپاس احباب جماعت کے لئے

پہلے تو میں سب بھائی بہنوں بزرگوں اور عزیزوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میرے محترم شوہر کی وفات پر تعزیت کے پیغام بھیجے۔ ان دعائیہ کلمات نے میرے زخم پر مرہم کا کام کیا۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔

بعض احباب فاروقی صاحب کی زندگی میں دکھ اور تکلیف پہنچانے والے خطوط انہیں لکھتے رہے ہیں جن کی تحریر بھی نازیبا ہوتی تھی اب فاروقی صاحب کی وفات کے بعد ان اصحاب کا مجھ سے اظہار افسوس کرنا اور ان کی خوبیاں بیان کرنا میری سمجھ سے بالا ہے۔

فاروقی صاحب کی زندگی تو اللہ اور رسول کے احکام پر مکمل طور پر عمل کرنا تھا اور وہ کہتے تھے کہ یہ زندگی ہمارا امتحان ہے اس میں پاس ہوں یا فیل یہ ہم پر چھوڑا گیا ہے اس لئے خدا کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے۔ اور وہ اس پر عمل کرتے ہوئے خطوط ایک طرف رکھ دیتے تھے۔

آیئے ہم ان کی زندگی سے سبق حاصل کریں۔ راست رو رہ کر اس زندگی میں پاس ہونا ہمارا مقصد حیات ہو میری دعا ہے کہ پروردگار ہمیں کامیابی عطا کرے۔ بالآخر منزل ایک ہے!

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر
پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح
دار السلام کالونی۔ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔

صرف احباب جماعت کے لئے

مؤرخہ یکم مارچ ۱۹۹۲ء

جلد ۷۵ شمارہ ۵

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

انسانی پیدائش کی غرض

خدا تعالیٰ کے سوا ہرگز ہرگز کسی کی پرستش نہ کرو۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کی علت غائی یہی عبادت ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنا دے جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔ جیسے سُرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا روح ہی روح ہے اس کا نام عبادت ہے چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اس میں شکل نظر آجاتی ہے اور اگر زمین کی کی جاوے تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئیگا۔

مقام صفا:

میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اس میں پیدا ہو کر نشو و نما پائیں گے اور وہ اثمار شیریں و طیب ان میں لگیں گے جو ۔۔۔۔ کے مصداق ہوں گے۔ یاد رکھو کہ یہ وہی مقام ہے جہاں صوفیوں کے سلوک کا خاتمہ ہے جب سالک یہاں پہنچتا ہے تو خدا ہی خدا کا جلوہ دیکھتا ہے۔ سلوک کی تمام منزلیں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں کہ انسان کی حالت تعبد درست ہو جس میں روحانی باغ لگ جاتے ہیں۔ اور آئینہ کی طرح خدا نظر آتا ہے اسی مقام پر پہنچکر انسان دنیا میں جنت کا نمونہ پاتا ہے۔

مقام تبشیر و انذار

غرض حالت تعبد کی درستی کا نام عبادت ہے چونکہ یہ تعبد تام کا عظیم الشان کام انسان بدوں کسی اُسوۂ حسنہ اور نمونہ کاملہ کے اور کسی قوت قدسی کے کامل اثر کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ میں اسی خدا کی طرف سے نذیر اور بشیر ہو کر آیا ہوں۔ اگر میری اطاعت کرو گے اور مجھے قبول کرو گے تو تمہارے لئے بڑی بڑی بشارتیں ہیں کیونکہ میں بشیر ہوں اور اگر رد کرتے ہو تو یاد رکھو کہ میں نذیر ہو کر آیا ہوں۔ پھر تم کو بڑی بڑی عقوبتوں اور دکھوں کا سامنا ہو گا۔

بہشتی زندگی،

اصل بات یہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے اور اسی طرح پر کورانہ زندگی جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے بالکل الگ ہو کر بسر کی جائے جہنمی زندگی کا نمونہ ہے اور وہ بہشت جو مرنے کے بعد ملے گا اسی بہشت کا اصل ہے اور اسی لئے تو بہشتی لوگ نعماءِ جنت کے حظ اٹھاتے وقت کہیں گے یہ وہ رزق ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا۔ دنیا میں جو انسان کو بہشت حاصل ہوتا ہے (کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔) پر عمل کرنے سے ملتا ہے جب انسان عبادت کا اصل مفہوم اور مغز حاصل کر لیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام کا پاک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور جو نعمتیں آئندہ بعد مُردن ظاہری، مرئی اور محسوس طور پر ملیں گی وہ اب روحانی طور پر پاتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ جب تک بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع نہ ہو اور اس عالم میں اس کا حظ نہ اٹھاؤ اس وقت تک سیر نہ ہو۔ اور تسلی نہ پکڑو کیونکہ وہ جو اس دنیا میں کچھ نہیں پاتا اور آئندہ جنت کی امید کرتا ہے وہ طمع خام کرتا ہے اصل میں وہ (جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔) کا مصداق ہے۔ اس لیے جب تک ماسوی اللہ کے کنکر اور سنگریزے زمین دل سے دور نہ کر لو اور اسے آئینہ کی طرح مصفیٰ اور سُرمہ کی طرح باریک نہ بنا لو صبر نہ کرو۔

عملی نمونہ کی ضرورت:

ہاں یہ سچ ہے کہ انسان کسی زکی النفس کی امداد کے بغیر اس سلوک کی منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ اسی لئے اس کے انتظام و انصرام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کامل نمونہ رسول اللہ صلعم کا بھیجا اور پھر ہمیشہ کے لئے آپ کے سچے جانشینوں کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ نا عاقبت اندیش براہموؤں کا رد ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

—— * * * ——

جماعتی خبریں

* حضرت امیر (اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ ان کے شامل حال رہے۔) خیریت سے اور بصحت ہیں اور جماعتی کاموں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ احباب اس نادرِ وجود کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لیے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* **درخواست ہائے دعا**

بیگم صاحبہ حضرت امیر خدا کے فضل سے روبصحت ہیں۔

مرزا محمد لطیف صاحب جہلم بیمار ہیں۔ ان کی صحت یابی اور مکمل شفا کے لیے دعا فرمادیں۔

* **سانحات ارتحال:**

زوجہ محترمہ ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب آف راولپنڈی اور والدہ صاحبہ ملک سجاد احمد صاحب مانسہرہ وفات پا گئی ہیں۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (خدا کی رحمت ان پر ہو۔)

توحید کی علتِ غائی

توحید کی علتِ غائی نجات ہے جس کے معنے ہیں لامحدود ترقی۔ جس کو غیر منقطع اجر سے قرآن نے تعبیر کیا ہے۔ یعنے ایسا اجر جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ انسان کو احسن تقویم پر پیدا کر کے پھر اسے توحید پر چلا کر گویا ابدی ترقی کی راہ اس پر کھول دی ہے اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ کائنات عالم میں جو بھی چیز پیدا کی گئی ہے ظاہری ہو یا باطنی قرآن کریم نے اسے ایک رحمت قرار دیا ہے۔ جو انسان کی ترقیات ظاہری و باطنی کے لیے مسخر کی گئی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ کیا تم لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارا فرمانبردار بنایا ہے اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کی ہیں۔ اس میں صاف طور پر بتلایا ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا سب ظاہری یا باطنی رنگ میں تمہارے لیے ایک نعمت ہے اور سب کی سب تمہاری فرمانبردار ہیں پس ان نعمتوں کا شکر یہی ہے کہ ان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھاؤ۔ اور ترقیات کرتے چلے جاؤ۔ ان کو اپنا خادم سمجھو۔ معبود نہ سمجھو کیونکہ جو شخص ان کو معبود سمجھتا ہے وہ ان سے خدمت نہیں لے سکتا۔ اور اس لیے ترقی بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص ان کو اپنا خادم سمجھ کر ان سے کام لیتا ہے وہ ترقی کے آسمان پر نامدار کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک آتش پرست یا پانی کو معبود بنانے والا ان سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔ مگر ان کو خادم سمجھ کر ان سے کام لینے والا ان سے ریل دوڑا سکتا اور طرح طرح کی کلیں چلا سکتا اور نفع اٹھا سکتا ہے ایک دریا کا پرستار ان سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔ ہاں اس کو خادم سمجھنے والا اس سے نہریں نکالتا اور زراعت کو سیراب کرتا ہے۔ اس کی آبشاروں سے بجلی نکالتا اور ریل چلاتا ہے۔ گویا تمام ترقیات کی جڑ کل کائنات کو اپنا خادم سمجھنا ہے اور یہی وہ گر اور اصل ہے جو قرآن کریم نے توحید کے اندر انسان کے ذہن نشین کرایا ہے تا انسان کل کائنات پر بحیثیت ۔ ۔ ۔ ۔ کے حکمران ہو اور اس پر ابدی ترقیات کے دروازے کھولے جائیں۔ لیکن یہیں تک نہیں انسانوں میں بھی مختلف استعداد اور قابلیتوں کے افراد ہوتے ہیں تو کیا انسان اپنے سے بڑے انسان کے آگے عبادت کے لیے سر جھکائے۔ ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ فرما کر بتلا دیا۔ کہ تم سب ایک نفس سے پیدا ہوئے ہو اس لیے انسان انسان سب برابر۔ تمام انسانوں میں سے محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین اور اسوہ حسنہ فرما کر آپ کی ذات بابرکات کو تمام کمالاتِ انسانی کا جامع اور آپ کے نمونہ کو بہترین نمونہ قرار دے کر اور تمام نوع انسان پر فضیلت اور شرف عطا فرما کر بھی ۔ ۔ تمہاری طرح کا بشر اور ہمارا بندہ کہہ کر بتلا دیا کہ وہ بھی معبود نہیں ہو سکتے بلکہ بلحاظ بشریت و عبودیت کے وہ تمہارے مانند ہی ہیں۔ پس اس مثال میں غضب کی تاثیر ہے۔ کیونکہ جب وہ شخص جو بہترین خلائق ہے اور کمالاتِ انسانی کے انتہائی نقطہ پر پہنچا ہوا ہے۔ ایک انسان ہی ہے تو پھر دوسرے انسانوں کو بھی ترغیب ہوتی ہے کہ ہم بھی اس کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی اپنی استعداد کے مطابق انسانی کمالات سے حصہ لیں چنانچہ اسی لیے قرآن کریم میں آتا ہے کہ: کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ کے محبوب بن جاؤ گے پس قرآن کریم نے یہ سکھلایا کہ اپنے سے بڑھ کر باکمال انسان کو جب دیکھو تو ان کے آگے پرستش کے لیے سر نہ جھکاؤ۔ بلکہ ان کو

بقیہ: توحید کی علتِ غائی:

(آمدہ کالم ۲ سے آگے)

نمونہ سمجھ کر ان کے نقش قدم پر چل کر تم بھی ان کمالات سے حصہ لو۔ جو شخص کسی باکمال کے آگے عبادت کے لیے سر جھکاتا ہے وہ گویا اس کمال سے اپنے محروم رہنے پر مہر لگاتا ہے کیونکہ وہ اس کمال کو انسانی حیثیت سے بالاتر سمجھتا ہے۔ اور جو اس باکمال کی اتباع کرتا ہے وہ اپنے لیے اس کمال کا دروازہ کھول لیتا ہے۔ پس قرآن کریم نے توحید کے ماتحت جہاں ایک طرف تمام کائنات پر انسان کی بحیثیت ۔ ۔ ۔ ۔ کے حکومت قائم کی وہاں دوسری طرف اپنے سے بڑھ کر باکمال انسانوں کی جن میں سب سے بڑھ کر انبیاء کا گروہ قرار دیا اور ان میں سب سے بڑھ کر محمد رسول اللہ کا مرتبہ رکھا صرف اتباع کو ضروری قرار دیا ہے تا انسان ترقی کے معراج پر گامزن ہو۔ گویا تمام کائنات ماتحت اور خادم اور تمام انسان برابر۔ انسانوں میں جو کمالات میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے ادنیٰ کو اس کے نمونہ کی اتباع کرنی چاہیئے۔ حصول کمالات کے لیے نہ کہ پرستش کے لیے اور بس۔ یہ ہے وہ ترقی کی راہ جو لا انتہا ہی ہے اور جو صرف توحید۔ ہاں صرف توحید کے ذریعہ ہی انسان پا سکتا ہے۔ توحید کے جس پہلو کو کسی قوم نے چھوڑا ہے وہیں سے وہ تنزل کے قعر میں جا گری ہے۔ مثال کے طور پر یورپ کو لو۔ یورپ کی قوموں نے ظاہری نعمتوں کے متعلق توحید سے کام لیا یعنی کل کائنات ظاہری کو اپنا خادم سمجھا اور علوم ظاہر کے ہر ایک کمال کو اپنے جیسا انسان سمجھ کر اس کے نقش قدم پر چلے اس لیے دنیا میں ترقی کے معراج پر پہنچ گئے۔ لیکن باطنی نعمتوں میں توحید سے کام نہ لیا۔ اور ایک انسان کے کمال کو دیکھ کر اسے خدا مان لیا نتیجہ یہ ہوا کہ باطنی ترقیات سے محروم رہ گئے اور رفتہ رفتہ نوبت بایں جا رسید کہ دین کی آنکھ کانی ہو کر خدا پرستی سے مادہ پرستی کے گڑھے میں جا گرے پس ظاہری اور باطنی ترقیات کی جڑ توحید ہے اور توحید کا کمال دین حنفہ میں ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں اس لیے یہی ایک مذہب ہے جو انسان کے لیے ابدی نجات اور لاانتہا ترقیات کا دروازہ کھولتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

خواتین کا صفحہ

دست شفا

... تھا ... اعتبار سے بہترین ہونے کے علاوہ اس کا عملہ نہایت فرض شناس تھا۔ سب لوگ مریضوں کے ساتھ دوستانہ انداز میں پیش آتے تھے۔ یکایک یہاں پیدا ہونے والے بچوں کی شرح اموات میں اضافہ ہو گیا۔ ایک نیک نام ہسپتال کے لئے یہ ایک بڑے اچنبھے اور صدمے کی بات تھی۔ سب سخت حیران تھے۔ شرح اموات میں اضافے کی بظاہر کوئی وجہ بھی نہیں تھی بالآخر طبی ماہرین کو معائنے کی دعوت دی گئی تاکہ وہ حالات کا اچھی طرح جائزہ لیں۔

انہوں نے ہر کیس کا مطالعہ کیا۔ ہر قسم کے ٹیسٹ کئے گئے۔ علاج معالجے کے تمام طریقے اور انداز زیر غور آئے۔ لیکن مسلسل غور و فکر اور چھان بین کے باوجود ان کی اموات کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔ صرف یہی کہا جا سکتا تھا کہ اس کی کوئی پُراسرار وجہ ہے۔

پُراسرار وجہ

آخر ایک دن ایک ماہر نے یوں ہی پوچھ لیا۔ آپ کی نرسری میں تیسری شفٹ کے عملے کی تعداد پوری ہوتی ہے یا اس میں کم آدمی ہوتے ہیں؟

اس پر ہسپتال کے منتظم نے چونک کر کہا۔ جی ہاں! رات کی ڈیوٹی والے عملے میں ایک نرس کم ہو گئی ہے اصل میں وہ ایک بوڑھی عورت تھی جو اب ریٹائرڈ ہو گئی ہے ویسے وہ بڑی اچھی نرس تھی۔ ہاں اب مجھے اس کا نام یاد آ گیا۔ ڈورا۔ بڑی فرض شناس خاتون تھی۔ اسے بچوں سے بڑی محبت تھی وہ ہر بچے کو اپنا بچہ سمجھتی تھی۔

بڑے پیار اور دلار کے ساتھ ہر ایک کو گود میں لے کر گنگنایا کرتی تھی اس کی شفٹ میں کوئی بچہ رات کو نہیں روتا تھا۔" اور اب کیا ہو رہا ہے۔؟ ماہر نے پوچھا۔ میرے خیال میں اب کوئی بچوں کو گود میں لے کر پیار نہیں کرتا۔ منتظم نے جواب دیا۔

اگلے روز نرسوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ہر بچے کو کم از کم دس منٹ تک اپنی گود میں لیے رہیں اور ان سے پیار بھرا سلوک کریں۔

اس ہدایت پر عمل درآمد کے بعد نومولود بچوں کی اموات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

پہلے تو بچے کے لئے نیند، غذا اور گرمی ہی کو ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن اب وقت اور تجربات سے ثابت ہو رہا ہے کہ نہ صرف بچے بلکہ ہر عمر کے انسان کے لیے لمس بجید ضروری ہوتا ہے۔ ماں کی گود اور لمس نومولود کے لئے پیام زندگی ثابت ہوتا ہے۔

لمس سے ہر انسان میں اپنے صحت مند اور ٹھیک ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے بلکہ اس سے شفا اور صحت کا احساس بڑھتا ہے۔ مریض کو سہلانے سے جو آرام ملتا ہے وہ کسی مسکن دوا سے نہیں ملتا۔ اسے گہری راحت کا احساس ہوتا ہے بالخصوص اسے چاہنے والوں کی قربت اور ان کے ہاتھ کا لمس اس کے لئے سکون اور آرام کا باعث ہوتا ہے وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں راحت محسوس کرتا ہے۔ انسان صرف روٹی کے سہارے زندہ نہیں رہتا صرف ظاہری اسباب اسے سکون نہیں بخشتے۔

حیرت انگیز واقعہ

اس سلسلے میں میں نے سب سے حیرت انگیز واقعہ اوہایو کی ایک خاتون کا سنا ہے: جو طبی اعتبار سے مکمل طور پر اندھی ہو چکی تھی۔ ڈاکٹروں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی دوبارہ دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکے گی۔

ایک دن اس معذور خاتون کے شوہر نے اس سے کہا کہ وہ اسے ایک مذہبی اجتماع میں لے جائے گا۔ اور وہ اس کی بینائی کے لئے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرے گا کیونکہ اسے یقین ہے کہ وہ سب کی سنتا ہے اس کی دعا بھی ضرور سن لے گا۔

اس پر اس خاتون نے بھی کہا کہ وہ ضرور چلے گی اسے بھی یقین ہے کہ کارساز حقیقی اس کی بے نور آنکھوں کا نور ضرور واپس کر دے گا۔ وہ بھی دوسرے عام حاجت مندوں کے ساتھ اس سے کرم کی بھیک مانگے گی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس اجتماعی دعا میں شریک ہوئی اور اس نے بھی گڑگڑا کر اپنے رب سے آنکھوں کی روشنی مانگی۔ اجتماعی دعا کے خاتمے پر مذہبی رہنما سے ہر شخص ملنے لگا اور اس سے اپنے لئے دعائے خیر کا طالب ہوا۔ اس نابینا خاتون کے شوہر نے بھی اسے اس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے آنکھوں کی روشنی کی بحالی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ مذہبی پیشوا نے اس خاتون کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا کی کہ اسکی بینائی بحال ہو جائے۔ اس خاتون کا بیان ہے کہ جب مذہبی پیشوا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے اپنے وجود میں بجلی دوڑتے محسوس کیا اور پھر بجلی کا ایک کوندا لپکا اور اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں وہ پورے پندرہ سال بعد دوبارہ دیکھنے لگی۔

میں نے اس خاتون سے پوچھا کہ وہ اس کی کیا توجیہہ پیش کر سکتی ہے؟ اس نے کہا بس میں یہی کہوں گی کہ اس وقت مذہبی پیشوا کے ہاتھ میں شافی مطلق نے اپنی طاقت منتقل کر دی تھی۔

ہماری سمجھ سے باہر

ہم مادہ پرست انسانوں کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آئیں گی ہماری سمجھ میں بچے کی ولادت اور موسم بہار میں بظاہر بے جان مٹی سے پودوں اور شگوفوں کا جنم تو آ جاتا ہے لیکن اس قسم کے واقعات کی جسے مذہبی زبان میں معجزات کہتے ہیں۔ وضاحت ہمارے لئے ممکن نہیں ہوتی مجھے علم ہے کہ یہ خاتون بے حد مذہبی اور راسخ العقیدہ تھی اور اس نے پورے خلوص دل کے ساتھ اپنے خالق سے آنکھوں کی روشنی مانگی اور وہ اسے مل گئی۔

کسی شخص کو نیک نیتی اور عقیدت سے چھونا یا اپنے سر اور جسم پر کسی بزرگ، نیک اور صاحب دل انسان کا ہاتھ پھروانا، دونوں ہی سچ پوچھئے تو عقیدے کا نتیجہ ہوتے ہیں ایسا لمس دیکھتے ہی دیکھتے کایا پلٹ دیتا ہے۔ اللہ کے بےشمار بندے جن کی نیتیں صاف اور ایمان پختہ ہوتا ہے۔ چونکہ قربت الٰہی کی دولت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے لمس سے امراض، تکالیف اور دکھ درد دور ہو جاتے ہیں۔

آج کی دنیا بڑی دکھی ہے۔ لوگوں کے ظاہر پر نہ جائیے۔ ظاہری طمطراق، خوش پوشی

خوش خوراکی اور خوش حالی محض فریب ہیں۔ یاروں کی محفل میں قہقہے لگانے والا ہر فرد واقعی خوش و خرم نہیں ہوتا۔ لوگوں کو ہنسانے والے اکثر اوقات اندر سے بڑے دکھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ہونٹوں پر ہنسی سجا لیتے ہیں لیکن ان کے دل اندر سے بڑے دکھی اور مبتلائے کرب ہوتے ہیں ان میں بے شمار ایسے ہوتے ہیں جو محبت کے دو بول کو ترستے ہیں بہت سے ہمت افزا جملوں کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اور کئی تھوڑی سی تعریف سننے کو ترستے ہیں کیونکہ ہر انسان خواہ وہ کسی رنگ کا ہو کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی توصیف کی جائے۔ توصیف کی خواہش ایک فطری تقاضا ہے۔

بے شمار انسان ہجوم میں رہتے ہوئے بھی تنہا ہوتے ہیں۔ ہجوم دوستاں میں بظاہر گھلے ملے رہنے کے باوجود ان کے دل کی بستی ویران ہوتی ہے وہ سب کی سنتے ہیں۔ کوئی ان کی نہیں سنتا۔

عام انسان کا کام نہیں

دنیا میں مریضوں کی کبھی کوئی کمی نہیں۔ ہمارے شہروں اور قصبوں کے ہسپتال اور دواخانے ان سے بھرے رہتے ہیں۔ معالجین اور ماہرین خصوصی ان کے امراض دور کرنے کے لئے رات دن کوشاں رہتے ہیں لیکن ان میں سے بے شمار ایک دو دعائیہ جملوں کو ترستے ہیں ایک عام انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ ان مریضوں کا علاج کرے۔ وہ یہ کام کر بھی نہیں سکتا کیونکہ علاج معالجہ طبیب کا کام ہے لیکن ہم میں سے ہر شخص کا یہ فرض ضرور ہے کہ وہ ان کے لئے دعائے شفا کرے۔

ہسپتال میں اپنے کسی عزیز دوست کی عیادت کو جایئے تو دوسرے مریضوں کو بھی مسکرا کر دیکھئے۔ ان کی خیریت پوچھئے اور ان کے لئے صحت یابی کی دعا کیجئے۔ آپ کے یہ دعائیہ الفاظ ان کی بیمار اور زخمی روح کے لئے مرہم ثابت ہوں گے۔ وہ پھاہے کی طرح ان کے زخمی دل کو چھو کر راحت و سکون کا سامان کریں گے۔

اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں مجھے ایک دفعہ بوڑھوں کے گھر یا مرکز جانا ہوا تھا۔ وہاں ایک صد سالہ خاتون مقیم تھیں مجھے ان کا انٹرویو لینا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک نیم بے ہوش خاتون آرام کرسی میں دھنسی پڑی ہوں گی جن سے بات کرنا بھی کوئی آسان کام نہ ہوگا۔ خیر ڈیوٹی تو پوری کرنی ہی تھی۔

میں وقت مقررہ پر ضعیفوں کے مرکز پہنچی تو سو سال کی اس خاتون نے بڑے تپاک کے ساتھ اپنے کمرے کے دروازے پر میرا استقبال کیا اور بڑی محبت سے میری خیریت دریافت کی اور خود اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر مجھے پلائی۔ میں سخت حیرت زدہ رہی میری توقعات کے برخلاف یہ ایک نہایت مستعد، پرسکون اور پر اعتماد خاتون تھیں۔ میں نے ان کی چمک دار آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو مجھے وہاں طمانیت قلب کی ایک جنت آباد نظر آئی۔

لمبی عمر کا راز

آخر میں نے ان سے حسب معمول معتد زہ سوالات کئے جن میں سے ایک سب سے اہم اور لازمی سوال یہ بھی تھا کہ ان کی اس لمبی عمر کا کیا راز ہے؟ میرے سوال کے جواب میں اس بزرگ خاتون نے لاکھ روپے کی بات کی۔ ہاں بیٹی۔ میری عمر بہت لمبی ہے میں کسی اعتبار سے فرسودہ بلکہ فرتوت ہوگئی ہوں لیکن ایک بات بتا دوں جہاں تک میری ذہنی طاقت اور صلاحیتوں کا تعلق ہے میں کسی دوشیزہ کی طرح شوخ اور چنچل ہوں عقل کا بڑھاپا معذور کن ہوتا ہے میں اس اعتبار سے بوڑھی نہیں ہوں"

پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں رہتے ہوئے کس طرح اپنا دن گذارتی ہیں وہ اپنے کمرے میں رکھے گملوں میں لگے پودوں کو پانی دیتی ہیں۔ ان کی نگرانی کرتی ہیں صبح و شام ان کی کھڑکی میں پرندے آتے ہیں انہیں وہ دانہ دنکا کھلاتی ہیں۔ وہ ان سے باتیں کرتے ہیں اور وہ ان سے بولتی ہیں۔ وہ موسیقی بھی سنتی ہیں اور ٹیلی وژن پر اپنی پسند کے پروگرام دیکھتی ہیں اس طرح وہ دنیا کے حالات سے باخبر رہتی ہیں وہ پابندی سے اخبارات اور کتابوں کا مطالعہ کرتی ہیں روزانہ پابندی سے دینی کتاب کا دس منٹ مطالعہ کرنے کے بعد وہ اپنے دوستوں کو ٹیلی فون کرکے ان کی خیریت دریافت کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ وہ ان لوگوں کو خط لکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں جو خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں اور جن کے دل حالات کی وجہ سے ٹوٹ گئے ہیں ان خاتون نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا ہے بیٹی! اس دنیا میں تنہا اور دل شکستہ لوگ بہت ہیں۔ میرے اس سوال پر کہ کیا وہ اس مرکز میں خود کو تنہائی کا شکار محسوس نہیں کرتی ہیں۔ اس خاتون نے میرے سوال کو دہراتے ہوئے کہا۔ نہیں؟ تنہائی محسوس نہیں کرتی؟ کرتی ہوں۔ ہر شخص کبھی کبھی خود کو تنہا ضرور محسوس کرتا ہے لیکن میری والدہ محترمہ نے ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ خود کو تنہا محسوس کرنے اور تنہا رہنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کی سب سے بڑی نعمت بلکہ اصل نعمت دل کا سکون ہے جنہیں یہ دولت حاصل ہوتی ہے وہ خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتے۔ انہیں خاموشی اور سناٹے سے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس سے حوصلہ پاتے ہیں۔ کیونکہ اسی تنہائی میں ہم اپنی ذات کی تلاش کرکے اس سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔

بڑی اور قیمتی بات

اس بزرگ خاتون نے کتنی بڑی اور قیمتی بات کہی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقی سکینت اور طمانیت قلب باہر سے نہیں ہمارے اندر ہی سے حاصل ہوتی ہے آج لوگ اسی لئے دکھی ہیں کہ وہ بیرونی اشیاء اور سامان تعیش و راحت میں سکون تلاش کر رہے ہیں جب کہ یہ نعمت خود ان کے اندر موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خالق کائنات نے انسان کی تخلیق کے وقت ہی اس کے دل کی زمین میں سکون کی جنت کے بیج چھپا دیئے تھے اس کی جنت اس کے خون جگر میں پنہاں کر دی تھی۔ وہ ہم سے یہی توقع رکھتا ہے کہ اپنی اس جنت کو حاصل کرکے ہم کوشش اور دل کی زمین میں خون جگر کی آبیاری کرکے ایمان، اعتماد، امید اور رحمت کے درختوں کو پروان چڑھائیں گے۔ رب کائنات کی ان نعمتوں کو حاصل کرکے ہی ہم اس کی قربت حاصل کر سکتے ہیں۔

میں آج بھی اس بے حد بوڑھی خاتون کے بارے میں سوچتی ہوں کہ اس کے دوست بلکہ اس کی اپنی اولادیں بھی اس کی آنکھوں کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہوگئیں لیکن چونکہ اس کی نظر صرف اپنے خالق کی رحمتوں پر تھی۔ اس لئے اس نے بڑی ہمت اور سکون سے یہ صدمے برداشت کر لیئے۔

مادی دنیا کا کوئی پہلو اسے اس کے سکون قلب سے محروم نہ کر سکا اس کا دل روحانی مسرت کا گہوارہ بنا رہا اور اس کی ذات سے درخت، پودے، پرند، چرند اور دکھی انسان فیض پاتے رہے" (ماخوذ)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔

مؤرخہ ۱۵۔ مارچ ۱۹۹۲ء

جلد ۷۵

شمارہ ۶

مَلفوظاتِ حضرتِ بانیٔ سِلسِلہ احمدیہ

باہمی خلّت واخوّت

جماعت کے باہم اتفاق ومحبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں۔ کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہوا اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہوگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ رضہ میں پیدا ہوئی تھی۔

یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائینگے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازی گر نے دس گز کی چھلانگ ماری ہے دوسرا اس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بغض کا جُدا ہونا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی علامت ہے۔ کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی۔ وہ ضرور ہوگی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جائے مرض دفع نہیں ہوتا میرے وجود سے (اللہ نے چاہا) ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔

باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے۔ اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کردوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہوکر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کرسکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔

پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔

+++

قلندر کی دُعا: کسی گاؤں سے ایک مردِ قلندر کا گذر ہوا۔ گاؤں والوں نے اچھا سلوک کیا قلندر نے دعا دی کہ خدا تمہیں رہنما عطا کرے دوسرے گاؤں میں قلندر سے برا سلوک ہوا دعا دی گھر گھر رہنما پیدا ہوں مردِ قلندر کے ساتھی نے پوچھا کہ اچھا سلوک کرنے والوں کے لئے ایک راہنما اور برا سلوک کرنیوالوں کے لئے بہت سے راہنما کیوں ؟

مردِ قلندر نے سمجھایا کہ کچھ عرصہ بعد تمہیں اسکے معنے معلوم ہو جائیں گے الغرض مردِ قلندر کے ساتھی کا پھر جب اس پہلے گاؤں میں گذر ہوا تو ہر طرف خوشحالی پائی دوسرے گاؤں میں جاکر دیکھا کہ وہاں تباہی و بربادی نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے لوگ آپس میں لڑ جھگڑ کر جیل کی ہوا کھا رہے تھے۔

ماہ رمضان اور قرب الٰہی

رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں پہ قرب الٰہی کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے یہ اس لئے کہ وہ قرب جو مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اس کا انسانی دل پر خاص اثر ہوتا ہے عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ انوار روحانی کے حصول کے لئے بھوک کو اختیار کرتے ہیں کم کھاتے ہیں۔ اس سے مکاشفات کے دروازے کھلتے ہیں۔ رمضان کے مجاہدہ میں دن کو بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان کا قلب روحانی انوار کے حصول کے لئے تیار ہو کیونکہ ہر قسم کی تکلیف اور مشقت انسان کے فطری جوہر کو روشن کرنے والی چیز ہے اور رمضان میں جب انسان دن کے وقت بھوکا پیاسا رہ کر اپنے آپ کو انوار الٰہی کے حصول کے لئے تیار کرتا ہے تو رات کو عبادت اس لئے رکھی ہے کہ اس تیار شدہ قلب کے اندر وہ انوار الٰہی اثر پیدا کرتے ہیں۔ اس وقت انسان خداتعالیٰ کے سامنے اس حالت میں کھڑا ہوتا ہے کہ وہ حجاب جو اللہ اور اس کے درمیان حائل ہیں وہ دور ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور فطرت کا اصلی نور روشن ہو کر انوار الٰہی کو جذب کرتا ہے۔ اسی لیے رمضان شریف کے ذکر میں فرمایا (اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں۔) یعنی اگر کسی دل میں تڑپ پیدا ہو کہ وہ مجھے کس طرح پا سکتا ہے تو میرے قرب کو حاصل کرنے کی راہیں کھلی ہیں۔ یہاں انسان اور خدا کے تعلق کو غیریت سے پاک کیا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے کہ جس کی زندگی میں رمضان آیا اور اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ اس لیئے ہر دل میں یہ تڑپ پیدا ہونی چاہیئے کہ اس سال ہم اپنے گناہوں کی معافی کا یہ نادر موقع خالی نہ جانے دیں گے۔ اور اس ماہ کو اپنے مولا کے آگے دعاؤں اور عبادات کے وہ نذرانے پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے جن سے اس کا قرب نصیب ہو جائے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے حضرت نبی کریمؐ نے خوشخبری دی ہے کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس سے قیامت کے روز صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس سے کوئی اور داخل نہ ہو گا۔

خداتعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس دروازہ سے داخل ہونے والوں کی قطار میں کھڑے ہوں۔ آمین!!

جماعتی خبریں:

- حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید انہیں حاصل رہے) بصحت و بخیریت ہیں اور جماعتی امور سرانجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں احباب آپ کی قیمتی وجود کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
- درخواست دعا:۔ جناب اصغر علی صاحب جو سیام کے مشہور ادارہ "تعلم" کے بانیوں میں سے ہیں اور سلسلہ کی کتب کی اشاعت کا کام عرصہ سے کرتے چلے آتے ہیں دو سال قبل سالانہ دعائیہ میں بھی شمولیت کیلئے لاہور تشریف لائے تھے وہ امریکہ میں زیر علاج ہیں ان کا دماغ کا اپریشن ہوا ہے احباب ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

از مولانا مصطفےٰ خان صاحب (خدا کی رحمت اُن پر ہو)

روزہ کیا ہے؟

انسان میں خداتعالیٰ نے دو قسم کے قویٰ ودیعت کئے ہیں۔ ایک قویٰ روحانی دوسرے قویٰ جسمانی۔ دین حقہ کی تعلیم کی علت غائی یہی ہے کہ ان دونوں قویٰ کی نشوونما ہوتی رہے اور ان میں ایک توازن پیدا ہو جائے۔ کہ انسان کامل اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کے قویٰ روحانی و جسمانی میں ایک تناسب اور توازن قائم ہو جائے۔

جسمانی قویٰ کی تربیت کے لئے تو ظاہری علوم و فنون اور اسباب دنیوی موجود ہیں لیکن روحانی قویٰ کے لئے اللہ تعالیٰ نے شریعت نازل فرمائی ہے کہ ہم اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر ان نعمتوں سے متمتع ہو سکیں جو عالم روحانی سے تعلق رکھتی ہیں اور جو لازوال ہیں۔

جسمانی اور روحانی قویٰ میں توازن پیدا کرنے کے لئے جو شریعت کا سب سے بڑا نصب العین ہے بعض وقت ایسے احکام بھی دیئے جاتے ہیں جن سے غرض یہ ہوتی ہے کہ قویٰ جسمانی میں حیوانیت کا زور کم ہو کر روحانیت بڑھے اور جسمانی قویٰ جو حد سے بڑھ کر انسان کو غافل کر چکے ہیں کمزور ہو جائیں چنانچہ اسی غرض کو مدنظر رکھ کر دنیا بھر کے مذاہب میں طرح طرح کی ریاضتیں رائج ہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں وہ ریاضتیں ایسی سخت ہیں کہ انہوں نے دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز ہی کر دیا ہے اور اس لئے ان سے جسمانی قویٰ تقریباً مفقود ہی ہو جاتے ہیں مثلاً ہندو مذہب میں بعض لوگ اپنے قویٰ جسمانی کو اس قدر کمزور کرتے ہیں کہ وہ بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ سوکھ جاتے ہیں پاؤں سے چل نہیں سکتے۔ اس قسم کی ریاضتوں میں سے رہبانیت بھی ہے جو عیسائیوں اور ہندوؤں میں رائج ہے لیکن دین حقہ نے دونوں قسم کے قویٰ میں ایک توازن پیدا کرنا چاہا ہے۔ اس لئے اس نے اس قسم کی کوئی ریاضت نہیں سکھائی جس سے انسان اپنے قویٰ جسمانی کو بالکل کھو بیٹھے بلکہ اس قسم کی ریاضتوں کی تعلیم دی ہے جس سے انسان روحانیت میں ترقی کر سکے۔ اور ساتھ ہی قویٰ بہیمی کو حد اعتدال میں رکھ سکے۔ اسی قسم کی ریاضتوں میں سے ایک ریاضت یا عبادت روزہ ہے جو شریعت نے فرض قرار دیا ہے۔

روزے کا حکم پہلی شریعتوں میں

روزے کا حکم پہلی کتابوں اور شریعتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہندو مذہب کے لوگ تو آج تک اپنے رسم و رواج کے مطابق روزے رکھتے ہیں جن کو وہ برت کہتے ہیں۔ ہر ہندی مہینہ کی گیارھویں تاریخ کو برہمنوں کا ایکادشی کا روزہ ہوتا ہے اس حساب سے سال میں چوبیس روزے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض برہمن کاتک کے مہینہ میں ہر دوشنبہ کو بھی روزہ (برت) رکھتے ہیں۔

جین مت والوں نے بھی روزہ پہ بہت زور دیا ہے اور اُن کے ہاں بھی روزے چالیس چالیس دن کے ہوتے ہیں۔ گجرات و دکن میں ہر سال جینی کئی کئی ہفتے کا روزہ رکھتے ہیں۔ ہندو مذہب کے بعض جوگی بھی چالیس چالیس دن تک کھانے پینے سے احتراز کرتے ہیں۔

قدیم مصریوں کے ہاں بھی روزہ ایک مذہبی رسم خیال کی جاتی تھی۔ یونان میں صرف عورتیں ایک روزہ رکھتی تھیں۔ پارسی مذہب کے پیرو اگرچہ عملی طور پر روزہ نہیں رکھتے

لیکن ان کی الہامی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا حکم ان کے ہاں بھی موجود ہے یہود کی کتب مقدسہ میں بھی روزہ کا ذکر موجود ہے چنانچہ سموئیل باب ۱۲ آیت ۱۵ - ۱۶ میں ہے

> اور خداوند نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی جورو سے پیدا ہوا مارا کہ وہ نہایت بیمار پڑا۔ سو داؤد نے اس لڑکے کیلئے خدا سے منت کی اور داؤد نے روزہ رکھا اور گھر میں جا کر ساری رات زمین پر پڑا رہا۔

یوائیل باب ۲ آیت ۱۵ - ۱۶ میں ہے:

> صیہون میں نرسنگا پھونکو اور ایک دن کو روزہ کے لئے مقدس ٹھہراؤ اور مقدس جماعت کی منادی کرو۔

ذکریاہ باب ۷ آیت ۴ : ۶ میں ہے:

> تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا کہ تو مملکت کے سارے لوگوں سے اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا تو کیا کبھی میرے لئے ہاں میرے ہی لئے روزہ رکھا تھا۔

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہود میں بھی روزے رکھنے کا دستور تھا۔

عیسائی اگرچہ اب روزہ نہیں رکھتے مگر "روز کی روٹی" کی دعا ہر روز مانگتے ہیں لیکن عہد نامہ جدید بائیبل میں روزہ کی تعلیم بصراحت تمام موجود ہے چنانچہ متی باب ۹ آیت ۱۴ میں ہے:

> اس وقت یوحنا کے شاگردوں نے اس کے پاس آکر کہا کہ کیا سبب ہے کہ ہم اور فریسی تو اکثر روزے رکھتے ہیں مگر تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے یسوع نے ان سے کہا کہ کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے ماتم کر سکتے ہیں؟ مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا اس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔"

اس سے دو باتیں صاف ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ فریسی روزہ رکھا کرتے تھے۔

۲۔ مسیح کے پیرو بھی مسیح کی وفات کے بعد روزہ رکھیں گے۔

پہاڑی کی تعلیم میں بھی حضرت مسیح اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

> "اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ انہیں روزہ دار جانیں۔" متی باب ۶ آیت ۱۶

ایک دوسرے مقام پر شاگرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ ہم پلید روحوں کو کس طرح نکال سکتے ہیں اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

> "مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکالے جا سکتے۔"
> (متی ۱۷: ۲۱ باب ۱۷)

پھر اعمال باب ۱۳ آیت ۲ - ۳ میں نہایت صفائی سے روزوں کا ذکر ہے۔

> "جب وہ خدا کی عبادت کر رہے اور روزہ رکھ رہے تھے تو روح القدس نے کہا کہ میرے لئے برناس اور ساؤل کو اس کام کے واسطے مخصوص کرو جس کے واسطے میں نے ان کو بلایا ہے۔ تب انہوں نے روزہ رکھ کر اور دعا مانگ کر ان پر ہاتھ رکھ کر انہیں رخصت کیا۔"

ان حوالوں سے یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہود اور عیسائیوں کے ہاں روزہ بھی عبادتِ الٰہی میں سے ایک عبادت سمجھی جاتی تھی لیکن ایک اور امر جو نہایت صفائی سے مترشح ہوتا ہے یہ ہے کہ روزہ عموماً مصیبت کے وقت رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ سموئیل میں جہاں روزے کا ذکر ہے وہاں ایک مصیبت کا ذکر بھی ساتھ ہی ہے یعنی وہ لڑکا نہایت بیمار پڑا اور ذکریاہ میں تو صاف لکھا ہے کہ ستر برس تک روزہ رکھا۔ اور ماتم کیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ روزہ بھی مصیبت کے وقت رکھا گیا تھا اور پھر آگے چل کر اس امر پر اور بھی روشنی ان الفاظ سے پڑتی ہے کہ کیا میرے لئے ہاں میرے ہی لئے روزہ رکھا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے محض خدا کے لئے نہیں رکھے جاتے تھے بلکہ کسی مصیبت کے وقت اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے رکھے جاتے تھے۔ حضرت مسیحؑ بھی کسی مصیبت کے وقت ہی روزہ رکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس اعتراض پر کہ تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے فرماتے ہیں کہ:

> "کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے۔ ماتم کر سکتے ہیں مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا اس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔" متی ۹: ۱۴

اس سے بھی ظاہر ہے کہ روزہ ماتم کے دن ہی رکھا جاتا ہے اور عیسائی اسوقت روزہ رکھیں گے جب دولہا ان سے جدا کیا جائیگا اور وہ ماتم میں ہوں گے مگر عیسائی حضرات نے دولہا کے جدا ہونے پر بھی روزہ نہیں رکھا۔

روزے کا حکم قرآن مجید میں

جو شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائی ہے اس میں روزہ کے لئے کسی مصیبت کا وجود ضروری نہیں بلکہ یہ بھی دوسری عبادات کی طرح اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے مقصود صرف تحصیل تقویٰ ہے چنانچہ قرآن مجید میں جہاں روزوں کا حکم دیا گیا ہے وہاں ساتھ ہی اس کی غرض بھی بیان فرمادی گئی ہے۔

> تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بنو۔

اس آیت شریفہ میں روزوں کی غرض تقویٰ بیان کی گئی ہے اور یہ قرآن مجید اور دین حقہ کا امتیاز خصوصی ہے کہ اس نے روزوں کو محض مصیبت اور دکھ کے وقت کے لئے ہی مخصوص نہیں کیا بلکہ سال بھر میں ایک مہینہ روزوں کے لئے خاص کر دیا۔ کہ انسان اس میں روزے رکھ کر تقویٰ حاصل کرے چنانچہ روزوں کے مہینہ کا نام بھی تصریح کے ساتھ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

> "ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔ یہ قرآن لوگوں کیلئے ہدایت ہے وہ ہدایت کے لئے کھلے کھلے ثبوت پیش کرتا ہے اور حق و باطل میں فرق کر کے دکھاتا ہے پس جو تم سے اس مہینہ کو پائے اس کو چاہیئے کہ اس میں روزے رکھے۔ (البقرۃ ۱۸۵)

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے رمضان شریف میں روزے رکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ رمضان شریف وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن مجید جیسی کتاب جو تمام ہدایتوں اور سچائیوں کا سرچشمہ ہے اتری شروع ہوئی۔ اس آیت کریمہ کے آخری الفاظ کہ "جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے اس میں روزے رکھے" روزوں کے فرض ہونے پر شاہد ہیں اور اس لئے روزے ہر عاقل و بالغ تندرست و غیر مسافر... پر فرض ہیں روزہ کے معنی یہ ہیں کہ پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور لذات نفس سے بکلی پرہیز رہے۔

روزے کی تاکید حدیث شریف میں :۔ حدیث شریف میں روزہ کی فضیلت بیان

فرمائی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ طلب ثواب کیلئے روزے رکھتا ہے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کئے جاتے ہیں ۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ انسان جو نیک عمل کرتا ہے اس کا اجر اس کو دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک ملے گا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کی جزا میں خود دیتا ہوں کیونکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں ریا اور دکھاوے کو بہت کم دخل ہے اس سے خلقت کی تعریف و ثناء کا بھی اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا کیونکہ روزہ دار میرے لئے کھانے پینے اور لذاتِ نفس کو چھوڑتا ہے ۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ایک خوشی تو اُسے روزہ کھولتے وقت حاصل ہوتی ہے اور ایک خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے خدا سے ملے گا ۔ روزہ دار کے منہ کی بُو خدا تعالےٰ کے نزدیک مشک کی بُو سے بھی بہتر ہے ۔ روزہ ایک ڈھال ہے پس جو تم میں سے کوئی روزہ رکھے ہوئے ہو تو ..... اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس کو مارے تو کہدے کہ میں روزہ دار ہوں ۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ روزہ تمام دوسری نیکیوں سے افضل ہے کیونکہ اسکی جزا خود خدا تعالےٰ دیتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسری نیکیوں میں تو انسان کسی قدر دکھاوے اور ریاکاری سے بھی کام لیتا ہے مگر روزہ محض خدا کے لئے ہی رکھتا ہے اور خدا کو ہی اس کا علم بھی ہوتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ روزہ خدا اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے ۔

روزے کے روحانی فوائد

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ بھوکے پیاسے رہنے سے ہمیں کیا حاصل ہو جاتا ہے ۔ یا خدا کی شان کیا بڑھ جاتی ہے ۔ یہ بے سمجھی ہے ۔ خدا کی شان تو ہماری کسی عبادت سے بھی نہیں بڑھ جاتی ہے ۔ جو عبادات ہم کرتے ہیں وہ ہماری اپنی بہتری کے لئے ہیں مثلاً اگر ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس سے بھی ہمیں ہی فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ جب ہمارے بہیمی قویٰ کمزور ہوتے ہیں تو اس کے ساتھ قویٰ روحانی میں ایک طاقت آتی ہے اور جسمانی و روحانی قویٰ میں توازن قائم ہو جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ ہمیں تحمل و صبر و جفاکشی کی عادت ہو جاتی ہے جو بعض وقت ہمارے لئے نہایت مفید ثابت ہوتی ہے ۔ علاوہ ازیں جب ہم ان چیزوں کو جو ہمارے لئے جائز ہیں محض خدا کے حکم کے لئے چھوڑ سکتے ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں ان کا استعمال ہم کس طرح روا رکھ سکتے ہیں پس روزہ سے ہم میں خدا کے احکام پر عملدرآمد کرنے کے لئے ایک قوت پیدا ہوتی ہے اپنے ان غریب بھائیوں کی بھوک کی تکلیف کا اندازہ ہو جاتا ہے جو نانِ شبینہ کے محتاج ہیں اور ان سے ہمدردی کرنے کا ولولہ دل میں پیدا ہوتا ہے غرض روزہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہی اصل دین ہے ۔

روزے کے فائدے طبی نگاہ سے :۔

طبی نقطۂ نگاہ سے بھی روزہ ہماری جسمانی صحت کیلئے از بس مفید ہے رطوبات ردیہ اور مواد غلیظ بدن سے خارج ہو جاتے ہیں اور اس طرح تمام جسم کا تنقیہ ہو جاتا ہے اس کے علاوہ معدے اور جگر کو سال بھر کے بعد کسی قدر آرام ملتا ہے اور وہ پھر کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ۔ غرض روزہ رکھنے سے ہمیں روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں اور جسمانی بھی اور خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہوتی ہے ۔

* * *

(باقی آئندہ)

یادِ رفتگان :

بیگم مسعودہ عبداللہ

میری پیاری باجی بیگم مسعودہ عبداللہ بقضائے الٰہی ۲۰ راکتوبر ۱۹۹۱ء کو وفات پا گئیں .....

میری ہمشیرہ مسعودہ عبداللہ ایک نیک ہمدرد مخیر مخلص احمدی خاتون تھیں ۔ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنے میں راحت محسوس کرتی تھیں ۔ ماہوار چندہ لنگر فنڈ ، دستکاری فنڈ ، چندہ پیغام صلح ، دارالشفا آفتاب الدین احمد فنڈ سب الگ جمع کرتی رہتیں اور جلسہ سالانہ کے موقع پر دے کر رسید حاصل کرلیتیں ۔

عزیزوں رشتہ داروں ، دیگر لواحقین برادری اور دوسرے ملنے ملانے والوں کے غموں خوشیوں میں شامل ہونا اپنا فرض اولین سمجھتی تھیں ۔ ضرورت مند چاہے اپنا ہو یا غیر اسکی ضرورت پوری کر کے بہت خوش ہوتی تھیں ۔ صوم صلوٰۃ کی نہایت پابند تھیں ۔ ذیابیطس کی مریضہ ہونے کے باوجود رکھتی تھیں مجھے روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی سب کے منع کرنے کے باوجود پچھلے سال بھی رکھ لئے گذشتہ سال مئی کے آخر میں جب میں ہالینڈ جا رہی تھی وہ لاہور سے بھائی جان ڈاکٹر یوسف احمد کے پاس مقیم تھیں ٹانگوں میں درد کی شکایت کیوجہ سے انہیں چلنے پھرنے میں دشواری تھی مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی ہم سے جدا ہو جائیں گی خیر جانا تو اللہ تعالےٰ کے حضور ہم سب نے ہے مگر شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں کسی کا محتاج نہیں کیا ۔ ان کا ایک ہی بیٹا اور پانچ بیٹیاں ہیں اپنے بچوں کے نام سے صدقہ و خیرات کرتے رہنا ان کی عادت تھی ۔

ایک مخصوص عادت مجھے ان کی بہت پسند تھی اور یہ عادت انہوں نے والدہ مرحومہ سے لی تھی ۔ کہ جب چند نئے کپڑے بنوائیں ساتھ چند پرانے کپڑے غریبوں میں بانٹ دیتیں چاہے وہ کتنی ہی اچھی حالت میں ہوں ۔ کپڑوں کو جمع کرتے رہنا ان کے اصول کے خلاف تھا ۔ بہت صفائی پسند تھیں خوشبو ان کو بہت پسند تھی ۔ جب کبھی کوئی باہر جانے لگتا اور پوچھتا کہ آپ کیلئے کیا لاؤں تو کہتیں کوئی اچھی سی پرفیوم ضرور لانا ۔

اپنی زندگی میں ہی ہر چیز جو اُن کی ذات سے تعلق رکھتی تھی ان کی وصیت کر کے الماری میں کاغذ پر لکھ کر رکھ دی ہوئی تھی ...... یہ سب یادیں دل میں اتر جاتی ہیں جب یاد آتی ہیں بہت یاد آتی ہیں مگر اللہ تعالےٰ کے حضور آنسو بہا کر ان کی مغفرت کیلئے دُعا کر دیتی ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا کرے ان کی اولاد پھلے پھولے اور اپنے ماں باپ کے نقشِ قدم پر چلے اور وہ بھی ان کی طرح نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہیں ۔ پڑھنے والوں سے بھی ان کے حق میں مغفرت کی دُعا کی درخواست ہے ۔

بہت سے جماعت کے بہن بھائیوں نے خطوط کے ذریعے یا خود پہنچ کر ہمارے غم میں شرکت کی ہے میں ان کا خطوط کے ذریعہ الگ الگ شکریہ ادا نہیں کرسکی ۔ سو پیغام صلح کی وساطت سے میں ان کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں ۔ خدا تعالےٰ اس کا انہیں اجر دے آمین ۔

(زمرد رمضان صاحبہ)

درخواستِ دُعا :

محترمہ بیگم صاحبہ جنرل عبداللہ سعید (خدا کی رحمت اُن پر ہو ۔) کا بڑا اپریشن امریکہ میں ہوا ہے آپریشن کامیاب ہوا ہے اور وہ روبصحت ہیں ۔ احباب بیگم صاحبہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے دعا کریں

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا ۔

* * *

مورخہ یکم اپریل ۱۹۹۲ء
جلد ۷۵
شمارہ ۷

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دُنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور انکا اتفاق (دین حقہ) کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے (دین حقہ) کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل بے مصرف ۔ ۔ ۔ نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کیوجہ سے (دین حقہ) کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے کچھ جوش نہیں جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور (دین حقہ) کے کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔

جماعت احمدیہ کی رُوحانی اور اخلاقی خصوصیت

"میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اُٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کریگا کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی جماعت بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اسکی ہستی پر آ جائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرام کاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خودداری کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لے میں اس شخص ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے علیحدہ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں گلے سڑے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کریگا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہو گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۵-۶۶)

حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کا جماعت کے احباب و خواتین کو

پیغامِ عید

احباب و خواتین!

برکتوں والے مہینے رمضان کا آخری بابرکت عشرہ ہے جسکی بہت فضیلتیں ہیں ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ ان ایام میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی مرادیں بر لاتا ہے

ہم جن حالات و واقعات سے گذر رہے ہیں انکے پیش نظر بہت ضروری ہے کہ ہم بارگاہ ایزدی میں دعا و فریاد کریں نہایت صبر و استقامت کیساتھ خدمت دین میں لگے رہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا صد شکر ادا کریں کہ اس نے خدمت دین کے لیے تمہیں توفیق دے رکھی ہے آپ جس راہ پر چل رہے ہیں یہ وہ راہ ہے جس پر پہلے چلتے رہے ہیں اور یہ وہ راہ ہے جس پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ہزار مشکلات و مصائب کے اندر بھی چلنے رہنے کی تلقین فرمائی ہے یہ راہ یقیناً فلاح اور نجات اُخروی کی راہ ہے اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے وہ کمزور اور مضطر کی دعا کو سنتا ہے اسکی ذات بابرکات سے پُر امید رہنا چاہیئے کہ وہ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور وہ وقت لائیگا کہ عید کی حقیقی خوشیوں سے ہمیں بہرہ مند کریگا دنیا میں قائم اپنی جماعت کے ایک ایک فرد کیلئے میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو خدمت دین کی توفیق دے اور توفیق عطا کرے عید کی حقیقی خوشیاں نصیب فرمائے۔ آج جہاں ہماری جماعت کو مختلف النوع مشکلات درپیش ہیں وہاں ہمارے وطن عزیز پاکستان میں بھی بے چینی اور بے قراری کے لمحات وارد ہیں اسکے اندرونی و بیرونی معاملات میں بے چینی پائی جاتی ہے وطن سے بے لوث محبت ہمارا جزو ایمان ہے میں اپنی جماعت کے پاکستانی بھائیوں کو بالخصوص تحریک کرتا ہوں کہ قبولیت دعا کے ان خصوصی عشرے میں پاکستان کے تحفظ و استحکام اور اسکی بقاء و سلامتی کیلئے اللہ کے دین کی نصرت و غلبہ کیلئے اور بنی نوع انسان کی عمومی فلاح و بہبود کے لئے پُر زور دعائیں کریں میری طرف سے آپ سب کو عید مبارک ہو۔

دستخط
(حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب مدظلہ)

جماعتی خبریں

- حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی معیت انہیں حاصل رہے) کی طبیعت ناساز ہے۔ احباب اس قیمتی وجود کی خاطر دعائیں جاری رکھیں۔

- درخواست دعا:

بیگم ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب لیشاور کو دل کی تکلیف ہوئی ہے

رفیق احمد صاحب کلکتہ (بھارت) بیمار ہیں احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے دعا کریں۔

- راولپنڈی کے قریب دہ جوار کے احباب کے لیے اطلاع خدا کے فضل سے راولپنڈی کی جامع مسجد میں دو سال سے ماہ رمضان میں نماز تراویح میں قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے۔ امسال بھی چوہدری عبدالحمید صاحب خاطر قرآن نماز پڑھا رہے ہیں۔ راولپنڈی سے وہ دوست جو باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں جن احباب کے پاس اپنی ٹرانسپورٹ ہے وہ ضرور شرکت کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

- **فطرانہ کی رقم:**

انجمن نے امسال فطرانہ کی رقم ۱ روپیہ فی کس مقرر کی ہے جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اسی حساب سے فطرانہ کی رقم اکٹھی کر کے خزانہ انجمن کو روانہ کریں نومولود بچے اور نوکر کی طرف سے بھی فطرانہ ادا کرنا لازمی ہے۔

(بچوں کا صفحہ)

لقمان کی حکمت

حضرت لقمان کسی کھیت پر مزدوری کرتے تھے ان کا آقا ایک سخت گیر آدمی تھا وہ نماز روزے کا پابند نہیں کرتا تھا حضرت لقمان اکثر اسے کہتے کہ خدا کی عبادت ہی سے عظمت حاصل ہوتی ہے لیکن ان کا آقا اس بات کو نہیں مانتا تھا حضرت لقمان اسے کہ سمجھاتے کہ جو لوگ نیک کام کریں گے انہیں جنت ملے گی۔ ایک دن ان کے آقا نے کہا کہ کھیت میں گندم بو دو حضرت لقمان اپنے آقا کو سیدھے رستے پر لگانا چاہتے تھے انہیں ایک خیال آیا اور انہوں نے کھیت میں گندم کی جگہ جو بو دیے جب فصل تیار ہو گئی تو ان کا آقا معائنہ کرنے آیا اس نے دیکھا کہ کھیت میں جو اُگے ہوئے ہیں وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تو گندم بونے کو کہا تھا۔

حضرت لقمان نے جواب دیا کہ میں نے جو اس خیال سے بوئے تھے کہ گندم اُگے گی۔ آپ کا آقا ہنس پڑا اور کہنے لگا کبھی ایسے ہو سکتا ہے کہ جو بوئے جائیں اور خیال کیا جائے کہ گندم اُگے گی۔ آپ نے فوراً کہا کہ بالکل اسی طرح اگر ہم دنیا میں بداعمال کریں اور یہ یقین رکھیں کہ جنت میں جائیں گے تو یہ ناممکن ہے۔

آپ کی بات آقا کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے بُرے اعمال سے توبہ کر لی۔

* * *

بچوں کا صفحہ:

عید

پیارے بچو! رمضان کے مہینے کا تو آپ نے ذوق و شوق سے استقبال کیا ہو گا جیسا کسی معزز مہمان کا کیا جاتا ہے۔ اور آپ نے ایک ایک لمحہ نیکیاں سمیٹنے میں بسر کیا ہو گا۔ جیسے جیسے رمضان کے دن گذرتے جاتے ہیں آپ کے ذوق و شوق میں بھی اضافہ ہو رہا ہو گا۔ آخری دس دن تو گویا مجسم عبادت کے طور پر آپ نے گذارے ہوں گے اور جب شوال کا چاند نظر آئے گا تو ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ جائے گی۔ اس لیے نہیں کہ روزوں سے گلو خلاصی ہوئی بلکہ اس لیے کہ مزدور کو مزدوری دیئے جانے کا وقت آ گیا۔ حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عید کی رات ایمان و ثواب کی خاطر قیام کریگا اس کا دل قیامت کی ہولناکیوں سے مطمئن رہے گا۔

عید کی صبح آپ سب غسل کریں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بہترین کپڑے زیب تن کریں خوشبو ضرور لگائیں۔ کوئی میٹھی چیز خصوصاً سیویاں بھی ضرور کھائیں مگر ایک بات کا خاص خیال رکھیں کہ فطرانہ تو آپ انجمن کے خزانے میں بھیجیں گے جہاں یہ غریبوں مسکینوں۔ بیواؤں اور یتیموں کے کام آتا ہے۔ مگر اپنے ارد گرد کوئی غریب مسکین بیوہ اور یتیم دیکھیں تو ہر ممکن کوشش کریں کہ اس کی عید بھی ہو جائے اور اس مسرت بھرے دن کوئی بھوکا یا ننگا نہ رہنے پائے۔ دن چڑھے تو گھروں سے نکل کر جامع کی طرف روانہ ہوں۔ مرد عورتیں بچے سب کے سب مل کر اپنے اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوں۔ اور سب عید کی خوشیاں مل کر منائیں جامع کی طرف جاتے وقت بہ آواز بلند......... پڑھتے جاویں۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اور ساری حمد و ثناء اللہ ہی کے لیے ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو خوشیوں بھری عید نصیب کرے۔

* * *

فرمان رسولؐ

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے:

بعض لوگ قیامت کے دن اتنے زیادہ اعمال لے کر آئیں گے جیسا کہ عرب کے پہاڑ، لیکن وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ کسی نے پوچھا

یارسول اللہؐ کیا وہ لوگ نمازی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا

وہ نمازی بھی ہوں گے، روزہ دار بھی ہوں گے۔ بلکہ تہجد گذار بھی ہوں گے۔ لیکن جب دنیا کی کوئی چیز (دولت۔ عزت وغیرہ۔) ان کے سامنے آ جائے تو ایک دم اس پر ٹوٹ پڑتے تھے جائز اور ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

قول افلاطون:

کمزور وہ ہے جو اپنا بھید نہ چھپائے اور طاقتور وہ ہے جو غصہ پر قابو پائے۔ اور صابر وہ ہے جس نے فاقہ پر صبر کیا اور غنی وہ ہے جو اس چیز پر قناعت کرتا ہے جو اسے میسر آئے۔

بیاد رفتگان

حضرت مولانا نورالدین

(خدا کی رحمتیں اُن پر ہوں)

وفات: ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء

حضرت مولانا نورالدین کی شخصیت علم و فضل کی محتاج تعارف نہیں آپ کیلئے فرمایا ہے کہ فلاں عالم فاضل نے فلاں کتاب میں فلاں جگہ اس طرح لکھا ہے آپ کتاب کھول کر دیکھ لیں وہیں پائیں گے منقولات کا یہ حال تھا کہ منہ سے نکلا ہوا حرف حرف ... قرآن کریم سے تو عشق تھا آپ جوانی میں دہلی، لکھنؤ، رامپور، بھوپال جو اس وقت دینی علوم کے مرکز تھے ہر جگہ تشریف لے گئے اور تحصیل علم کیا ...... واپس ہندوستان آئے تو کچھ ریاست جموں میں شاہی طبیب ہو گئے معقول مشاہرہ ملتا تھا لیکن درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے علم کے فیض کا ایسا دریا تھا جو شب و روز بہہ رہا تھا۔ آریہ، عیسائی، دہریہ سب سے دن رات گفتگو رہتی تھی اور آپ کے سامنے مذاہب باطلہ کو سر اٹھانے کی تاب نہ تھی۔

ایک دن ایک کٹر دہریہ یوں بول اٹھا کہ بس جناب رہنے دیجئے یہ سارے انبیاء اپنے وحی و الہام کو اس زمانہ میں لوگوں سے منوا گئے جب لوگ جاہل تھے بے علم تھے اب دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ آج کوئی نہیں مان سکتا۔ اگر آج کوئی شخص اپنے دعوے کو ایک فرد واحد سے بھی منوا لے تو میں مان جاؤں گا کہ اس میں کچھ حقیقت ہے اس کا جواب مولوی صاحب کے پاس کوئی نہ تھا۔ کیونکہ یہ تو اب کوئی ... دعویٰ کر کے دیکھے کہ لوگ واقعی مانتے ہیں یا نہیں تب اس بات کا جواب مکمل ہو۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ امتحان کے طور پر از خود کوئی دعویٰ کرے۔

وہ تو یہ کہہ کر چلتا ہوا مگر مولانا کو سخت بے چینی رہی چند روز بعد عطار کی دکان سے دوا جو آئی تو وہ ایک کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی کاغذ پر نظر پڑی تو حضرت بانی جماعت کا اشتہار تھا جس میں براہین احمدیہ کی اشاعت اور اس میں قرآن اور نبوت محمدیہ صلعم پر دلائل قاطعہ کا اعلان تھا اور بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ دین حقہ آج اکیلا سچا اور زندہ مذہب ہے جس پر عمل کر کے انسان آج بھی خدا کو پا سکتا ہے اور اس کے ... انعام سے مشرف ہو سکتا ہے اور لکھا تھا کہ میں اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہوں جس شخص کا دل چاہے میرے پاس آئے اور آزمائے۔

مولانا نورالدین کوئی معمولی دل و دماغ کے انسان نہ تھے ایک زمانہ دیکھے ہوئے اور اہل حال و قال کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے وہ معمولی اشتہار سے کب متاثر ہو سکتے تھے پس یہ ایک حقیقت تھی کہ انہیں حضرت صاحب کے اعلان میں یقین اور معرفت کے نور کی ایسی شعاعیں نظر پڑیں کہ دل پر اثر کر گئیں اس دہریہ کو بلا کر کہا کہ لیجئے آپ کے امتحان کا وقت بھی آ گیا۔

کچھ عرصہ گزر گیا۔ براہین احمدیہ کے بے نظیر دلائل اور پرشوکت تحریروں کو پڑھ کر مولانا کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس شخص سے جو اس عجیب و غریب کتاب کا مصنف ہے ملاقات کی جائے آپ جموں سے بٹالہ پہنچے وہاں سے یکہ پر قادیان پہنچے یکہ والے سے کہہ دیا کہ مرزا صاحب کے مکان پر لے چلو۔ اس زمانہ میں حضرت صاحب کو کون جانتا تھا۔ مرزا امام الدین جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا اور دہریہ تھا اسی کا قادیان میں طوطی بولتا تھا یکہ والا سیدھا مرزا امام الدین کے پاس لے گیا وہ اپنے گھر کے پھاٹک پر چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ مولانا کی نظر جو اس پر پڑی تو آپکا دل سخت ... ہوا اور نہایت بیزار ہو کر یکہ والے سے کہا کہ ٹھہرو ہم ابھی واپس جائیں گے مگر پھر کچھ خیال دل میں آیا تو مرزا امام الدین سے پوچھا کہ آپ نے کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے اس پر وہ یکہ والے سے کہنے لگا کہ ان کو یہاں کہاں لے آیا انہیں غلام احمد کی طرف لے جا۔

یہ فقرہ سن کر مولانا کا دل ہلکا ہوا ورنہ امام الدین کو دیکھ کر تو آپ کا دل سخت غمگین ہوا تھا کیونکہ ساری امیدوں کا خون ہو گیا تھا حضرت صاحب کے مکان پر پہنچ کر اطلاع کروائی حضرت نے انہیں اپنے مکان پر اتروا دیا اور ... عصر کے وقت باہر تشریف لائے جو مثل ہے ...... ایک نگاہ میں دونوں نے ایک دوسرے کو جان لیا۔ مولانا آپ کی گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے صبح کی سیر کے لئے دونوں باہر گئے اثنائے گفتگو میں مولانا ... کہنے لگے مجھے بتلائیے ... کیا آپ مجھ پر کچھ ڈال سکتے ہیں۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:-

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
من از آفتاب ہستم ہمہ از آفتاب گویم

فرمایا مجھے جو کچھ ملا ہے حضرت نبی کریمؐ کے ہی چشمہ فیض سے ملا ہے بات یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے ...... کہ قرآن کو مس نہیں کرتے مگر وہی جو پاک کئے گئے ہیں اسی طرح حضرت نبی کریمؐ کی احادیث کو بھی مس کرنے کے لئے طہارت و تقویٰ اور عمل بالحدیث کی ضرورت ہے۔

غرضیکہ جتنا عرصہ مولانا حضرت کی خدمت میں ٹھہرے غوامض و اسرار دینیہ پر اس قدر نئی روشنی پڑتی آپ کو نظر آتی کہ وہ تمام علوم جنہیں تمام ممالک میں پھر کر حاصل کیا تھا نامکمل نظر آئے اور آپ نے ضروری سمجھا کہ قرآن و حدیث کی تعلیم اور منازل سلوک کی تکمیل کے لئے آپ حضرت صاحب کی خدمت میں زندگی گذاریں آپ نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ میری بیعت لے لیں حضرت نے انکار کر دیا فرمایا مجھے حکم بیعت لینے کا نہیں مولانا نے فرمایا بہت اچھا اگر کبھی حکم بیعت لینے کا ہو تو میرا نمبر بیعت کنندوں میں سب سے پہلا سمجھا جائے۔ حضرت نے یہ منظور کر لیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر واپس جموں تشریف لے گئے جب کچھ عرصہ بعد حضرت نے جماعت بنانے اور بیعت لینے کا سلسلہ جاری کیا تو مولانا نے آپ کے ہاتھ پر فوراً بیعت کی۔

بیعت کے بعد مولانا نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے سلسلہ کا وظیفہ کیا ہے جسکو پڑھوں فرمایا ...... عرض کی کہ کیا تلوار لے کر انگریزوں سے لڑوں۔ فرمایا نہیں ...... کے ماتحت قرآن لے کر مذاہب باطلہ سے لڑو عرض کی کس طرح۔ فرمایا ایک کتاب عیسائیوں کے رد میں لکھیں عرض کی کہ عیسائیوں کے جس اعتراض کا جواب سمجھ میں نہ آئے تو کیا الزامی جواب دے دوں۔ فرمایا یہ بے ایمانی ہے جو چیز واقعی اچھی نہیں ہے اس سے یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں ہو سکتا کہ یہ بری چیز تم میں بھی موجود ہے اپنی آنکھ کے کانے پن کے متعلق یہ کہہ کر خلاصی نہیں ہو سکتی کہ تم بھی کانے ہو کانا پن ایک عیب ہے جب تک ہم میں موجود ہے ہم عیب دار ہیں۔ معترض بھی فرض کرو اگر کانا ہو تو اس کے کانے ہونے سے ہمارے کانے ہونے کا عیب دھل نہیں سکتا۔ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم تحقیقی جواب دیں اور بتائیں کہ ہماری آنکھ ہرگز کانی نہیں۔ یہ تمہاری نظر کا قصور ہے اس کے بعد ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اب الزامی جواب دیں اور بتائیں کہ کانے ہم تو نہیں ہیں البتہ تم کانے بلکہ اندھے ہو اور جس آیت پر اعتراض ہو اس کا حل سمجھ میں نہ آئے تو اس آیت کو لکھ کر سامنے لٹکا لو تاکہ ہر وقت نظر پڑتی رہے آخر ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کا علم آپ پر کھول دے گا۔

یہ ہدایات لے کر مولانا واپس تشریف لے آئے۔ پنڈ دادن خان میں ایک پادری نے

بہت شور و شر مچا رکھا تھا اس کے اعتراضات سے متاثر ہو کر بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان ارتداد کے قریب تھے مولانا اس سے ملے اس نے مباحثہ تو نہ کیا مگر اعتراضات لکھ کر دیے گئے آپ نے ان اعتراضات کے جواب میں جو کتاب لکھی اس کا نام ہے "فصل الخطاب" فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت صاحب کی ہدایات سے اس کتاب کے لکھنے میں بہت فائدہ اٹھایا اور آپکے بتائے ہوئے طریق سے قرآن کریم کی متعدد آیات حل ہو گئیں اور اس کتاب میں یہی التزام کیا کہ پہلے تحقیقی جواب دیا پھر الزامی جواب۔ اس کتاب کا نیک اثر ہوا کہ وہ تمام تعلیم یافتہ مسلمان جو عیسائی ہونے کو تیار تھے نئے سرے سے مسلمان ہو گئے اور بذریعہ تحریر انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا اس کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں مولانا حاضر ہوئے دریافت کیا کہ اب کیا کروں فرمایا "جہاد" عرض کی کہ اب کس کے ساتھ جہاد کروں فرمایا آریوں کے خلاف ایک کتاب لکھو چنانچہ انہی دنوں میں لیکھرام نے براہین احمدیہ کے رد میں تکذیب براہین احمدیہ لکھی تھی مولانا نے اس کا رد لکھنا شروع کیا اور تصدیق براہین احمدیہ جیسی اعلیٰ کتاب لکھی مولانا جموں سے بار بار لکھتے تھے کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ کر قادیان آرہوں مگر حضرت صاحب یہی لکھتے تھے کہ لگی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کفران ہے اس لئے آپ ملازمت از خود ترک نہ کریں۔

اب خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ریاست میں بعض دشمنوں نے مہاراجہ کے کان مولانا کے خلاف ایسے بھرے کہ مہاراجہ نے مولانا کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ آپ جموں سے اپنے وطن بھیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں سب لوگوں کے کہنے سننے سے ایک عالیشان مکان کی بنیاد ڈالی اور ارادہ کیا کہ بڑے پیمانہ پر مطب کا کام جاری کیا جائے شہرت بے حد تھی۔ ایک دنیا ٹوٹ پڑی اور ملازمت سے بھی بڑھ کر آمدنی کی صورت پیدا ہو گئی۔

نئے مکان کی تعمیر ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آپ کو کسی ضرورت کے لئے لاہور آنا پڑا واپسی پر دل چاہا کہ قادیان جا کر حضرت صاحب سے بھی ملاقات کر لوں ادھر عمارت کا کام بڑے پیمانہ پر جاری تھا وہاں بھی جلد پہنچنا ضروری تھا اس لیے وقت کی کمی کی وجہ سے آپ نے بٹالہ سے جو یکہ لیا تو کرایہ واپسی کا کر کے لیا خیال تھا کہ محض ملاقات کر کے اسی وقت واپس چلا آؤں گا۔ قادیان پہنچے حضرت صاحب سے ملے ملاقات کے دوران میں واپسی کے لیے اجازت مانگنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت صاحب نے فرمایا "مولوی صاحب اب تو آپ فارغ ہو گئے"۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں اب تو فارغ ہی ہوں یکہ والے سے انہوں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ آج اجازت لینا مناسب نہیں کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز حضرت صاحب نے فرمایا کہ "مولوی صاحب آپکو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلا لیں"۔ انہوں نے حسب ارشاد بیوی کو بلانے کے لیے خط لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلدی نہ آسکوں اس لیے عمارت کا کام بند کر دیں جب آپ کی بی بی صاحبہ تشریف لے آئیں تو حضرت نے فرمایا آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں۔

چنانچہ کتب خانہ بھی منگوا لیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپکی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو بھی ضرور بلا لیں۔ چنانچہ انہیں بھی بلا لیا۔

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہیں اس کے بعد بھیرہ واپس جانا تو خواب میں بھی کبھی وطن کا خیال نہ آیا۔ اس روز سے ہم قادیان کے ہو گئے اور یہ سچ ہے کہ اس کے بعد مہاراجہ جموں نے آپ کو لکھا کہ آپ واپس اپنی ملازمت پر چلے آئیں اور جو کچھ ہو چکا تھا اس کے متعلق معافی مانگی اور لکھا کہ ہمیں غلط فہمی ہو گئی تھی لیکن آپ نے قادیان سے باہر جانے سے انکار کر دیا۔ اور لکھ دیا کہ جس چیز کی تمنا مدت سے تھی وہ مجھے مل گئی اسے پا کر دنیا کے پیچھے بھاگنا یہ مجھ سے توقع مت رکھو۔ بہت سے امراء اور رؤساء نے علاج کے لیے مولانا کو بڑی بڑی رقم فیس دینے کے وعدہ پر چند روز کے لیے بلایا مگر آپ قبول نہیں کیے سوائے ان دو چار موقعوں کے جب بلانے والوں نے خود حضرت صاحب کی خدمت میں سفارش کی اور آپ نے مولانا کو حکم دیا کہ آپ جائیں۔

حضرت صاحب کی اس قدر تابعداری وفاداری ادب اور احترام ہماری آنکھوں نے تو کہیں نہیں دیکھا۔ اتنا بڑا علامہ فاضل یگانہ اور ادب کا یہ حال تھا کہ حضرت صاحب کی محفل میں جب آپ تشریف لاتے تو دبک کر جوتیوں میں بیٹھ جاتے۔ حضرت صاحب کی نظر پڑ جاتی تو فوراً بلا لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے لیکن پاس بیٹھ کر بھی کبھی خود سے بات نہیں کرتے تھے کسی امر میں حضرت صاحب کچھ دریافت فرماتے تو جواب دے دیتے ورنہ خاموش ادب سے آنکھیں نیچی کیے بیٹھے رہتے۔

پھر سلسلہ کے لیے جس قدر ایثار آپ نے کیا وہ ایک داستان طویل ہے جس کا یہ موقعہ نہیں۔ فرمانبرداری کا ایک واقعہ عرض کر کے یہ قصہ ختم کرتا ہوں۔ حضرت صاحب آخری مرتبہ جب دہلی تشریف لے گئے تو مولانا کو قادیان چھوڑ آئے تھے کسی وجہ سے حضرت نے مولانا کو تار دی کہ آپ دہلی آجائیں "تار ملتے ہی آپ مطب سے اٹھے اور سیدھے بٹالہ کو پیادہ چل پڑے صرف گھر اطلاع بھیجدی کہ حضرت نے بلایا ہے میں دہلی جا رہا ہوں تم فکر نہ کرنا۔ گھر والوں کو پتہ لگا تو انہوں نے کپڑوں کا ٹرنک بستر، کرایہ کے لیے روپے دے کر ایک آدمی روانہ کیا جو ایک یکہ لے کر پیچھے دوڑا اور بٹالہ کے رستہ میں جا لیا۔ آپ باوجود ضعف پیری کے پیدل چلے جا رہے تھے خیر اس آدمی نے انہیں یکہ پر چڑھایا اور کہا آپ نے بھی کمال کر دیا کہ تار ملتے ہی اٹھ کر چل پڑے۔ فرمایا حضرت نے بلایا ہے ان کے حکم کی تعمیل میں میں نے کسی تاخیر کو معصیت سمجھا

اس قسم کی فرمانبرداری، وفاداری ایثار اور قربانیوں کے بیسیوں واقعات ہیں جو کچھ زبانی یاد ہیں اور کچھ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کے پاس لکھے ہوئے موجود تھے افسوس وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے اور ان کی اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ مولانا کی ان اوصاف حمیدہ کے بارے میں حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں جا بجا لکھا ہے ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔

شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

٭٭٭

روزہ کی تکمیل

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روزے سے غرض حصول تقویٰ ہے اور جب تک یہ غرض پوری نہ ہو ہم نہیں کہہ سکتے کہ روزہ کی تکمیل ہوئی۔ اس لیے روزہ اس کو نہیں کہتے کہ صرف منہ باندھ لیا اور کھانا نہ کھایا نہ پانی پیا۔ بلکہ روزہ کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ آنکھ کو بری نظر سے، کان کو بری باتیں سننے سے۔ زبان کو بری باتیں کہنے سے ہاتھ کو برے کام کرنے سے اور پاؤں کو بری جگہ قدم رکھنے سے اور دل کو برے خیالات سے روکا جائے۔ جو شخص رمضان کے تیس روزے رکھتا ہے لیکن ان برائیوں سے نہیں بچتا جن سے شریعت نے منع کیا ہے اس کے روزے حقیقت میں فاقہ ہی ہیں۔

٭٭٭

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس لمیٹڈ رشید سٹریٹ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

بنی نوع انسان سے ہمدردی

۔۔۔۔۔۔ تم ان مالوں میں سے لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا صدقہ وغیرہ دو جو تمہاری پاک کمائی ہے یعنی جس میں چوری یا رشوت یا خیانت یا غبن کا مال یا ظلم کے روپیہ کی آمیزش نہیں اور یہ قصد تمہارے دل سے دور رہے کہ ناپاک مال لوگوں کو دو۔ اور دوسری یہ بات ہے کہ اپنی خیرات اور مروت کو احسان رکھنے اور دکھ دینے کے ساتھ باطل مت کرو یعنی اپنے ممنون منت کو کبھی یہ نہ جتلاؤ کہ ہم نے تجھے یہ دیا تھا۔ اور نہ اس کو دکھ دو کہ اس طرح تمہارا احسان باطل ہوگا اور نہ ایسا طریق پکڑو کہ تم اپنے مالوں کو ریاکاری کے ساتھ خرچ کرو خدا کی مخلوق سے احسان کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے جو لوگ حقیقی نیکی کرنے والے ہیں ان کو وہ جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی کافور ہوگی یعنی دنیا کی سوزشیں اور حسرتیں اور ناپاک خواہشیں ان کے دل سے دور کر دی جائیں گی۔۔۔۔۔ مطلب یہ کہ ان کے ناجائز جذبات دبائے جائیں گے اور وہ پاک باطن ہو جائیں گے اور معرفت کی خنکی ان کو پہنچے گی پھر فرماتا ہے کہ وہ لوگ قیامت کو اس چشمہ کا پانی پئیں گے جس کو وہ آج اپنے ہاتھوں سے چیر رہے ہیں اس جگہ بہشت کی فلاسفی کا ایک گہرا راز بتلایا ہے جس کو سمجھنا ہو سمجھ لے۔

اور پھر فرمایا کہ حقیقی نیکی کرنے والوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا کی محبت کے لئے وہ کھانے جو آپ پسند کرتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ کام صرف اس بات کے لئے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اس کے منہ کے لئے یہ خدمت ہے۔ ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکر کرتے پھرو۔

یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایصال خیر کی تیسری قسم جو محض ہمدردی کے جوش سے ہے وہ بطریق بجالاتے ہیں۔ سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنے قریبیوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور نیز اس مال میں سے یتیموں کے تعہد اور ان کی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور مسکینوں کو فقر و فاقہ سے بچاتے ہیں۔ اور مسافروں اور سوالیوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان مالوں کو غلاموں کے آزاد کرانے کے لیئے اور قرضداروں کو سبکدوش کرنے کے لیے بھی دیتے ہیں۔ اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ تنگ دلی کی عادت رکھتے ہیں اور میانہ روش رکھتے ہیں۔ پیوند کرنے کی جگہ پر پیوند کرتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ اور ان کے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا حق بھی ہے۔ بے زبانوں سے مراد کتے بلیاں۔ چڑیاں۔ بیل۔ گدھے بکریاں اور دوسری چیزیں ہیں وہ تکلیفوں اور کم آمدنی کی حالت اور قحط کے دنوں میں سخاوت سے تنگ دل نہیں ہو جاتے۔ بلکہ تنگی کی حالت میں بھی اپنے مقدور کے موافق سخاوت کرتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی پوشیدہ خیرات کرتے ہیں اور کبھی ظاہر۔ پوشیدہ اس لیے کہ تا ریاکاری سے بچیں۔ اور ظاہر اس لئے کہ تا دوسروں کو ترغیب دیں۔

خیرات اور صدقات وغیرہ پر جو مال دیا جائے اس میں یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ پہلے جس قدر محتاج ہیں ان کو دیا جائے ہاں جو خیرات کے مال کا تعہد کریں یا اس کے لئے انتظام و اہتمام کریں ان کو خیرات کے مال سے کچھ مل سکتا ہے اور نیز کسی کو بدی سے بچانے کے لئے بھی اس مال میں سے دے سکتے ہیں ایسا ہی وہ مال غلاموں کے آزاد کرنے کے لئے اور محتاج اور قرضداروں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کے لئے بھی اور دوسری راہوں میں جو محض خدا کے لئے ہوں وہ مال خرچ ہوگا۔ تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہارا پیارا مال ہے۔ غریبوں کا حق ادا کرو مسکینوں کو دو مسافروں کی خدمت کرو اور فضولیوں سے اپنے تئیں بچاؤ یعنی جو بیاہوں شادیوں میں اور طرح طرح کی عیاشی کی جگہوں میں اور لڑکا پیدا ہونے میں ہوتے ہیں جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ۔ تم ماں باپ سے نیکی کرو اور قریبیوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے اور ہمسایہ سے جو بیگانہ ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام سے اور گھوڑے بکری۔ بیل گائے اور حیوانات سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں وہ لاپرواہوں اور خود غرضوں سے محبت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کو نہیں چاہتا جو بخیل ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے مال کو چھپاتے ہیں یعنی محتاجوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔

* * *

جماعتی خبریں

- حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید انہیں حاصل رہے۔) خیریت سے اور بصحت ہیں احباب اس نادر وجود کی صحت و سلامتی کی دعائیں جاری رکھیں۔

- **درخواستِ دُعا:**

جناب ماسٹر عبد السلام صاحب اور جناب انوار احمد صاحب دار السلام بیمار ہیں اور جناب مولانا محمد علی صاحب چک ۱۸ جنوبی سرگودھا کا آنکھ کا آپریشن ہوا ہے احباب سے گذارش ہے کہ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیئے دعائیں کریں۔

- **نمایاں کامیابی والے طلباء متوجہ ہوں:**

امتحانات کے نتائج آچکے ہوں گے اور خداوند تعالیٰ کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے وعدہ ہے کہ وہ احمدیوں کو علم و معرفت میں کمال نصیب فرمائے گا اور وہ اپنی سچائی اور دلائل سے لوگوں کا منہ بند کر دیں گے آپ کو خدا نے ضرور کامیابی عطا کی ہوگی۔

براہِ کرم اپنے حلقہ سے نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے بچوں کے نام ادارہ پیغام صلح کو ارسال فرما دیں ہم ان کے نام شائع کریں گے تاکہ وہ دوسرے بچوں کے لیئے روشنی کا موجب ہوں!

+++

جنّت میں مکان:

ہارون الرشید اپنی اہلیہ زبیدہ کے ہمراہ سیر کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مردِ خدا رسیدہ حضرت بہلول دریا کے کنارے گھروندے بنا رہے تھے زبیدہ نے ازراہِ عقیدت پوچھا کہ حضرت یہ کیا بنا رہے ہیں فرمایا۔ جنت میں مکان بنا رہا ہوں زبیدہ نے پوچھا کیا میں خرید سکتی ہوں۔ فرمایا۔ ہاں پانچ درہم میں خرید لو زبیدہ نے قیمت ادا کی اور چل پڑے ہارون الرشید نے کہا تم عقیدے کی کچی اور وہمی عورت ہو بھلا یہ فقیر کیا مکان بیچے گا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

رات کو ہارون الرشید سو رہا تھا کہ خواب میں اپنے آپکو جنت میں سیر کرتے ہوئے دیکھا اسکی ایک عالیشان محل پر نظر پڑی جس پر لکھا تھا کہ یہ زبیدہ کا مکان ہے۔ ہارون الرشید نے محل کے اندر جانے کی کوشش کی تو دربان نے روک دیا کہ یہ قصر زبیدہ کا ہے آپ اندر نہیں جا سکتے۔ ہارون الرشید نے کہا زبیدہ میری اہلیہ ہے دربان نے کہا وہ دنیائے فانی کی باتیں ہیں یہاں صرف زبیدہ کی ملکیت ہے آپ کسی صورت اندر نہیں جا سکتے۔ یہ سن کر خواب سے بیدار ہوئے ملکہ کو جگایا اور سارا واقعہ سنایا۔ اسی وقت دریا کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بہلول سے مکان خریدنے کی خواہش کی تو انہوں نے فرمایا!

زبیدہ نے میری زبان پر اعتبار کرتے ہوئے عقیدت سے خریدا تھا تم نے دیکھ کر خریدنے کی نیت کی ہے۔ اب ساری سلطنت بھی دے دو تو جنت میں ۴۵

۴۵ سے:

مکان نہیں خرید سکتے۔ اس لیئے کہ ایمان بالغیب کے بغیر چارہ کار نہیں

+++

بچوں کا صفحہ

اِتفاق میں برکت

جسم کے مختلف اعضاء نے ایک میٹنگ برپا کی اور پیٹ کے خلاف طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں ہاتھ کہنے لگے:

"صبح سے لے کر رات کو سونے تک کام ہم کرتے ہیں اور مفت میں کھا پیٹ جاتا ہے" پاؤں بولے:

"ہم سارا دن دوڑ دوڑ کر سخت محنت سے روزی کماتے ہیں مگر اس نکھٹو پیٹ کو دیکھو دن بھر بیکار پڑا رہتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا!" آنکھیں بولیں

"توبہ توبہ اس سے بھی بڑا کوئی ظالم ہو سکتا ہے کہ سارا دن رزق کی تلاش میں ہم رہتی ہیں لیکن ہضم سب پیٹ کر جاتا ہے!" کانوں نے کہا،

"ہمیں روٹی کی خاطر طرح طرح کی باتیں سننی پڑتی ہیں لیکن غضب خدا کا یہ سست اور کاہل پیٹ بغیر کسی حیلے وسیلے ہر شئے ہڑپ کر جاتا ہے بس ہمیں چاہیئے کہ اس کے خلاف ہڑتال کر دیں!" دوسرے اعضا بولے:

"یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیئے، یہ بھلا کہاں کی شرافت ہے کہ کمائیں ہم اور کھائے پیٹ چنانچہ اگلی صبح جسم کے تمام اعضاء نے ہڑتال کر دی اور بیکار پڑے رہے جب دو دن پیٹ کو کھانا نہ ملا تو جسم کے تمام حصے کمزور ہو گئے چنانچہ سب سر جوڑ کر بیٹھے ہاتھوں نے کہا:

"ہم نے بہت غلطی کی جو کام کرنا چھوڑ دیا بھوک کی وجہ سے ہم بہت کمزور ہو گئے ہیں" پاؤں بولے "غلطی نہیں بے وقوفی کہو۔ بھوک کی وجہ سے ہم اس قدر لاغر ہو چکے ہیں کہ چلنا دشوار ہو گیا ہے!" آنکھیں کہنے لگیں۔

"واقعی کمزوری کی وجہ سے ہمیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا معلوم ہوتا ہے" کان بولے۔

"ہم توبہ کرتے ہیں پیٹ سے بگاڑنا اچھا نہیں۔ دراصل دوسروں سے لڑنا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے!" پیٹ جس میں مارے بھوک کے چوہے ناچ رہے تھے یہ ساری گفتگو سن رہا تھا اپنے مخالفوں سے مخاطب ہوا۔

دوستو! میری حیثیت سردار کی سی ہے اور سردار اتفاق اور برکت کی علامت ہوتا ہے تم سب مجھے کھلاتے ہو تو میرا معدہ اسے ہضم کرتا ہے پھر اس سے خون بنتا ہے جو تمہارے اندر گردش کرتا ہے۔ اور تم تندرست و توانا رہتے ہو۔ لیکن تم اس حکمت کو نہ سمجھ سکے اور مجھے نکما اور نالائق جان کر ہڑتال کر دی مگر فائدہ کیا ہوا تم سب کمزور اور لاغر ہو گئے اور دنیا کی نظروں میں ذلیل بس اگر چاہتے ہو کہ نام پاؤ اور کامرانیاں تمہارے قدم چومیں تو مل جل کر رہو۔ ورنہ دوسروں کو مٹانے کی فکر میں خود مٹ جاؤ گے!

پیٹ کی ان نصائح کا سب پر اثر ہوا۔ سب اپنی بے وقوفی پر پشیمان ہوئے اور اسی وقت پیٹ سے صلح کر کے اپنے کام میں لگ گئے۔ اور خوش و خرم رہنے لگے اور پھر کبھی آپس میں نہ لڑے!

+++

از قلم: جناب نصیر احمد فاروقی (خدا کی رحمت اُن پر ہو۔)

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(خدا کی رحمت اُن پر ہو)

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امتداد زمانہ سے ہر متوفی بھول جاتا ہے اور یہ بھی حکمت الٰہی ہے ورنہ دنیا کے کام کاج بخوبی نہ چلتے مگر بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے کارنامے یا ان کی نیکیاں انہیں بھولنے نہیں دیتیں میرے ذاتی تجربہ میں جو ایسی ہستیاں آئیں ان میں سرفہرست تو حضرت امیر مولٰینا محمد علی صاحب تھے (خدا کی رحمت اُن پر ہو) اور اس کے بعد میرے والد حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تھے۔ اب ہر ایک شخص کو اپنے والدین پیارے اور مقدس ہوتے ہیں اور ہونے بھی چاہئیں کیونکہ باپ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر ہوتا ہے اور ماں اللہ تعالیٰ کی صفات رحیمیت اور رحمانیت کا مظہر ہوتی ہے اور والدین کے احسانات اَن گنت ہوتے ہیں مگر میں والد صاحب کی چند قومی خدمات اور چند ذاتی احسانات کا ذکر کروں گا جو صدقہ جاریہ کی طرح میری زندگی پر اثر انداز ہوئے تاکہ اور والدین کو بھی احساس ہو کہ ان کے لئے اپنی اولاد کے آگے نیک نمونہ قائم کرنا کتنا ضروری ہے مگر پہلے والد صاحب کی ایک دو قومی خدمات کا ذکر کرتا ہوں۔ اس لیے نہیں کہ وہ میرے والد صاحب نے کیں بلکہ اس لیے کہ۔۔۔۔۔ غیروں سے اپنی خدمات کا اعتراف کرا لینا قابلِ ذکر ہو جاتا ہے۔

ایک واقعہ

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک روز میں اپنے گھر میں دن کے کوئی بارہ۔ ایک بجے ٹیلی فون پر باتوں میں مشغول تھا کہ دروازہ کی گھنٹی بجی تو میرے نوکر نے جاکر دروازہ کھول کر ایک صاحب کو اندر لاکر میرے ڈرائینگ روم میں لے جاکر بٹھا دیا۔ میں ٹیلی فون سے فارغ ہوا تو میرے نوکر نے مجھے کہا کہ آپ سے ملنے کوئی صاحب آئے ہیں چنانچہ میں سیدھا ڈرائینگ روم میں گیا تو دیکھا کہ ایک صاحب جن کو میں پہلے بالکل نہیں جانتا تھا صوفے پر بیٹھے ہوئے ہیں مجھے دیکھکر کھڑے ہو گئے۔۔۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے مصافحہ کرکے بیٹھے تو میں نے کہا کہ "معاف کیجئیے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

تو ان صاحب نے مسکرا کر جو اپنا تعارف کرایا تو میں ہکا بکا رہ گیا وہ صاحب جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک نہایت معزز اور معروف رکن ہیں۔ میں ان کا نام اور کوائف مصلحتاً نہیں لکھتا تاکہ ان کے لئے کسی پریشانی کا موجب نہ ہو جائیں۔ میں اپنی حیرت میں کھویا ہوا تھا کہ ان صاحب نے فرمایا:

"میں کسی خاص کام سے نہیں آیا ہوں میں نے آپ کے والد صاحب کی معرکتہ آلاراء تصنیف۔۔۔۔ اعظم تھوڑا عرصہ ہوا پڑھی ہے اور میں اس سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میرے دل نے چاہا کہ اگر مصنف خود زندہ ہوتا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہوکر خراج تحسین پیش کرتا مگر چونکہ وہ خود وفات پا چکے ہیں تو میں نے پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان کے بڑے بیٹے تو وفات پا چکے ہیں مگر آپ اس کوٹھی میں رہتے ہیں اس لیئے میں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے دل کے جذبات اور احساسات کا آپ سے ذکر کرکے اس بے نظیر تصنیف کا حق قدر دانی ادا کروں۔"

اس کے بعد ان صاحب نے اس کتاب کی خوبیوں اس کا حقائق پر سے پردہ اٹھانے اور ایک بے نظیر سوانح عمری ہونے کا تفصیلاً ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں نے اپنی جماعت کے ایک اور رکن کو بھی یہ کتاب پڑھنے کو دی ہے اور وہ بھی اسے پڑھ کر بہت متاثر ہوئے ہیں اور مجھ سے دیر، دیر تک اس کتاب کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے ہیں جن صاحبان نے اس کتاب کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس سوانح عمری میں حضرت اقدس کے متعلق جو غلط فہمیاں جماعت قادیان (حال ربوہ) کے عقائد سے پیدا ہوئی ہیں ان کو کس خوبی سے دور کیا گیا ہے اس بات کی روشنی میں جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک معزز رکن کا اس کتاب کی تعریفوں میں رطب اللسان ہونا بتاتا ہے کہ وہ کس پائے کی کتاب ہے!

جب یہ کتاب چھپی تو ہمارے احمدیہ بلڈنگس میں جلسہ سالانہ پر بک سٹال پر رکھی ہوئی تھی میں بھی وہاں کتابیں دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی کتاب نظر پڑ جائے جو میں نے پڑھی نہ ہو۔ تو حضرت مولانا صدرالدین صاحب وہاں تشریف لے آئے ایک صاحب کے ہاتھ میں۔۔۔ اعظم" دیکھ کر حضرت مولٰینا فرمانے لگے:

"ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر قلم توڑ دی ہے اب کسی اور نے کیا حضرت اقدس کی سوانح عمری لکھنی ہے!"

اور یہ بالکل سچ ہے میں نے بہت سوانح عمریاں اردو اور انگریزی زبانوں میں لکھی ہوئی پڑھی ہیں مگر ایسی انوکھی، ایسی دلچسپ، ایسی جامع سوانح عمری نہیں پڑھی۔ سب میں بڑھ کر مشہور و معروف انگریزی زبان میں باسول (BOSWELL) کی لکھی ہوئی سوانح عمری ڈاکٹر جانسن کی زندگی پہ ہے جس کو سوانح عمریوں کے بارے میں بطور نمونہ یا ماڈل سمجھا جاتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ ۔۔۔۔ اعظم اس پر بھی نمبر لے گئی ہے سوائے پہلے باب کے جو حضرت اقدس کے فارسی النسل ہونے پر ایک علمی تحقیق ہونے کی وجہ سے ذرہ خشک ہے۔ باقی کتاب تو ایک دلچسپ ناول کی طرح ہے کہ پڑھنے لگو تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

"محرّر ۔۔۔۔ ہند"

حیرت کی بات ہے کہ شاید ۱۹۱۴ء کی بات ہے یا اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک رات حضرت اقدس خواب میں میرے والد صاحب کے پاس آئے اور منجملہ اور باتوں کے فرمانے لگے:

"ہم نے آپ کا نام آسمان پہ "محرر ۔۔۔ ہند" لکھوا دیا ہے۔

اس وقت کس کے وہم و گمان میں تھا کہ بیس تیس سال کے بعد ہماری انجمن کے ایماء پر میرے والد صاحب یہ معرکتہ آلاراء اور لاجواب سوانح عمری لکھ کر سوانح عمریوں کے بارہ میں قلم توڑ دیں گے۔ یہ علم غیب کے نمونے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عالم الغیب ہونے پر حق الیقین پیدا کرتے ہیں۔

ایک اور واقعہ

ہماری انجمن کے دفتر کے ممتاز رکن محمد اعظم علوی صاحب (خدا کی رحمت ان پر ہو) نے اپنی وفات سے شاید ایک سال پہلے مجھے یہ واقعہ سنایا۔ وہ ٹوپی لینے لاہور شہر کے اندرون بازار میں ایک دکان پر گئے تو دکاندار کو کوئی کتاب پڑھنے میں ایسا محو پایا کہ اعظم صاحب کے دکان پہ آکر بطور گاہک کھڑے ہونے کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ جب اعظم علوی صاحب نے آواز دے کر دوکاندار کو اسکی محویت سے جگایا تو اس نے چونک کر معذرت کی کہ صاحب میں اس دلچسپ تفسیر قرآن کو پڑھنے میں ایسا کھو گیا کہ آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا علوی

صاحب کو کتاب کے نسبتاً مختصر حجم اور جلد سے شک ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کون سی تفسیر ہے تو دکاندار نے جواب دیا کہ اس کا نام انوار القرآن ہے اس پر مزید تحقیق کیلئے علوی صاحب نے پوچھا کہ اس کا مصنف کون ہے۔ تو دوکاندار نے جواب دیا کہ کوئی صاحب ڈاکٹر بشارت احمد ہیں مگر صاحب کیا تفسیر لکھی ہے اور کیا مسائل کو حل کیا ہے اور کیا دلچسپ تحریر ہے کہ انسان پڑھنے لگے تو کھویا جاتا ہے۔ علوی صاحب نے کہا کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں تو دوکاندار نے دکھانے سے انکار کر دیا۔ اس انکار کیوجہ صرف وہی ہو سکتی ہے جو علوی صاحب نے مجھے فوراً بتائی کہ اس پر بطور پبلشر احمدیہ انجمن لاہور کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ بے چارہ دوکاندار یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ کہ وہ احمدیوں کی کوئی تصنیف اس ذوق وشوق سے پڑھ رہا تھا۔

یہ ایک اور شہادت ہے بموجب ...... کہ حضرت والد صاحبؒ کا علم وفہم قرآن کس پائے کا تھا مشکل سے مشکل مسائل کو اور مشکل سے مشکل مقامات کو قرآن کریم کی تفسیر اور تفہیم کے دوران حل کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کا درس قرآن جو ابتدائے عمر سے وہ جہاں گئے کرتے رہے اس قدر دلچسپ اور دلکش ہوتا تھا کہ لوگ بلا مبالغہ دو۔ دو گھنٹے سنتے رہتے تھے اور تھکتے نہ تھے۔ ہفتہ میں چھ دن ہر شام یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور مجال ہے کہ حاضرین ٹس سے مس ہو جائیں یا آنا چھوڑ دیں سوائے امر مجبوری کے ابتدائی ایام سے جبکہ ابھی اردو کی تفسیر بیان القرآن ہماری جماعت نے نہ چھاپی تھی میرے والد صاحب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے مترجم قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور ان کے حاشیوں پر انہوں نے اپنی قلم سے جہاں کوئی نقطہ سمجھ آیا نوٹ کیا ہوا تھا اسی لیئے جب بیان القرآن نکل بھی آیا تو والد مرحوم درس کی تیاری تو بیان القرآن سے ہی کرتے تھے مگر درس کے وقت وہ وہی پرانا نسخہ قرآن حکیم کا استعمال کرتے تھے جس کے صفحہ صفحہ سے وہ اس قدر واقف ہو گئے ہوئے تھے کہ کسی حوالے کو درس کے دوران نکالنے میں انہیں بالکل دقت نہ ہوتی تھی۔ حالانکہ انہوں نے وہاں کوئی نشان نہ رکھا ہوتا تھا۔

عام بول چال کے دوران میرے والد صاحب کی زبان میں کبھی کبھی لکنت پیدا ہوتی تھی۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ قرأت قرآن کے دوران خواہ وہ کتنی ہی لمبی ہو کبھی لکنت نہیں پیدا ہوتی تھی۔ اور قرأت نہایت خوش الحان ہوتی تھی ان کا تعلق قرآن پاک سے انتہائی عشق اور محبت کا تھا نہ کہ صرف حسن عقیدت کا۔

ذاتی احسانات

میرے والد صاحب کے نمونہ کا مجھ پر اثر پڑنا ضروری تھا۔ اور اگر میرے دل میں قرآن پاک سے عشق ہے تو یہ صرف ایک چنگاری ہے اس عشق کی جو ان کے دل میں تھا وہ درس قرآن میں جو اکثر مغرب کی نماز کے بعد سے لیکر عشاء کی نماز تک ہوتا تھا مجھے اس وقت سے باقاعدہ شامل کرتے تھے جبکہ میں ابھی اتنا چھوٹا بچہ تھا کہ مجھے قرآن حکیم کے حسن وجمال کی کوئی سمجھ نہ تھی۔ چھوٹا بچہ ہونے کیوجہ سے میں بارہا درس کے دوران سو جایا کرتا تھا تو درس کے بعد مجھے بیٹھک سے اندر لا کر پلنگ پر ڈال دیا جاتا تھا۔ اور میں بھوکا ہی سو جایا کرتا تھا مگر وہ روحانی غذا جو مجھے ملی اس نے میرے لاشعور یا تحت الشعور پر اب اثر چھوڑا کہ باوجود دنیا کے مشاغل کے میں قرآن کریم سے لگاؤ کو نہ بھول سکا۔ اس لیئے اگر کوئی حقیر خدمت میں قرآن حکیم کی کر سکا تو یہ دراصل میرے والد صاحبؒ کا ہی ورثہ اور احسان ہے۔

دُوسرا احسان

دُوسرا احسان جو میں کبھی نہ بھولوں گا وہ میرے والد صاحبؒ

کا مال و دولت سے کلی استغنا اور قابل رشک مالی قربانیاں تھیں۔ ان دنوں ڈاکٹر (اسسٹنٹ سرجن) کی تنخواہ بہت تھوڑی ہوتی تھی۔ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ پہلی جنگ عظیم سے قبل زیادہ سے زیادہ تنخواہ دوسو روپے ماہوار ہوتی تھی اس جنگ کے بعد جو ایک دم مہنگائی بڑھی تو زیادہ سے زیادہ تنخواہ ساڑھے چارسو روپے ماہوار ہو گئی اور ساری عمر میرے والد کے اوپر اپنے آٹھ بچوں، بیوی اور بیوہ والدہ کے علاوہ کئی ایک رشتہ کی بیواؤں اور یتیموں کا بوجھ رہا ایک وقت میں گھر میں قریب بیس آدمی (چھوٹے بڑے) کا کھانا پکتا تھا اور تنگی ترشی سے ہی گذارہ ہوتا تھا مگر اپنی آمدنی کے دسویں حصہ کو بطور چندہ ماہوار ساری عمر دینے کے علاوہ جو بھی اپیلیں مرکز سے ہوتی تھیں ان میں صف اوّل میں میرے والد صاحبؒ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ بیٹی کا جہیز لینے لاہور آئے مگر جلسہ پر اپیل ایسی ضروری اور اہم ہوئی کہ جو رقم جہیز خریدنے کے لیئے لائے تھے وہ راہِ خدا میں دے کر خالی ہاتھ گھر واپس چلے گئے۔ پرائیویٹ پریکٹس سے ڈاکٹر لوگ اچھی خاصی آمدنی پیدا کر لیتے تھے ان دنوں اسسٹنٹ سرجن کو گھر بلانے کی پانچ روپے فیس ہوتی تھی۔ مگر میرے والد صاحب کو کوئی لالچ نہ تھی اگر کسی نے فیس نہ دی اور معذرت کی تو فوراً قبول کر لیتے تھے۔ کئی دفعہ لوگ بجائے پانچ کے کم فیس دے دیتے تو بجائے گن کر لینے کے جو کسی نے دیا وہ خاموشی سے قبول کر لیتے تھے۔ پھر بھی ان فیسوں پر بھی دسواں حصہ ضرور انجمن کے لیئے نکال لیتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ والد کے صندوقچے میں اٹھنیوں کا ڈھیر دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کس لیئے ہیں تو فرمانے لگے کہ جب کوئی پانچ روپے فیس کے دیتا ہے تو میں ایک اٹھنی (دسواں حصہ) انجمن کے خانہ میں ڈال دیتا ہوں تاکہ حساب میں غلطی نہ ہو جائے اور مہینہ کے اخیر میں وہ انجمن کے خانہ کی اٹھنیاں گن کر وہ رقم بھی اپنی پوری ماہوار تنخواہ کے دسویں حصہ میں شامل کر کے انجمن کو بھجوا دیتے تھے۔

اس نمونہ کو دیکھ کر میرے دل پر جو پائیدار اثر ہوا اس کی وجہ سے میرے لئے جانتے بوجھتے اپنی آمدنی کے دسویں حصہ سے کم چندہ ماہوار دینا ناممکن ہو گیا۔ جو میں نے اللہ کے فضل وکرم سے ساری عمر ادا کیا اس کا ثواب یقیناً میرے والد صاحب کو بھی ملے گا کیونکہ یہ انہی کے نیک نمونہ کا اثر تھا ورنہ مجھ میں وہ مال سے بے رغبتی نہیں جو والد صاحب میں تھی۔

کیا دوسرے والدین اس سے سبق لیں گے کہ ان کے نمونہ کا اثر نہ صرف ان کے اپنے لیئے ہے بلکہ اپنی اولاد پر بھی اس کا جو اچھا یا بُرا اثر پڑے گا اس کے ذمہ دار بھی وہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام والدین کو اپنی اولاد کے لیئے اعلےٰ نمونہ قائم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

* * *

خطرناک غلطیاں

- اپنا راز کسی کو بتا کر اس سے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔
- کسی کام کو چھوڑ کر کسی دوسرے وقت میں مکمل کرنے کی امید رکھنا
- اپنے آپ کو تمام انسانوں سے لائق سمجھنا اور زیادہ عقل مند تصور کرنا
- جو کام اپنے آپ سے نہ ہو سکے اُسے سب کے لیئے ناممکن سمجھنا۔
- بے کاری میں آئندہ کے لیئے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش رہنا۔

* * *

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

صرف احباب جماعت کے لیے

مورخہ یکم مئی ۱۹۹۲ء

جلد: ۷۵
شمارہ: ۹

ارشادات

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں بہت سے پیروں کے پاس گیا ہوں جس بزرگ کے پاس جاتا ہوں تھوڑے دن رہ کر پھر چلا جاتا ہوں اور طبیعت اس سے بد اعتقاد ہو جاتی ہے اس کے علاوہ مجھ میں غیبت کا عیب ہے عبادت میں بھی دل نہیں لگتا اور بھی بہت سے عیب ہیں :-

" میں نے سمجھ لیا ہے اصل مرض تمھارا بے صبری کا ہے باقی جو کچھ ہیں اس کے عوارض ہیں۔ دیکھو انسان اپنے دنیا کے معاملات میں جبکہ بے صبر نہیں ہوتا اور صبر و استقلال سے انجام کا انتظار کرتا ہے پھر خدا کے حضور بے صبری سے کیوں جاتا ہے کیا ایک زمیندار ایک ہی دن میں کھیت میں بیج ڈال کر اس کے پھل کاٹنے کے فکر میں ہو جاتا ہے یا ایک بچہ کے پیدا ہوتے ہی کہتا ہے کہ یہ اسی وقت جوان ہو کر میری مدد کرے۔ خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں اس قسم کی عجلت اور جلد بازی کی نظیریں اور نمونے نہیں ہیں وہ سخت نادان ہے جو اس قسم کی جلد بازی سے کام لینا چاہتا ہے اس شخص کو بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنا چاہیئے جس کو اپنے عیب غیب کی شکل میں نظر آجاویں ورنہ شیطان بدکاریوں اور بداعمالیوں کو خوش رنگ اور خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے۔

پس تم اپنی بے صبری کو چھوڑ کر صبر اور استقلال کے ساتھ خدا تعالےٰ سے توفیق چاہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو بغیر اس کے کچھ نہیں ہے جو شخص اہل اللہ کے پاس اس غرض سے آتا ہے کہ وہ پھونک مار کر اصلاح کر دیں وہ خدا پر حکومت کرنی چاہتا ہے۔ یہاں تو محکوم ہو کر آنا چاہیئے۔ ساری حکومتوں کو جب تک چھوڑتا نہیں کچھ بھی نہیں بنتا۔ جب بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنی بہت سی شکائتیں بیان کرتا ہے۔ مگر طبیب تشخیص اور نبض دیکھنے کے بعد معلوم کر لیتا ہے کہ اصل میں فلاں مرض ہے وہ اس کا علاج شروع کر دیتا ہے اسی طرح سے تمہاری بیماری بے صبری کی ہے اگر تم اس کا علاج کر لو تو دوسری بیماریاں بھی خدا چاہے تو رفع ہو جائیں گی۔ ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ انسان خدا تعالےٰ سے کبھی مایوس نہ ہو اور اسوقت تک طلب میں لگا رہے جب تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے جب تک اپنی طلب اور صبر کو اس حد تک نہیں پہنچاتا انسان بامراد نہیں ہو سکتا۔ اور یوں خدا تعالیٰ قادر ہے وہ چاہے تو ایکدم میں بامراد کر دے مگر عشق صادق کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ راہِ طلب میں پویاں رہے"۔

" ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔ شہد ہی کی مکھی کو دیکھو کہ جب وہ ثابت قدمی اور محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگی ہوتی ہے تو شہد جیسی نفیس اور کارآمد شے تیار کر لیتی ہے اسی طرح پر جو خدا تعالیٰ کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے وہ اس کو پالیتا ہے نہ صرف پالیتا ہے بلکہ میرا تو ایمان ہے کہ وہ اسکو دیکھ لیتا ہے ارضی علوم کی تحصیل میں کس قدر وقت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے یہ علوم روحانی علوم کی تحصیل کے قواعد کو صاف طور پر بتا رہے ہیں ہمارا مذہب جو روحانی علوم میں مبتدی کے لیئے ہونا چاہیئیں یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کی ہستی پھر اس کی صفات کی واقفیت پیدا کرے ایسی واقفیت جو یقین کے درجہ تک پہنچ جائے تب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ پر اسکو اطلاع مل جاوے گی مگر اسکی روح اندر سے بول اُٹھے گی کہ پورے اطمینان کے ساتھ اُس نے خدا کو پالیا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا ہو جاوے کہ وہ یقین کے درجہ تک پہنچ جاوے اور انسان محسوس کر لے کہ اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا ہے اور اسکی صفات سے واقفیت حاصل ہو جاوے تو گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی تھی اب ادھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی توبہ ہے"۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

" انسان کے لیئے دو باتیں ضروری ہیں بدی سے بچے اور نیکی کی طرف دوڑے اور نیکی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ترکِ شر دوسرا اضافہ خیر۔ ترکِ شر سے انسان کامل نہیں بن سکتا جب تک اس کے ساتھ اضافہ خیر نہ ہو یعنی دوسروں کو نفع بھی پہنچائے اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر تبدیلی کی ہے اور یہ مدارج تب حاصل ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان ہو اور ان کا علم ہو جب تک یہ بات نہ ہو انسان بدیوں سے بھی بچ نہیں سکتا دوسروں کو نفع پہنچانا تو بڑی بات ہے بادشاہوں کے رعب اور تعزیراتِ ہند سے بھی تو ایک حد تک ڈرتے ہیں اور بہت سے لوگ ہیں جو قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے کیوں احکم الحاکمین کے قوانین کی خلاف ورزی میں دلیری پیدا ہوتی ہے کیا اس کی کوئی اور وجہ ہے بجز اس کے کہ اس پر ایمان نہیں ہے۔ یہی ایک باعث ہے"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۸)

+++

جماعتی خبریں

حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا تعالیٰ کی تائید انہیں حاصل رہے) بخیریت اور بصحت ہیں۔ اور کار دینیہ میں مصروف ہیں۔ روزمرہ کے کاموں کے علاوہ مجلس معتمدین و منتظمہ کی صدارت بھی فرماتے ہیں اور ۱۰ اپریل کو مجلس معتمدین کی بھی صدارت فرمائی۔ آپ نے ممبران کو یاد دلایا کہ آپ محض اللہ کے کام کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں کسی کی کوئی دنیوی غرض نہیں ہے۔ کوئی ذاتی فائدہ یہاں مدنظر نہیں ہے آپ کی دردبھری تقریر کا ممبران پر خاطر خواہ اثر ہوا اور مجلس معتمدین کے ممبران نے نہایت ہی محبت، اخلاص اور بھائی چارے کا ثبوت دیا۔ اس اجلاس نے نہایت ہی خوشگوار ماحول میں تمام فیصلے کیئے اور آئندہ بھی مل بیٹھ کر اور یک زبان ہو کر کام کرنے کا عزم لیکر تمام ممبران دارالسلام سے رخصت ہوئے۔

احباب سے گذارش ہے کہ اپنے پیارے امیر کی صحت و سلامتی کی دعائیں جاری رکھیں۔

درخواست دعا۔

ادارہ تعلیم القرآن مسلم ٹاؤن کی بلڈنگ پر اہل محلہ نے ۱۱ اپریل کو زبردستی قبضہ کر لیا ہے اور ساتھ ہی انجمن پر مقدمہ بھی بنا دیا ہے کہ انجمن کے اراکین نے اہل محلہ پر فائرنگ کی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ درد دل سے اس مصیبت کے دور ہونے کی دعائیں کریں!

ہجوم مشکلات میں کامیابی حاصل کرنے کا طریق

ذیل میں جو نظم درج کی جاتی ہے یہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک صاحب شیخ محمد بخش رئیس کڑیانوالہ ضلع گجرات کو لکھ کر عطا فرمائی تھی جبکہ وہ سخت مشکلات میں مبتلا تھے خدا تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دعا کے طفیل انکی تکالیف دور کر دیں!

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن — ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھکو سدا — رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے
بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو — مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر — کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی — سر جھکا بس مالک ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھکو بھی خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ چلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

--- + + + ---

تقدیر اور دکھ سکھ کا مسئلہ

از قلم: حضرت ڈاکٹر بشارت احمد — (خدا کی رحمتیں ان پر ہوں)

کائنات کی ہر چیز کا مقصد و اندازہ

اس بات کا تو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر خدا نے اس کائنات کو کسی خاص مقصد کے لیئے پیدا کیا ہے تو پھر اسکی ہر چیز کو بلکہ اس کے ہر ایک ذرہ کو کسی خاص مقصد و غرض حاصل کرنے کے لیئے ایک خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کیا ہے دیکھ لو جب کوئی شخص ایک چھوٹی سی گھڑی بناتا ہے اور اس کے بنانے میں اس کی ایک خاص غرض ہوتی ہے تو پھر اس کے ہر ایک کل پرزہ کو وہ کسی خاص مقصد کے لیئے ایک خاص اندازہ کے ساتھ بناتا ہے اسی طرح اتنا بڑا کارخانہ کائنات عالم کا جب اللہ جل شانہ نے بنایا اور کسی خاص غرض کو مدنظر رکھ کر بنایا تو پھر ہر ایک ذرہ اور ہر ایک چیز کو جو پیدا کی کسی خاص اندازہ کے ساتھ پیدا کی۔

تقدیر اسی اندازہ کا نام ہے!

اسی اندازہ کا نام تقدیر ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔۔۔۔۔۔ رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند و برتر ہے جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا اور جس نے اندازہ کیا اور پھر ہر چیز کو اس کی پیدائش کی غرض حاصل کرنے کے لیئے ایک خاص رستہ پر چلایا۔ یہاں صاف صاف فرما دیا کہ ہر چیز کو جس مقصد کے لیئے پیدا کیا ہے وہ اپنے اندر ایسی ٹھیک ٹھاک ہے کہ اس سے بہتر اس خاص غرض کے لیئے پیدائش نہیں ہو سکتی۔ اور ہر چیز کو ایک خاص اندازہ سے پیدا کر کے اسے اپنے کام میں لگایا ہے۔

یہی تقدیر ہے اور اسے مبرم اس لیئے کہا جاتا ہے کہ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا یعنے خدا نے جو ہر ایک چیز کو ایک خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کیا ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی وہ اندازہ اٹل ہے۔

انسان کو دنیا میں جب خلافت الہیہ کے لیے پیدا کیا جیسا کہ۔۔۔۔۔۔ سے ظاہر ہے تو اسے اخلاق الہیہ سے رنگین کیا اور ادراک اور عقل، ارادہ اور خود شناسی اور خود اختیاری دے کر اس قابل بنایا کہ وہ علم حاصل کرے اور اسی کے مطابق عمل کرے اور اس علم و عمل کے ذریعہ تمام دنیا پر حکومت کرے یہاں تک کہ ملائکہ کو جو مختلف عناصر اور قوتوں پر حکمران تھے انسان کی فرمانبرداری کا حکم دے دیا۔ انسان اپنے ادراک اور عقل سے اپنے کرنے کے کاموں کو سوچتا، غور کرتا اور کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے تجویزیں اور سعی کرتا ہے اسے تدبیر کہتے ہیں۔

تقدیر و تدبیر کا باہمی تعلق

یوں سمجھ لو کہ جس طرح جناب الٰہی جب کسی چیز کو خلق کرنے لگتے ہیں تو اس کو کسی خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کرتے اور چلاتے ہیں اور اس اندازہ کا نام تقدیر ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان جب اپنے کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو جو اس کے لیئے اندازہ لگاتا ہے اسے تدبیر کہتے ہیں۔ اس کا یہ اندازہ اسباب پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ جب کوئی مقصد اور نتیجہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیئے وہ ایک خاص اندازہ لگا کر اس کے مطابق اسباب کو تلاش کرتا ہے اسباب کی اسی تلاش کا نام سعی ہے جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔۔۔۔ کہ انسان کے لیئے نہیں ہے مگر وہ جو سعی کرے گویا سعی کرنا اک فرض انسانی ہے جس کے بغیر

انسان نہ کوئی ترقی کر سکتا ہے اور نہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

انسان کی مقدرت و وسعت

اس تدبیر اور سعی کے سلسلہ میں جب انسان صحیح اسباب کو پا لیتا ہے تو نتیجہ اس کے حسب منشاء نکلتا ہے اور جب اسے صحیح اسباب نہیں ملتے تو نتیجہ اس کے خلاف نکلتا ہے بہر حال اسباب کو تلاش کرنا اور ان سے کام لے کر کسی نتیجہ پر پہنچ جانا انسان کی مقدرت اور وسعت کے اندر رکھا گیا ہے ورنہ انسان کا دنیا میں پیدا ہونا بے معنی ہوتا۔ اور اس کے عقل و شعور اور فہم و ادراک کا کچھ فائدہ نہ ہوتا اور سنت الٰہیہ ایک مہمل بات ہوتی۔

تقدیر معلق

پس سلسلہ اسباب و نتائج میں ایک حد تک انسان کو دسترس حاصل ہوتا یہ بھی پہلے ہی سے جناب الٰہی نے اندازہ کر لیا تھا اس لیئے ہر سبب پر جس سے انسان کام لیتا ہے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کا نام تقدیر معلق ہے۔ تقدیر معلق سے مراد ہے ایسی تقدیر جو ٹل سکے مطلب یہ کہ جناب الٰہی نے پہلے ہی سے یہ اندازہ اور قاعدہ بنا دیا ہے کہ انسان جب کسی سبب سے صحیح طور پر کام لے گا تو نتیجہ حسب منشا پائے گا غلط اسباب سے کام لے گا تو نتیجہ خلاف منشا نکلے گا اس اندازہ کا نام تقدیر معلق ہے اور اسی تقدیر معلق کے نیچے تمام سعی و عمل اور ترقیات انسانی کا ظہور ہے اس تقدیر کو معلق اسی لیئے کہا گیا ہے کہ اس کا وارد ہونا اور ٹل جانا انسان کی سعی اور اسباب کی کیفیت پر مبنی ہے مثلاً ایک مریض کا غلط علاج ہو رہا تھا۔ وہ موت کی طرف جا رہا تھا اچانک صحیح علاج مل گیا اور وہ مریض موت سے بچ گیا تو یہ کہا جائے گا کہ اسکی موت ٹل گئی۔ ایک تقدیر تھی جو اسباب کے ساتھ وابستہ تھی جب صحیح اسباب مل گئے تو وہ ٹل گئی۔ اگر غلط اسباب چلتے رہتے تو وارد ہو جاتی۔

دُکھ کا مسئلہ

تقدیر انسانی میں ایک مسئلہ انسان کے لیے بہت مشکل اور پیچیدہ رہا ہے جو ہمیشہ اس کی ٹھوکر کا باعث ہوا ہے۔ اور جس کے نہ سمجھنے سے انسان کے ایمان۔ اعمال اور اخلاق پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس لیئے ضروری تھا کہ قرآن جو نوع انسان کے لیئے ایک کامل اور اکمل ہدایت نامہ ہونے کا مدعی ہے اس مشکل کو بھی حل کرتا وہ مسئلہ دُکھ کا ہے دُکھ ایک ایسی چیز ہے جس کا اثر انسان کے دل و دماغ پر بڑا قوی پڑتا ہے اور اسی لیے یہ وہ حالت ہے جس کا اثر انسان کے اخلاق پر بڑا زبردست پڑنا لازمی ہے۔

دُکھ کے اثر سے انسان شیطان سے ولی بھی بن سکتا ہے اور دُکھ کے اثر سے ہی انسان شیطان بھی بن سکتا ہے۔ دُکھ ہی وہ چیز ہے جس میں انسان کے صبر اور استقامت اور دیانت راستبازی اور عصمت و عفت کے اخلاق بڑے زور اور سرعت سے نشو و نما پا سکتے ہیں دُکھ ہی وہ چیز ہے جس میں پڑ کر انسان پرلے درجے کا بزدل لا اور نہایت متبذل اور کمینہ اور شیطانی حرکات کا مرتکب ہو سکتا ہے اس لیئے ضروری تھا کہ خدا کی طرف سے انسان کو اس معاملہ میں ایسی ہدایات دی جاتیں کہ انسان اس تقدیر کے جاری ہونے پر فائدہ اٹھاتا اور اخلاق میں ترقی کرتا اور تنزل نہ کرتا موت بھی دُکھ ہی کی ایک شکل ہے۔ لیکن چونکہ موت کے ساتھ اس دنیا کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لیئے اس کا ذکر خاص طور پر الگ کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے دکھ کو لے لو۔

دُکھ کے دو سبب

قرآن نے دکھ کے دو سبب بتائے ہیں۔ ایک تو وہ جو انسان اپنے ہاتھوں خود خریدتا ہے جیسا کہ فرمایا۔۔۔۔ ۔ جو مصیبت تم کو پہنچی وہ تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی تھی دوسرے وہ دکھ جو خدا کے حکم سے پہنچتا ہے۔۔۔۔۔۔ ۔ جو مصیبت تم کو پہنچی خدا کے حکم سے پہنچی۔ معلوم ہوا کہ کبھی مصیبت ہمارے ہی کرتوتوں سے ہمیں پہنچتی ہے اور کبھی خدا کے حکم سے ہمیں پہنچتی ہے۔

اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہوا دُکھ تقدیر معلق ہے۔

ظاہر ہے کہ جو دُکھ ہمیں اپنے ہاتھوں سے پہنچتا ہے وہ تقدیر معلق ہے جو بوجہ کمی علم اور نقص عمل کے ہم کو پہنچ جاتا ہے یعنی بعض دفعہ علم کی کمی کی وجہ سے ہم صحیح اسباب معلوم نہیں کر سکتے جن کو کام میں لا کر ہم اپنے منشاء کے مطابق فائدہ اٹھاتے اور دُکھ سے بچ جاتے یا علم تو تھا لیکن ہمارے علم میں نقص رہ گیا اور ہم نے پوری کوشش ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی نہ کی۔ اس لیئے ہمیں تکلیف پہنچ گئی۔ اگر ہمارے علم میں یا عمل میں نقص نہ رہ جاتا تو یہ تکلیف بھی ہمیں نہ پہنچتی اور تقدیر ٹل جاتی اس لیئے اس کا علاج قرآن نے بتایا ہے سعی اور دُعا جیسا کہ فرمایا۔۔۔۔۔۔ ۔ انسان کے لیئے نہیں ہے مگر جو وہ سعی کرتا ہے اور۔۔۔۔۔۔ کہ خدا سے مدد مانگو استقامت اور دُعا کے ساتھ۔

زیادتی عمل اور استقامت عمل کی سعی

سعی کسی کام میں کرو۔ علم کے بڑھانے اور عمل میں استقامت دکھانے میں علم کو بڑھانا اس لیے کہ تا صحیح اسباب کا پتہ لگ سکے جس سے حسب منشا نتائج حاصل ہو سکیں اور عمل پر استقامت اس لیئے کہ جب تک صحیح اسباب پر استقامت کے ساتھ عمل نہ کیا جائے نتیجہ مفقود رہے گا دعا بھی انہی دونوں مقاصد کے حصول کے لیئے ہے یعنی علم کے بڑھنے اور سعی میں استقامت پیدا کرنے کے لیئے خدا کی استعانت کا طلب کرنا یعنی انسان جب صحیح اسباب کی جستجو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی اس سعی میں مدد کرے اور اس کی استقامت میں فرق نہ آنے دے جیسا کہ۔۔۔۔۔۔ ۔ سے ظاہر ہے ایک طرف علم کے بڑھنے کے لیئے دعا ہے تو دوسری طرف صحیح اسباب اور سیدھے رستے پر ڈال کر اس پر استقامت طلب کی ہے۔ یہاں تک کہ منزل مقصود پر انسان جا پہنچے۔

خدا کا بھیجا ہوا دُکھ تقدیر مبرم ہے۔

دوسرا وہ دُکھ ہے جو خدا کی طرف سے انسان کو پہنچتا ہے یہ تقدیر مبرم ہے یہاں سعی اور دعا کوئی چیز کارگر نہیں ہوتی۔ خدا کا اندازہ پہلے سے چلا آتا ہے جو اٹل ہے اس موقعہ پر انسان کیا کرے وہ بھی سن لو۔ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ اور بے شک ہم آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ ان لوگوں کو جن کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہہ اٹھتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے برکات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پا گئے اور منزل مقصود پر پہنچ گئے گویا ایسی صورت میں خدا کی تقدیر کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کا حکم ہے اور خدا سے سچی صلح کرنے اور راضی رہنے کا حکم ہے تا اس پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہو۔ اور ایسا آدمی ہدایت پا گیا یعنے جو دُکھ کے نزول کا مقصد تھا کہ اس کے اخلاق ترقی کریں اور منازل سلوک طے ہوں وہ حاصل ہو گیا اور انہوں نے منزل مقصود کو پا لیا۔

تقدیر معلق و مبرم سے نفع کس طرح اٹھایا جائے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کبھی کوئی دُکھ آئے تو یہ پتہ کس طرح چلے کہ یہ تقدیر معلق ہے یا مبرم۔ خدا کی مشیت اور تقدیر کا پتہ انسان کا علم ناقص تو نہیں لگا سکتا یہ تو اب غیب کی بات ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے یا مبرم دُعا اور سعی سے کام لیا جائے یا

نہ لیا جائے۔

سو اس کے لیئے قرآن نے جو انسان کو راہ بتائی ہے وہ یہی ہے کہ دنیا میں ہر ایک کام جس کے لیئے انسان سعی کرتا ہے اسے تقدیر معلق ہی فرض کرے اور اس کے لیئے حتی المقدور سعی اور دعا کرے تاکہ تقدیر معلق ہونے کی صورت میں وہ فائدہ اٹھائے اور اس سعی کے نتیجہ میں اگر ناکامی ہو تو اس وقت اسے تقدیر مبرم سمجھ لے۔ اور خدا کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دے دوسرے لفظوں میں ہر کام کے شروع میں جس میں سعی کرنا فرض انسانی ہے اسے تقدیر معلق سمجھا جائے کہ کامیابی اسی طریق سے وابستہ ہے اور ہر سعی کا نتیجہ نکلنے کے وقت اگر وہ نتیجہ تمہارے حسب منشا نہیں تو اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے کہ دل و دماغ کی تسکین اور طمانیت اسی طریق سے وابستہ ہے۔

شروع میں تقدیر کو مبرم سمجھنے کا نتیجہ

اگر شروع ہی میں تقدیر کو مبرم فرض کر لیا جائے اور سعی اور دعا سے غفلت کی جائے تو بالکل ممکن ہے کہ وہ تقدیر معلق ہو۔ اور سعی اور دعا سے ٹل سکتی ہو اور اس طرح ناحق کا دکھ اور نقصان اٹھانا پڑے گا اور سعی کے نتیجہ پر اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ تقدیر معلق تھی اور ہماری سعی کی کمی سے ہمیں دکھ پہنچ گیا تو پھر اس وقت سوائے اس کے کہ ایک جلن اور غم ناقابل برداشت پیدا ہو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ سعی پوری طرح کی گئی ہو۔ اگر سعی ہی نہ کی گئی ہو اور کوئی دکھ پہنچ جائے تو پھر وہ سوال ہی دوسرا ہے۔ اس وقت تو دکھ بطور سزا کے اس پر وارد سمجھا جائے گا لیکن سعی اور دعا کے باوجود اگر نتیجہ حسب منشا نہیں نکلا تو پھر اس وقت ایک ہی طریقہ سکینت قلب کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے اور خدا کی تقدیر سے راضی ہو جائے۔

تقدیر معلق کے مبرم ہونے کی وجہ

یہ سچ ہے کہ ممکن ہے وہ تقدیر معلق ہی ہو اور بندہ کی سعی کی کمی کی وجہ ہی سے دکھ پہنچ گیا ہو لیکن چونکہ وہ بندہ بقدر اپنے علم اور استطاعت کے سعی اور دعا کر چکا اس لیئے اس کے لیئے وہ تقدیر مبرم ہی کا حکم رکھتی ہے۔ اور اسے وہی ثواب اور درجات ملیں گے جو تقدیر مبرم کے جاری ہونے اور بندہ کے رضا بالقضا ہو جانے پر ملتے ہیں یہیں سے بعض اولیا کو یہ غلطی لگی ہے جو انہوں نے سمجھ لیا کہ تقدیر مبرم بھی ٹل سکتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تقدیر مبرم وہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ جو ٹل گئی وہ تقدیر معلق ہے۔ بات یہ ہے کہ جس انتہائی مقام تک انہوں نے اپنی دعا کو پہنچایا وہاں تک دوسرے آدمی کی دعا پہنچ نہ سکتی تھی اس لیئے وہ تقدیر جو ایک مقرب الٰہی کی دعا سے ٹل گئی۔ وہ دراصل تھی تو تقدیر معلق مگر دوسرے بندہ کے لیئے تقدیر مبرم تھی۔ کیونکہ اس کی دعا سے ٹل نہیں سکتی تھی اس لیئے بہت سی تکالیف جو بظاہر تقدیر مبرم نظر آتی ہیں یعنی ٹلتی نظر نہیں آتیں۔ دراصل تقدیر معلق ہوتی ہیں۔ چونکہ سعی اور دعا ان میں اس انتہائی مقام تک نہیں پہنچتی جہاں پہنچ جانے سے وہ تقدیر ٹل جاتی۔ اس لیئے وہ تقدیر وارد ہو جاتی ہے۔

تقدیر معلق کے وارد ہونے پر مبرم کا ثواب

لیکن چونکہ وہ بندہ جو سعی اور دعا کر رہا تھا بقدر اپنے علم اور استطاعت کے اپنی طرف سے سعی اور دعا میں پورا زور لگا چکا اس لیئے اس کے لیئے وہ تقدیر معلق تقدیر مبرم ہی کا حکم رکھتی ہے اور اس لیئے نتیجہ کے وقت اس کے صبر اور تسلیم پر وہی ثواب قرب اور رحمت و برکات کا نزول ہوگا جس کا تقدیر مبرم کے نزول کے وقت اور اس سے راضی رہنے پر وعدہ الٰہی ہے۔

مایوسی مومن کا کام نہیں۔

پس کام کے شروع میں جو ------ کا ارشاد فرمایا کہ مومن کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ اسی لیئے فرمایا کہ شروع ہی سے تقدیر مبرم سمجھ کر مایوس ہو جانا اور ہاتھ پاؤں چھوڑ کر دعا اور سعی سے کام نہ لینا یہ شیوہ کفار کا ہے مومن کا نہیں۔ اور باوجود سعی و دعا کے مالوں اور جانوں کے نقصان پر صبر کرنا موجب اجر و رحمت بنایا۔ اسی وجہ سے کہ انسان بقدر اپنے علم اور استطاعت کے اپنا فرض ادا کر چکا۔ پس چاہیئے کہ مومن سعی اور دعا کر کے نتیجہ کو خدا پر چھوڑے اگر نتیجہ حسب منشا نکل آیا تو تقدیر معلق تھی۔ جسے خدا نے اپنی مغفرت اور رحمت و فضل سے ٹال دیا اور حسب منشا نہ نکلا تو کم از کم اس بندہ کے لیئے تو وہ تقدیر مبرم تھی جس کے لیئے وہ اپنے رب سے اجر کا امیدوار ہے۔

موت تقدیر مبرم ہے۔

یہی معاملہ انسان کی موت کا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب پیدا کیا تو اس کی ایک عمر مقرر کی جسے ------ سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی ایک وقت مقرر۔ یہ تقدیر مبرم ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ انسان پیدا ہوتا ہے جوان ہوتا ہے بوڑھا ہوتا ہے اور ------ کے ماتحت گھٹتا گھٹتا آخر کار اپنا وقت ختم کر جاتا ہے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی نے کسی کی عمر کم رکھی ہے کسی کی زیادہ۔ مثلاً کسی کو صرف ۳۰ سال کا وقت دیا گیا ہے تو کسی کو ۷۰ سال کا۔ غرضیکہ جو وقت ابتداء سے مشیت الٰہی نے اپنے اندازہ سے ایک شخص کے لیے مقرر کر دیا ہے وہ اٹل ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ------۔ جب ایک شخص کا وقت مقررہ آ گیا تو پھر اللہ تعالیٰ اس میں تاخیر نہیں ڈالتا یہ تقدیر مبرم ہے۔

وقت سے پہلے موت تقدیر معلق ہے۔

لیکن کبھی موت انسان پر وقت سے پہلے بطور تقدیر معلق کے آ جاتی ہے یعنی انسان سے ایسی غلط کاریاں ہوتی ہیں کہ وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے اپنی موت بلا لیتا ہے خواہ یہ غلط کاریاں بد پرہیزیوں کے رنگ میں ہوں جس سے جسمانی صحت برباد ہو جائے یا روحانی خرابیوں اور گندگیوں اور بد اخلاقیوں کے رنگ میں ہوں۔ اسی کو قرآن نے اس طرح فرمایا ہے ------ کوئی شخص بڑی عمر کو نہیں پہنچتا اور اس کی عمر میں سے کم نہیں کیا جاتا ہے مگر وہ کتاب میں ہے یہاں کتاب سے مراد تقدیر ہے۔ یہاں عمر کے متعلق دو باتیں بیان فرمائی ہیں ایک تو یہ کہ کسی شخص کا اپنی لمبی عمر کو پہنچ جانا اور اپنا پورا وقت لے لینا جتنی اس کی لکھی ہوئی تھی یہ تو تقدیر مبرم ہے اور دوسری یہ کہ کبھی انسان کی عمر کم بھی ہو جاتی ہے فرمایا یہ بھی کتاب میں ہے یعنی تقدیر میں ہے لیکن یہ تقدیر معلق ہے کیونکہ یہ انسان کی اپنی ظاہری یا باطنی بد پرہیزیوں کا نتیجہ ہوتا ہے اس کا کتاب میں ہونا اسی رنگ میں ہوتا ہے کہ انسان کے اعمال اور اسباب پر بطور نتیجہ کے وارد ہو جانا یہ خدا کا قانون ہے جو لکھا ہوا ہے۔ اگر وہ اسباب دور ہو جائیں جن سے یہ تقدیر وارد ہونے والی ہے۔ تو وہ تقدیر بھی ٹل جائے گی۔ اسی بات کو سورہ ہود میں کفار کو مخاطب کر کے فرمایا ------ یعنی اپنے رب کے حضور میں استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ تو تمہیں وقت مقررہ تک دنیا میں اچھی طرح رسائے بسائے گا اور اگر تم منہ موڑو گے تو میں ڈرتا ہوں کہ تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نازل ہوگا۔ یہاں دونوں تقدیریں صاف نظر آ رہی ہیں۔ ایک تو عمر مقرر شدہ ہے جو تقدیر مبرم ہے اور جسے اجل مسمی کے لفظ سے تعبیر فرمایا اور جو اٹل ہے ------۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کمپنی لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر سپلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

صرف احباب جماعت کے لیئے

جلد : ۷۵ ، مورخہ ۱۵- جون ۱۹۹۲ء ، شمارہ : ۱۲

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

.... اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کا خاصہ ہے سچائی ہے انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اس کی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتی بلکہ بچے اور دیوانے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں۔

سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اس کو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے۔ دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ مخواہ جھوٹ بولے پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقعہ وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو اس میں خدا کی تعلیم یہ ہے کہ :

بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کے لیے بلائے جاؤ تو جانے سے انکار مت کرو اور سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہے اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو۔ حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لیے ہو جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے یا اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ اور چاہیئے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی دینے سے نہ روکے سچے مرد اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائیں گے ان کی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔

منجملہ انسان کے طبعی امور کے ایک صبر ہے جو اس کو ان مصیبتوں اور بیماریوں اور دکھوں پر کرنا پڑتا ہے جو اس پر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں۔ اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے رو سے وہ صبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک حالت ہے جو تھک جانے کے بعد ضرور تا ظاہر ہو جاتی ہے یعنی انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت پہلے روتا چیختا سر پیٹتا ہے آخر بہت سا بخار نکال کر جوش کم جاتا ہے اور انتہا تک پہنچ کر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں ان کو خلق سے کچھ تعلق نہیں بلکہ خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز کو خدا کی امانت سمجھ کر کوئی شکایت منہ پر نہ لاوے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لیا اور ہم اس کی رضا کے ساتھ راضی ہیں اس خلق کے متعلق خدا تعالیٰ پاک کلام میں ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔

ہم تمہیں اس طرح آزماتے رہیں گے کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہوگا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا اور کبھی جانوں پر آفت آئے گی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہو گے اور حسب المراد نتیجے کوششوں کے نہیں نکلیں گے اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مرے گی پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چیزیں اور اس کی امانتیں اور اس کے مملوک ہیں پس حق یہی ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی طرف رجوع کرے یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پا گئے۔ غرض اسی خلق کا نام صبر اور رضا برضاء الٰہی ہے اور ایک طور سے اس خلق کا نام عدل بھی ہے۔ ...

٭٭٭

تنظیم خواتین احمدیہ

جنرل سیکرٹری صاحبہ تنظیم خواتین احمدیہ لاہور سے رقم طراز ہیں کہ:

"تنظیم خواتین کے چھ رکنی وفد نے ۲۱ مئی کو ملتان کا رابطہ دورہ کیا بیگم رضیہ مددعلی صاحبہ بیگم زبیدہ احمد صاحبہ ۔ بیگم نسرین گل محمد صاحبہ بیگم سلمیٰ انوار احمد صاحبہ بیگم ممتاز سیف صاحبہ اور بیگم ریحانہ ریاض صاحبہ اس وفد میں شامل تھیں

۲۱ مئی کی شام کو ہم بیگم الفت گلزار اور بیگم عطا اللہ کے گھروں میں گئیں ۔ بیگم الفت گلزار کے خاوند کی تعزیت کی ۔ سب کی خیریت دریافت کی ۔ ۲۲ مئی کو صبح دس بجے میاں رشید احمد صاحب کے گھر گئے اور ان کی مزاج پرسی کی ۔ بعد نماز جمعہ جلسہ شروع ہوا بیگم نصرت مبارک نے بہنوں کو خوش آمدید کہا ۔ رضیہ بیگم نے درثمین سے نظم پڑھی ۔ عبیرہ احمد نے نعت پڑھی ۔ بیگم سیما احمد نے حضرت صاحب کے حالات زندگی بیان کیئے ۔ آمنہ فاطمہ نے ملفوظات پڑھے ۔ بیگم غزالہ فاروق نے حضور نبی کریمؐ کی دوسرے انبیاءؑ پر فضیلت بیان فرمائی ۔

سحر فاروق نے حدیث نبویؐ پڑھی ۔ بیگم زبیدہ احمد صاحبہ نے حضرت صاحب کی تعلیمات پر روشنی ڈالی ۔ بیگم سلمیٰ انوار احمد نے مقام بانی سلسلہ احمدیہ اور تحریک احمدیت پر اظہار خیال کیا ۔ آخر میں بیگم رضیہ مددعلی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار بہت مؤثر پیرایہ میں کیا ۔ بیگم نصرت مبارک نے دعا کرائی ۔ سب خواتین نے فرداً فرداً ملاقات کی اور جماعت سے مضبوط تعلق استوار کرنے کی تاکید کی ۔

اخبار پیغام صلح میں محمد علی میموریل ڈسپنسری کے لیے فنڈ کی اپیل پڑھ کر بیگم نصرت مبارک نے ۲۰۰۰ روپے اور بیگم میاں رشید صاحبہ نے ۱۰۰۰ روپے اس فنڈ میں دیئے ۔"

درخواست دُعا :

اس سے قبل متعدد بار آپ سے درخواست کی جا چکی ہے کہ مسلم ٹاؤن کی جامع پر اہل محلہ نے ملی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ مل کر ناجائز قبضہ کر لیا تھا انجمن نے جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ کو دعویٰ برائے حصول حکم امتناعی اور حصول قبضہ کے لیے مسودہ تیار کرنے کیلئے مقرر کیا تھا لیکن قاضی صاحب کی گوناگوں مصروفیات اور بیٹے کی بیماری کیوجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا اب انجمن کے منیجر قانونی جناب چوہدری فتح محمد عزیز صاحب نے متبادل انتظام کیا ہے اور دعویٰ دائر کر دیا ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہے ۔

۱۱ اپریل ۱۹۹۲ء کو ادارہ تعلیم القرآن کی عمارت پر بھی اہل محلہ نے زبردستی قبضہ کر لیا اور وہاں پر متعین انجمن کے تین کارکنان کو ساری رات ایک کوٹھڑی میں محبوس رکھا اور صبح ڈرا دھمکا کر چھوڑ دیا ۔ اور ساتھ ہی بعض اراکین و کارکنان انجمن پر مقدمہ بھی بنا دیا گیا کہ جماعت کے کارکنان نے قبضہ حاصل کرنے کے لیے فائرنگ کی ہے ۔ کوشش بسیار کے بعد پولیس افسران نے ہمارے خلاف مقدمہ کو بے بنیاد پا کر خارج کر دیا ہے اور ہماری طرف سے دائر کردہ مقدمہ کو عدالت میں پیش کر دیں گے احباب سے گذارش ہے کہ جامع اور جائیداد کی بازیابی کے لیے درد دل سے دعائیں کریں کیونکہ خدا تعالیٰ کو تمام قدرت حاصل ہے ۔

—— ⁂ ——

جماعتی خبریں

* حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (اللہ تعالیٰ کی تائید آپ کو حاصل رہے) بخیریت و بصحت ہیں ۔ کار دینیہ کی زیادتی کیوجہ سے آپ گرمیاں گذارنے ایبٹ آباد بھی نہیں جا سکتے ۔ اس پیرانہ سالی میں آپ کو ملاقاتوں اور میٹنگوں کے علاوہ مسلسل چار گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے ۵ جون کو آپ نے مجلس معتمدین کی صدارت فرمائی احباب سے گذارش ہے کہ اس نادر وجود کی صحت و سلامتی کے لیے درد دل سے دعائیں کریں ۔

* ۲۲ مئی بروز جمعہ جماعت راولپنڈی نے جامع مبارک میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یوم وصال منایا ۔ منظوم کلام چوہدری محمد حیات صاحب نے بڑے پرسوز طرز پر سنایا ۔ ازاں بعد مندرجہ ذیل احباب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حیات طیبہ اور خدمات پر تقاریر کیں ۔

جناب ٹیپو صاحب فیصل آباد ۔ جناب شیخ حفیظ الرحمان صاحب لاہور

جناب شیخ شریف احمد صاحب جناب کیپٹن عبدالواحد صاحب پشاور

جناب محمود احمد صاحب بریگیڈیئر محمد سعید صاحب

جناب میاں فاروق احمد شیخ صاحب راولپنڈی

جناب مولانا عبدالحمید صاحب کے خطبہ جمعہ کے بعد حاضرین کو پُرتکلف ظہرانہ پیش کیا گیا ۔

* ۲۶ مئی ۱۹۹۲ء کو مقامی جماعت لاہور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یوم وصال منایا دو بچیوں فصیحہ جمیل اور وجیہہ جمیل نے منظوم کلام ترنم سے سنایا ملفوظات جناب چوہدری ظفور احمد صاحب نے پڑھ کر سنائے ۔ اور مندرجہ ذیل احباب نے تقاریر کیں ۔

جناب ڈاکٹر اصغر حمید صاحب، جناب راجہ محمد بیدار صاحب اور جناب کرنل حنیف اختر صاحب ملمی ۔

صدارتی تقریر جناب میاں ظہور احمد صاحب نے فرمائی اور حضرت امیر کی اختتامی دعا کے ساتھ یہ پروقار مجلس اختتام پذیر ہوئی اور ازاں بعد حاضرین کی خدمت میں پُرتکلف عشائیہ پیش کیا گیا ۔

* ۲۹ مئی بروز جمعہ جامع احمدیہ فیکٹری ایریا فیصل آباد میں حسب روایت یوم وصال منایا گیا ۔ جناب میاں مسعود احمد صاحب کی صدارت میں اجلاس کا آغاز ہوا چوہدری حیات صاحب نے ترنم سے منظوم کلام سنایا اور اطہر رسول صاحب نے ملفوظات پڑھ کر سنائے جناب مرزا طیب سلطان بیگ کی افتتاحی تقریر کے بعد جناب بشارت احمد نقا صاحب حفیظ الرحمان صاحب جناب کرنل حنیف اختر صاحب اور جناب راجہ محمد بیدار صاحب لاہور سے جناب قاضی طارق محمود صاحب اوکاڑہ سے اور جناب مولانا عبدالحمید صاحب راولپنڈی نے حضرت صاحب کی زندگی ان کے مشن اور جماعت کی سرگرمیوں میں مدلل اور مؤثر انداز میں روشنی ڈالی آخر میں جناب صدر میاں مسعود احمد صاحب نے اختتامی تقریر فرمائی اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اس گرم موسم میں دور دراز سے تشریف لاتے جلسہ کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں مشروبات اور ظہرانہ پیش کیا گیا ۔

—— ⁂ ——

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
(اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن پر ہو۔)

قربانی کا فلسفہ

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شجاعت اور بہادری غیروں کے سامنے دکھانا آسان ہے مگر اپنے نفس کے مقابلہ میں دکھانی بڑی مشکل ہے بڑے بڑے بہادر اور شجاع پہلوان اور بادشاہ نفس کے غلام ہوتے ہیں۔ خواہشات نفسانی انہیں جس راہ چاہتی ہیں چلاتی ہیں اس لیے نفس کے مقابلہ میں جب انسان بہادری اور شجاعت دکھاتا ہے تو اس کا نام ایثار و قربانی ہوتا ہے۔ یہ بہادری معراج ہے خواہشات نفسانی ایک طرف اسے کھینچتی ہیں اور خدا کا حکم اسے دوسری راہ چلاتا ہے سب سے بڑی بہادری یہ ہوتی ہے کہ نفس کا مقابلہ کر کے خدا کے حکم کے آگے گردن رکھ دے اور خواہشات نفسانی کی حیوانیت کو ذبح کر دے یہ اصل بہادری اور سچی قربانی ہے۔

واضح ہو کہ انسانیت دو حصوں پر منقسم ہے ایک تو اس میں بہیمیت ہے اور دوسری ملکوتیت۔ بہیمیت تو وہ حصہ ہے جو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں مشترک ہے یعنی اپنی خواہشوں کی پیروی۔ حیوان نادانستہ تقاضائے فطرت سے پیروی کرتے ہیں۔ انسان دانستہ اپنے فہم و ادراک کے تحت خواہشات کی پیروی کرتا ہے ملکوتیت وہ حصہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے جذبات اور خواہشات کو صحیح راستہ پر چلانے کی قابلیت رکھتا ہے اس کی مدد وحی الٰہی سے کی جاتی ہے خدا کے حکم کے تحت صفت ملکوتی انسان کو ترقی کی راہ پر چلاتی ہے۔ مگر بہیمیت یعنی حصہ حیوانیت اسے سفلی خواہشات کی طرف لے جاتی ہے جب تک یہ بہیمیت یا حیوانیت ذبح نہ ہو ملکوتیت ترقی نہیں کر سکتی ضرور تھا کہ انسان خدا کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو قربان کر دے تا وہ ترقیات کا وارث ہو پس حکمت الٰہی نے چاہا کہ انسان اپنی حیوانیت اور بہیمیت پر چھری پھیرنے کی نشانی یہ قائم کرے کہ بظاہر بھی ایک حیوان کو خدا کے نام سے ذبح کیا جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس معاہدہ کو کسی ظاہری نشان کے ساتھ پورا کیا جائے وہ دل پر بہت اثر کرتا ہے اس لیے اپنی حیوانیت کے قائم مقام سچ مچ ایک حیوان کو لے کر ذبح کرنے میں جو اثر ہے وہ صرف زبانی اقرار میں نہیں ہو سکتا۔ جب تک دل ساتھ نہ ہو زبانی اقرار کوئی چیز نہیں۔ اس لیے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ دل پر اثر پڑے اس کے لیے یہ التزام کرنا پڑا کہ ایک جانور کو ذبح کر دا کر گویا خون کے حرفوں سے قربانی کرنے والے کے دل پر لکھ دیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی ساری بہیمیت اور حیوانیت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ذبح کرنا ہے اسی واسطے کلام پاک نے صاف فرمایا کہ ان کے گوشت اور ان کے خون اللہ کو نہیں پہنچتے۔ لیکن تمہاری طرف سے جو اس کام میں تقویٰ ہے وہ اس تک پہنچتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قربانی میں تقویٰ اللہ تو یہی ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو ذبح کرنے کے لیے انسان ہر وقت تیار رہے پس اگر یہ معاہدہ قربانی کرنے میں ملحوظ خاطر نہیں تو پھر گوشت اور خون تو اللہ کو نہیں پہنچتا۔ وہ قربانی بے فائدہ اور بے معنی ہے۔ اصل تو وہ معاہدہ اور تقویٰ ہے جو قربانی میں مد نظر ہے۔ قربانی کے ذریعہ ہر سال اس معاہدہ کی تجدید ہوتی رہتی ہے جو انسان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر رکھا ہے۔ کہ وہ اپنی حیوانیت کو اس کے حکم کے سامنے ہر وقت قربان کرنے کو تیار رہے جہاں نفس اور حکم الٰہی بالمقابل آجائیں گے وہ نفس ذبح کر دے گا۔

ایک درخت کی دو شاخیں ہوں۔ ایک کاٹ دو تو دوسری بڑھتی ہے انسان میں سے حیوانیت کٹ جائے تو ملکوتیت بڑھے گی اور ترقی کرے گی۔ حیوانیت ہر وقت اپنا آرام چاہتی ہے۔

ملکوتیت دوسروں کے آرام کے لیے اپنے آرام کو قربان کر دینے میں دریغ نہیں کرتی۔ حیوانیت ہر ایک چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتی ہے۔ ملکوتیت دوسروں کے حقوق کی عزت کرتی ہے علیٰ ہذا القیاس قربانی کیا ہے حیوانیت کے جذبات کو کاٹنا ہے اور ملکوتیت کے جذبات کو ترقی دینا ہے۔ قربانی سے نفس پرستی ختم ہوتی ہے اور ایثار اور خدا پرستی شروع ہوتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اس قربانی کے بعد ایک نئی زندگی پاتا ہے جو دائمی اور جنتی ہوتی ہے جو نفس کے لیے نہیں ہوتی بلکہ خدا کے لیے ہوتی ہے اسی لیے ہمارے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے قربانی کی کامل اور صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے:

"کہہ دے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

گویا نماز اور قربانی وہ ذرائع ہیں جن سے انسان کی زندگی نفس کے لیے نہیں بلکہ محض اللہ کے لیے ہو جاتی ہے۔

توحید اور قربانی:

محبت کے لیے دو چیزیں بطور لازم و ملزوم کے ہیں ایک توحید دوسری قربانی۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ محبت دنیا میں مختلف چیزوں اور مختلف لوگوں سے حسب مراتب ہوا کرتی ہے اور جو چیز جتنی زیادہ محبوب ہوتی ہے اسی نسبت سے اس پر وہ چیزیں جو محبوب ہونے میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہیں قربان کی جاتی رہتی ہیں۔ مثلاً مال جو ایک محبوب چیز ہے جان پر سے جو محبوب ترین ہے قربان کر دیا جاتا ہے اور جنہیں عزت زیادہ محبوب ہے وہ جان کو عزت پر قربان کر دیتے ہیں۔ پس اسی نسبت سے محبت کا کمال اس امر کا متقاضی ہے کہ انسان کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے اس کی خاطر کل چیزیں قربان کر دی جائیں اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ محبت کاملہ کا حقیقی مصداق یعنی محبوب کامل ایک ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محبت کاملہ کا تقاضا ہی یہی ہے کہ صرف ایک ہی محبوب ہو۔ اور اس کی محبت میں اس قدر وارفتگی اور محویت ہو کہ اس کے سوا تمام چیزیں نظر میں ہیچ ہوں اور اس کی خاطر ہر ایک چیز کو قربان کرنے کے لیے انسان تیار ہو ورنہ وہ محبت کامل نہیں کہلا سکتی۔ جو چیز بھی اپنے محبوب کے لیے انسان قربان کرنے کو تیار نہیں وہ چیز ظاہر ہے کہ اسے محبوب تر ہے اور محب کا دعویٰ اپنے محبوب سے محبت کاملہ کا غلط ہے کیونکہ محبت کا کمال تو یہی چاہتا ہے کہ محبوب کامل و حقیقی کی خاطر محب ہر ایک چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہے پس محبت کاملہ جہاں یہ چاہتی ہے کہ محبوب صرف ایک ہو وہاں یہ بھی چاہتی ہے کہ اپنے محبوب حقیقی کی خاطر محب ہر ایک چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہو۔ اسی لیے دین حقہ نے محبت اور توحید اور قربانی کو ایک کلمہ ۔ ۔ ۔ میں بیان کر دیا یعنی کوئی محبوب و مطلوب و معبود نہیں سوائے اس کے مطلب یہ کہ اللہ کو محبوب کامل قرار دے کر اس کے سوا ہر ایک محبوب چیز کو اس پر سے قربان کر دیا اور ۔ ۔ ۔ میں اس قربانی کو ایسے کامل طور پر ادا کیا کہ تمام محبوب چیزوں کو مطلق نفی کے مقام میں رکھ دیا۔ کیونکہ قربانی کا کمال یہی چاہتا تھا کہ قربان کردہ

چیز کی ہستی کو ایسا بنا دیا جاوے کہ نفی کے مقام پر رکھ دیا جائے اس طرح ---- کہہ کر ہر ایک چیز کو جو محبوب و مطلوب ہو معبود بن سکتی تھی قربان کر کے بعد ازاں ---- فرمایا اور بتلایا کہ یہ قربانی جس محبوب حقیقی کی خاطر ہوتی ہے وہ اللہ ہے جو حسن اور احسان میں کامل ہے اور اس لیے اس قابل ہے کہ اسے محبوب حقیقی اور محبوب کامل بنایا جائے کیونکہ محبوبِ کامل بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیزیں جو محبت کو پیدا کرتی ہیں یعنی حسن اور احسان وہ اپنے پورے کمال کے ساتھ ایسے محبوب میں موجود ہوں۔

الغرض ---- میں ان تمام چیزوں کی قربانی مقصود ہے جو ماسوی اللہ ہیں اور جن کو انسان اپنا محبوب بنا سکتا ہے خواہ انسان کا اپنا نفس ہو یا مخلوق۔ کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی محبت انسان کے دل میں جگہ پکڑتی ہے اس لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا ---- یعنی ایمان والے تو وہ ہیں جن کی سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہو۔ محبت تو فطری طور پر انسان کو ہر ایک چیز سے حسب مراتب ہوا کرتی ہے۔ مخلوق سے بھی ہوتی ہے اور نفس سے بھی مگر قرآن نے یہ اصلاح کی کہ محبت کے ان تمام مراتب میں سب سے اعلیٰ درجہ خدا کے لیے رکھا یعنی متقی کا محبوب کامل خدا ہوا کرتا ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔ کہ اعلےٰ محبوب کی خاطر ادنیٰ محبوب قربان کر دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ---- خدا کی خاطر جو اس کا محبوب کامل ہے ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے خواہ وہ اس کا نفس ہو یا مخلوق یعنی خدا کی مرضی اور خوشنودی کی خاطر وہ مخلوق یا اپنے نفس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا اور تمام خواہشاتِ نفسانی اور تعلقاتِ دنیوی کو اس کی رضا کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔

پس یہ وہ قربانی ہے جو ---- کے اندر مضمر ہے اور ---- کی چھری سے جب وہ تمام ماسوی اللہ کو ذبح کر چکتا ہے تو پھر ---- میں صرف ایک محبوب حقیقی باقی رہ جاتا ہے۔ جو اصل توحید ہے گویا کامل قربانی سے کامل توحید پیدا ہوتی ہے جب تک قربانی کامل نہ ہو توحید کامل نہیں ہوتی۔ پس قربانی توحید کامل کے لیے بطور دروازہ کے ہے ظاہر بین تو دیکھتے ہیں کہ بقر عید کے موقع پر ایک جانور ذبح ہو جاتا ہے مگر حقیقت آشنا جانتے ہیں کہ اس کے اندر توحید کا راز مضمر ہے چنانچہ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے:

> ---- اللہ کو ان کے گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اس طرح اللہ نے ان کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم اس بات پر جس پر خدا نے تمہیں ہدایت کی ہے خدا کی بڑائی کرتے رہو اور محسن لوگوں کو خوشخبری سنا دو۔

مطلب یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچا کرتے۔ یہ ایک جاہلیت کا خیال ہے بلکہ اس کے اندر وہ تقویٰ مدنظر ہے جو قربانی کے ذریعہ خدا تم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جانور کو انسان کے بس میں کر کے اور ان کو قربان کر کے خدا تعالےٰ جو تقویٰ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ ---- یعنی خدا کی اس ہدایت کو یاد کر کے انسان اس سے یہ نفع اٹھائے کہ ہر آن خدا کی تکبیر کرتا رہے یعنی اس کی بڑائی اور عظمت کو ہر وقت مدنظر رکھ کر اپنے نفس کو جانور کی طرح اپنے بس میں کر کے اس کی ہستی پر چھری چلاتا رہے جس طرح وہ جانور کو ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھتا اور خدا کی عظمت کو یاد کرتا ہے اسی طرح خدا کے احکام کی عظمت کے آگے اپنے نفس کو جانور کی طرح تابع فرمان بنا کر اس کی خواہشات پر چھری پھیرتا رہے کیونکہ خدا کی تکبیر تب ہی قائم رہتی ہے جب نفس کی ہر خواہش پر جو خدا کے حکم کے خلاف ہو چھری پھیر دی جاتے جو شخص نفس کی پیروی کرتا ہے وہ خدا کی عظمت اور بڑائی کو اس وقت بھلا دیتا ہے اور نفس کا خود محکوم ہو جاتا ہے جس سے خدا کی تکبیر کو ہاتھ سے کھو بیٹھتا ہے

پس ایک متقی خدا کی تکبیر پر مداومت کرنے والا ہی انسان ہو سکتا ہے جو خدا کی بڑائی اور اس کے احکام کی عظمت اور کبریائی کے آگے مخلوق اور نفس کی کوئی حقیقت نہ سمجھے بلکہ نفس کو اپنا تابع بنا کر اپنی تمام خواہشات پر خدا کی تکبیر پڑھتا ہوا یعنی اس کے احکام کی عظمت کو مدنظر رکھتا ہوا چھری پھیرتا رہے۔ یہ ہے راز قربانی کا اور اس پر تکبیر پڑھنے کا اور یہ ہے وہ تقویٰ جو خدا تک پہنچتا ہے یعنی انسان ہر وقت خدا کی تکبیر کو مقصود خاطر رکھتے ہوئے ماسوی اللہ پر چھری پھیرتا رہے۔ اور خدا کی عظمت و کبریائی کے آگے نفس و مخلوق کو ہیچ سمجھے اور ہر ایک بڑی سے بڑی۔ اعلےٰ سے اعلےٰ محبوب سے محبوب چیز کو خدا کی بڑائی اور عظمت اور محبت پر قربان کر دے تکبیر اور قربانی کی اصل حقیقت یہی ہے اور اس مقام پر وہی پہنچتا ہے جو محسن ہو۔ یعنی خدا کو ایسا سمجھے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ جس شخص کی نظر ہر وقت خدا کی کبریائی پر ہوتی ہے وہ ہر چیز کو جو اس کے رستے میں حائل ہو قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے اور اس کی محبت کاملہ کے آگے ہر ایک قسم کی محبت کو ذبح کر دیتا ہے اور یہی اصل اور کامل توحید ہے جو کامل قربانی سے حاصل ہوتی ہے پس جب تک قربانی کامل نہ ہو توحید کامل نہیں ہوتی۔ مبارک ہے وہ جو قربانی کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ ایسوں کے لیے خدا بشارت دیتا ہے ---- اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔

جزائر فیجی کی خبریں

- جامع نور "سوا" میں زائرین کے لیے مرکز نگاہ ہے باہر سے آنیوالے وفود فیجی کی بانی قابل دید مقامات کے ساتھ ساتھ جامع نور کو دیکھنے کے لیے ضرور آتے ہیں اور یہ ایک قومی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ ہر دوسرے جمعہ کو کوئی نہ کوئی باہر کا وفد یہاں آتا ہے حال ہی میں امریکہ کے ایلڈر ہوسٹل کے ایک وفد نے جس میں ۲۰ - ۲۵ مرد و خواتین شامل تھیں جامع نور کا دورہ کیا۔ ہماری جمعہ کی عبادت کو بڑی دلچسپی سے دیکھا اور بڑی خوشی کا اظہار کیا ایسے ہر موقع پر انجمن کے چیف جناب نظام الدین صاحب اور جناب شفیع الدین صاحب ہوتے ہیں۔ زائر جاتے وقت جامع کے لیے عطیہ بھی دے جاتے ہیں
- جو ۵۰ ڈالر سے کم نہیں ہوتا۔
- **سانحہ ارتحال:**

لٹوکا سے جناب جامیر خان صاحب کی والدہ محترمہ مسز جیفون صاحبہ وفات پا گئی ہیں احباب سے غائبانہ نماز جنازہ کی استدعا ہے۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کمپار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵۔ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

صرف احباب جماعت کے لئے

جلد : ۷۵ ،، بتاریخ یکم جولائی ۱۹۹۲ء ،، شمارہ (۱۳)

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اس میں ایمان کو اعمالِ صالحہ کے مقابل پر رکھا ہے جنات اور انہار یعنی ایمان کا نتیجہ تو جنت ہے اور اعمال صالحہ کا نتیجہ انہار ہیں پس جس طرح باغ بغیر نہر اور پانی کے جلدی برباد ہو جانے والی چیز ہے اور دیرپا نہیں اسی طرح ایمان بے عمل صالح بھی کسی کام کا نہیں۔ پھر ایک دوسری جگہ پر ایمان کو اشجار (درختوں) سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ایمان جس کی طرف متقیوں کو بلایا جاتا ہے وہ اشجار ہیں اور اعمال صالحہ ان اشجار کی آبپاشی کرتے ہیں۔

غرض اس معاملہ میں جتنا جتنا تدبر کیا جاوے اسی قدر معارف سمجھ میں آویں گے جسطرح سے ایک کسان کاشتکار کے واسطے ایمان جو کہ روحانیات کی تخم ریزی کرتے اسی طرح روحانی منازل کے کاشت کار کے واسطے ایمان جو کہ روحانیات کی تخم ریزی ہے ضروری اور لازمی ہے اور پھر جس طرح کاشت کار کھیت یا باغ وغیرہ کی آبپاشی کرتا ہے اسی طرح سے روحانی باغِ ایمان کی آبپاشی کے واسطے اعمال صالحہ کی ضرورت ہے۔

یاد رکھو کہ ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ایسا ہی بے کار ہے جیسا کہ ایک عمدہ باغ بغیر نہر یا دوسرے ذریعہ آبپاشی کے نکما ہے درخت خواہ کیسے ہی عمدہ قسم کے ہوں اور اعلےٰ قسم کے پھل لانیوالے ہوں مگر جب مالک آبپاشی کی طرف سے لاپرواہی کرے گا تو اس کا جو نتیجہ ہو گا وہ سب جانتے ہیں۔ یہی حال روحانی زندگی میں شجر ایمان کا ہے ایمان ایک درخت ہے جس کے واسطے انسان کے اعمالِ صالحہ روحانی رنگ میں اس کی آبپاشی کیواسطے نہریں بن کر آبپاشی کا کام کرتے ہیں پھر جس طرح ہر ایک کاشتکار کو تخم ریزی اور آبپاشی کے علاوہ بھی محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے اسی طرح خدا تعالےٰ نے روحانی فیوض و برکات کے ثمرات حسنہ کے حصول کے واسطے بھی مجاہدات لازمی اور ضروری رکھے ہیں چنانچہ فرماتا ہے یعنی تم ہلکے ہلکے کام نہ کرو بلکہ اس راہ میں بڑے بڑے مجاہدات کی ضرورت ہے۔

نفس انسانی ایک بیل کے مشابہ ہے اور اس کے تین درجے ہوتے ہیں۔

نفسِ امّارہ : امارہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ امارہ کہتے ہیں بدی کی طرف لے جانے والا۔ بہت بدی کا حکم کرنے والا۔ بدی کی طرف بار بار جانے والا۔

دوسری قسم نفس کی نفسِ لوامہ ہے۔ لوامہ کہتے ہیں ملامت کرنے والے کو۔ انسان سے ایک وقت بدی ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی اس کا نفس اسکو بدی کی وجہ سے ملامت بھی کرتا اور نادم ہوتا ہے یہ انسانی فطرت میں رکھا گیا ہے مگر بعض طبائع ایسے بھی ہیں کہ اپنی گندہ حالت اور سیاہ کاریوں کیوجہ سے وہ ایسے محجوب ہو جاتے ہیں کہ ان کی فطرت فطرت سلیم کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی۔ ان کو اس ملامت کا احساس ہی نہیں ہوتا مگر شریف طبع انسان ضرور اس حالت کا احساس کرتا اور بعض اوقات وہی نفس ملامت اس کے واسطے باعث ہدایت ہو کر موجب نجات ہو جاتی ہے مگر یہ حالت ایسی نہیں کہ اس پر اعتبار کیا جاوے۔

نفس کی ایک تیسری حالت ہے جسے مطمئنہ کے نام سے پکارا گیا ہے اور وہ انسان کو جب حاصل ہوتی ہے کہ انسان نفس امارہ اور پھر نفس لوامہ کی مشکلات کو حل کر جائے اور اس جنگ میں اس کو فتح نصیب ہو نفس امارہ انسان کا دشمن ہے اور وہ گھر کا پوشیدہ دشمن ہے۔ لوامہ بھی کبھی کبھی دشمنی کا ارادہ کرتا ہے مگر باز آ جاتا ہے مگر برخلاف ان دونوں حالتوں کے جب انسان ترقی کر کے نفسِ مطمئنہ کے درجہ تک ترقی کر جاتا ہے تو اس کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ گویا اس کا دشمن اس کے زیر ہو گیا ہے اور اس نے دشمن پر نمایاں فتح حاصل کر لی اور صلح ہو گئی۔ انسانی ترقیات کی آخری حد اور اسکی زندگی کا انتہائی نقطہ اسی بات پر ختم ہوتا ہے کہ انسان حالتِ مطمئنہ حاصل کرلے اور وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ انسان کی رضا خدا کی رضا اور اس کی ناراضگی خدا تعالیٰ کی ناراضگی ہو جاتی ہے اس کا ارادہ خدا تعالےٰ کا ارادہ ہوتا ہے اور وہ خدا کے بلائے بولتا اور خدا کے چلائے چلتا ہے تمام افعال و حرکات و سکنات اس سے نہیں بلکہ خدا سے سرزد ہوتے ہیں اور انسان کی پہلی حالت پر ایک قسم کی موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی کا جامہ اسے ازسر نو عطا کیا جاتا ہے۔

غرض قانون قدرت میں ایسا پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو سلسلے پہلو بہ پہلو بنائے ہیں ایک جسمانی اور دوسرا روحانی جو کچھ جسمانی طور سے مہیا ہے وہی روحانی طور سے بھی ہوتا ہے پس جو شخص ان دونوں سلسلوں کو نصب العین رکھ کر کاروبار میں کوشش اور محنت کریگا وہ جلدی ترقی کرے گا۔ اس کی معلومات وسیع ہوں گی۔ ہر صورت میں ہر جسمانی کام ان کے روحانی امور کے مشابہ ہو گا۔"

حضرت امیر مولینا محمد علی (خدا کی رحمتیں ان پر ہوں۔)

شوہر اور بیوی کی ذمہ داریاں

ترجمہ :"مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس لیے کہ انہوں نے اپنے مالوں سے کچھ خرچ کیا ہے سو نیک عورتیں، فرمانبردار، پیٹھ پیچھے حفاظت کرنے والی، ہوتی ہیں اس کی وجہ سے جو اللہ نے ان کی حفاظت کی ہے اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو تو ان کو وعظ کرو اور خوابگاہوں میں ان کو الگ کر دو اور ان کو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کوئی راہ تلاش نہ کرو اللہ بلند بہت بڑا ہے اور اگر تم کو دونوں میاں بیوی میں باہم دشمنی کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا اس (مرد) کے لوگوں میں سے اور ایک فیصلہ کرنے والا اس (عورت) کے لوگوں میں سے مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے اللہ ان میں افقت کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور قریبیوں کے ساتھ بھی اور یتیموں مسکینوں اور قریبی پڑوسی اور دُور کے پڑوسی اور پاس والے ساتھی اور مسافر اور ان کے ساتھ بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ اللہ اسے پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنیوالا فخر کرنیوالا ہے۔ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ پیچھے آنے والے دن پر اور جس کا ساتھی شیطان ہو تو وہ بہت ہی بُرا ساتھی ہے اور ان پر کیا وبال آجاتا اگر یہ اللہ اور پیچھے آنیوالے دن پر ایمان لاتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو اللہ نے ان کو دیا تھا اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ اللہ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر وہ نیکی ہو تو وہ اس کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیتا ہے پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت سے گواہ لائیں گے اور تجھ کو ہم ان پر گواہ لائیں گے۔ اس دن وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی آرزو کریں گے کہ کاش زمین ان پر برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔"

مرد کن امور میں عورتوں کے متکفل ہیں۔

مرد قوّام ہیں عورتوں پر، قوام کیا چیز ہے۔ ایک لفظ قائم ہے قوام اسی کا صیغہ مبالغہ کا ہے۔ بہت کھڑا ہونے والا کسی امر کا یا کسی شخص کا متکفل ہونا اسے کہتے ہیں۔ قائم بالامر اور قائم بفلان۔ ۔ ۔ ۔ کے معنے ہیں مرد متکفل ہیں عورتوں کے۔ کن امور میں ان کے متکفل ہیں۔ تمام ان امور میں جن میں عورتوں کو ان کے تکفل کی ضرورت پڑتی ہے۔ پناہ دینے میں۔ مکان دینے میں۔ پہننے کو کپڑا اور دیگر سامان بیت کے مہیا کرنے میں۔ دین میں بھی مرد ان کے متکفل ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچانے میں اور ان میں کوئی نقص اگر ہے تو اس کی اصلاح بھی مرد کے ذمہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جہاں دو یا زیادہ آدمیوں کا تعلق پڑے گا وہاں ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی ورنہ انتظام چل نہیں سکتا۔ اس لیے فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ اس تعلق میں جو مرد اور عورت کا پیدا ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے متکفل بنایا ہے مرد کو عورت کا۔

عورتوں کی بڑی کمزوری

عورتوں کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کو گھر کے کاروبار کی وجہ سے بچوں کی تربیت کے باعث معاش وغیرہ پیدا کرنے کا نہ تو موقعہ ملتا ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتی ہیں۔ عورتوں کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس قدر محنت نہیں اٹھا سکتیں کہ گھر کا کاروبار بھی کیا کریں اور معاش بھی مہیا کریں۔ اللہ تعالےٰ نے مردوں کے قویٰ مضبوط بنائے ہیں عورتوں سے چونکہ وہ کما کر خود اپنے اور عورتوں کے معاش کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے انہیں عورتوں پر قوام بنا دیا۔ اسی کا ذکر فرمایا ہے ان الفاظ میں۔ ۔ ۔ ۔ یعنے مردوں کو اس لیے عورتوں کے اوپر قوام بنایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ مرد عورتوں پر اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں۔

مردوں کا نامناسب رویّہ

مرد نرے عورتوں کے خورد و نوش کے ہی متکفل نہیں بلکہ ان کے اخلاق کی حفاظت اور درستی بھی انہی کے ذمہ ہے لیکن یہ نہیں کہ یہ تربیت سونٹے وغیرہ سے کی جائے مرد اس بات کے لیے تو تیار ہیں کہ عورتوں پر قوام بنیں لیکن اپنے اخلاق سے تربیت نہیں کرنا چاہتے تم کو قوام بننے کے یہ معنے نہیں لینا چاہیئے کہ عورتوں کو دُکھ دو۔ ذرا ذرا سی بات پر انہیں سزا دو۔ یا انہیں معلقہ چھوڑ دو۔ قوام کے معنے ان کے تکفل کے ہیں سونٹوں سے ان کا تکفل نہیں ہوتا۔ بلکہ اخلاق اور پند و نصائح سے ان کی تربیت کرنی ہے دین کے معاملہ میں مرد عورتوں کے زیادہ متکفل ہیں۔ اگر گھریلو عورت سے کوئی قصور ہو جائے ذرا سالن میں نمک تھوڑا ہو تو معًا اسکی اصلاح کے لیے اس قدر حکم جتاتے ہیں کہ سونٹے وغیرہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے لیکن اور کوئی خلاف شریعت باتیں اگر عورتیں کریں تو مرد اس معاملہ میں خاموش رہنا پسند کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عورتوں کی دین سے ناواقفیت اور خلاف دین کاموں کا اثر آگے ان کی اولاد پر پڑتا ہے اور اس طرح یہ سارا ڈھانچہ سوسائٹی کا بگڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ عورتوں کا اپنے دین سے واقفیت پیدا کرنا نہایت ضروری امر ہے۔ عورتیں دین سے جاہل اور لاپرواہ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر زکوٰۃ کے معاملہ میں بہت کچھ کہا جاتا ہے اکثر مردوں کا یہی وطیرہ ہے وہ اس بات کی پرواہ بھی نہیں کرتے کہ عورتوں کو اس کے متعلق کہنا چاہیئے یا نہیں۔ اکثر لوگ اس مال کو اپنا مال نہ سمجھ کر زکوٰۃ لینا بھی مشکلات میں سے سمجھتے ہیں بیشک مشکلات بھی ہوتی ہیں لیکن بعض پر تو تمہاری حکومت ہوتی ہے ان سے تم بہت آسانی کے ساتھ لے سکتے ہو اور کیا ہے مشکلات میں سے ہو کر انسان سب کچھ کر سکتا ہے اصل میں ہماری عورتوں کو علم نہیں ہوتا ورنہ زکوٰۃ دینے سے انہیں تامل نہیں۔

ایک مرد کا اعلیٰ نمونہ

ہمارے ایک بڑے کرم معظم دوست نے اسی زکوٰۃ ہی کے لیے کوشش کی ہے تو اپنے گھر کی تمام عورتوں حتیٰ کہ صرف ایک دن پہلے کی بیاہی ہوئی بہو سے بھی لے کر ان سب

کی زکوٰۃ ادا کی ہے۔ وہ ہمارے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب ہیں۔ آخر ان کے کہنے سے ہی یہ بات ہوئی ہے پھر کیوں دوسرے بھی اگر کوشش کریں تو زکوٰۃ لے نہیں سکتے۔ میں نے صرف ایک نیک نمونہ کے طور پر یہ بات کہی ہے۔ وہ لوگ ایک گناہ کا ارتکاب کرا رہے ہیں جو اپنی عورتوں کو سمجھاتے نہیں۔ جو عورتیں ناواقفیت کی حالت میں ادا نہیں کرتیں انہیں ایک حد تک سمجھانا چاہیئے۔ ورنہ اس کے اصل ذمہ دار اور قصور وار تم ٹھہرو گے وہ بیچاری تو ناواقفیت کے سبب ایک حد تک معذور بھی سمجھی جا سکتی ہیں مگر تم جو سنتے ہو تم واقف ہو کر نہیں سمجھاتے تو اصل قصور وار تم ہو۔ کیوں مردوں کو عورتوں کا متکفل بنایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرد عورتوں کے اوپر قوام بنائے گئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور نیز مرد اپنے اموال کو عورتوں پر خرچ کرتے اور ان کے لیے معاش کا بندوبست کرتے ہیں اسوجہ سے اللہ نے ایک گونہ اختیار مرد کو عورت کے اوپر دیا ہے۔

مثالی بیوی

۔ ۔ ۔ ۔ نیک عورتیں ۔ ۔ ۔ ۔ فرمانبردار ۔ ۔ ۔ غیب میں حفاظت کرنے والیں۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ خاوند کے حقوق کی نگہداشت کرتی ہیں۔ صالحات ایک صفت ہے اور قانتات خدا کی فرمانبرداری۔ دوسری صفت حافظات للغیب تیسری صفت۔ اس سے آگے فرمایا کہ خاوند کے حقوق کی حفاظت اس لیے کریں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ دین حقہ میں عورتوں نے کوئی حقوق طلب نہیں کیے تھے حقوق کیا طلب کرنے تھے انہیں تو اس بات کا وہم بھی نہیں تھا کہ ان کے بھی کوئی حقوق ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے خود ہی عورتوں کے حقوق کو بیان فرمایا۔ تو فرمایا کہ چونکہ اللہ نے تمہارے حقوق کی جو تمہارے خاوندوں کے اوپر ہیں حفاظت کی ہے اور انہیں ضائع نہیں کیا۔ اس لیے تم بھی اپنے خاوندوں کے حقوق کی حفاظت کرنیوالی ہو۔

غلط کار بیوی کی اصلاح

آگے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر کچھ عورتیں ہیں کہ تم ان کے نشوز سے ڈرتے ہو۔ نشوز کیا ہے عورت کا نشوز یہ ہے کہ خاوند سے بغض رکھے۔ دوسری جگہ مرد کے نشوز کا بھی ذکر فرمایا ہے جہاں کہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے نشوز سے خائف ہو وہاں نشوز کے معنے مرد کا قصور وار ہونا اور عورت کو مارنا ہے یہاں اس حالت کا ذکر ہے جب قصور عورت کا ہو تو فرمایا ایسی حالت میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تین سزائیں رکھیں پہلی بات یہ ہے کہ انہیں وعظ و نصیحت کرو۔ دوسری بات یہ بتائی کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان سے ہلکا سا قطع تعلق کر لو جو صرف خوابگاہوں تک ہی محدود ہو۔ اگر پھر بھی وہ اپنی بات سے باز نہ آئیں تو ۔ ۔ ۔ ان کو مارو۔ لوگ ایسے حکم کو جو ان کی طبائع کے میلان کے مطابق ہو فی الفور اختیار کر لیتے ہیں۔ مارنے کو تو جسے اللہ تعالےٰ نے تیسرے درجہ پر رکھا ہے شاید ہر ایک تیار ہو جائے گا اور جھٹ سونٹا پکڑ کر گرد ہو جائے گا۔ لیکن اتنا نہیں سوچے گا کہ تین مرتبے اللہ تعالےٰ نے قائم کیے ہیں۔ پہلے وعظ، پھر خوابگاہوں سے علیحدگی پھر تیسرے درجہ پر مارنا۔ مارنا کس طرح چاہیئے اور کس چیز سے مارنا چاہیئے اس کے لیے یہ تو فیصلہ شدہ امر ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہلکی سی سزا کے لیے تجویز کیا ہے۔ یہ نہیں کہ سونٹا پکڑ کر گرد ہو جائے۔

امام شافعی رح نے کہا ہے کہ مارنا مباح تو ضرور ہے لیکن اس کا ترک افضل ہے۔ لیکن یہاں اگر میاں کے خلاف مزاج ذرا بھی کوئی بات ہو تو بس بیچاری عورت کی شامت آجاتی ہے۔

فضیلت کا ناجائز فائدہ

انسان مختلف قسموں کے ہوتے ہیں بعض وقت ایک انسان کے لیے اشارہ بھی کافی ہوتا ہے قرآن نے ایک حکم تو رکھدیا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ جن کو فضیلت دی ہے وہ اب اس سے ناجائز فائدہ اٹھاکر بیچاری عورتوں کو مارتے پھریں ابتدا میں یہ حالت تھی کہ مہاجرین زیادہ سختی کرتے تھے عورتوں کے ساتھ۔ جب عورتوں کے حقوق قرآن نے قائم کیے تو مہاجرین کی عورتیں زیادہ تیز ہوئیں۔ اس پر ایک شخص نے اپنی عورت کے ساتھ بہت کچھ سختی کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اگلے دن نبی کریمؐ کے پاس ستر عورتیں آئیں اور انہوں نے اس بات کی شکایت کی آپ نے اس کے بعد خطبہ میں صاف طور پر ان لوگوں پر جو اپنی عورتوں پر سختی کرتے اور انہیں تکلیف دیتے ہیں بہت کچھ اظہار ناراضگی کیا۔ دوسری جگہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آؤ سختی کے ساتھ برتاؤ نہ کرو۔

اصلاح ہی مقصود ہونی چاہیئے۔

تو ان تین سزاؤں کے بعد فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر وہ تمہاری اطاعت اختیار کر لیں تو پھر انہیں اور کوئی دکھ دینے کی راہ نہ ڈھونڈو یعنی انہیں کوئی سزا نہ دو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تحقیق اللہ تعالےٰ بزرگ اور بڑا ہے پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر تم ان دونوں میں ایسی بات دیکھتے ہو کہ جس سے ان میں تفرقہ پڑتا ہے تو ایک شخص کو جو مرد کے اہل میں سے ہو اور ایک جو عورت کے لوگوں میں سے ہو حکم مقرر کر لو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کے درمیان اصلاح ہو جانے کی توفیق ڈال دے گا۔ دوسری جگہ ہے کہ اگر وہ اصلاح نہ چاہیں تو طلاق دے دیں۔ حضرت علی رضہ کے وقت میں ایک مقدمہ آیا تھا یہی عورت و مرد کے باہمی تنازعہ کا۔ حضرت علی رضہ نے ان دونوں کے اہل میں سے ایک ایک شخص کو حکم مقرر کر دیا اور انہیں کہا کہ جو کچھ یہ فیصلہ کریں اسے تم نے تسلیم کرنا ہو گا۔ جس مرد کا اپنی بیوی سے تنازعہ تھا اس نے کہا کہ میں حکم کا فیصلہ نہیں مان سکتا۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا: تو کون ہوتا ہے فیصلہ نہ ماننے والا تمہیں وہی تسلیم کرنا پڑے گا جو یہ لوگ فیصلہ کریں۔

تو یہ اللہ تعالےٰ نے ایک تجویز اصلاح کی رکھی تھی جو بہت کچھ فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ اور آپس کے بہت کچھ تنازعات کو مٹا سکتی ہے۔

مومن اور مومنہ کے اصول حیات

اب یہ سب باتیں بتا کر جن میں مرد کو بہت سی تعلیم اس کے خانگی معاملات کے متعلق دی ہے اسے عام کرتا ہے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ کی عبادت کرو۔ لیکن صرف اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو اس کا کوئی شریک نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا یہ انسان کی بڑائی کا معیار نہیں۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے تمام دوسری مخلوقات سے اشرف بنایا ہے اس کے لیے یہ واجب نہیں کہ خدا کے سوائے کسی اور چیز کو بھی اس کی عبادت میں شریک کرکے اپنے آپ کو گرالے۔ آگے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اللہ تعالےٰ کے بعد سب سے پہلے والدین کو رکھا۔ اس سے اتر کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قریبیوں کے ساتھ۔ اس سے اتر کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یتیموں سے نیک برتاؤ کرو۔ آگے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ مسکینوں کے ساتھ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پڑوسی جو پاس رہنے والا ہو۔ اس سے اتر کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک تو اپنی قوم کا آدمی ہوتا ہے۔ جو ہمسائے میں رہتا ہے اور ایک اجنبی ہمسائے

ہوتے ہیں تو اجنبی پڑوسیوں سے بھی نیکی کرنے کی تعلیم دی ہے اس پر عمل تو بالکل ہی متروک ہو رہا ہے اور کسی کو خیال بھی نہیں کہ ہمسایوں کا کس قدر حق ہوتا ہے آگے فرمایا۔ - - - - -
صاحب بالجنب کہتے ہیں جو پاس بیٹھنے والا ہو۔ مثلاً جب انسان ریل میں بیٹھا ہو تو اسوقت جو اس کے پاس بیٹھا ہو وہ صاحب بالجنب ہے جامع میں جو اس کے ساتھ آکر اس کے پاس بیٹھا ہو دفتر میں جو ساتھ بیٹھ کر کام کرتا ہے۔ سکول میں جو طالب علم ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں وہ سب صاحب بالجنب ہیں تو فرمایا جو صاحب بالجنب ہیں ان کے ساتھ بھی نیکی کرو۔ گویا اب پڑوسیوں سے اتر کر ان کو لے آیا جو کبھی کسی انسان کے پاس بیٹھ گئے ہوں۔ پھر فرمایا - - - - مسافروں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کرو پھر اس سے اتر کر - - - - - - - میں بہت کچھ شامل ہے خواہ وہ ملازم ہوں یا غلام اور خادم ہوں یا میں کہتا ہوں اس سے بھی اتر کر حیوان ہوں تمام ہی - - - - - - میں داخل ہیں - - - - - - - - - - - تحقیق اللہ نہیں پسند کرتا اس کو جو مختال ہو اور فخر کرنے والا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں دیا اپنے فضل سے اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت دینے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

مختال وہ لوگ ہیں جو اپنے کبر کی وجہ سے دوسروں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے۔ فخور جو اپنی بڑائی بیان کرتا ہے اس کے آگے تفسیر کی کہ خود بخل کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ جو شخص خود بخل کرتا ہے وہ لازمی بات ہے کہ دوسروں کو بخل کا حکم دے جب وہ خود کوئی چیز خرچ کرنا نہیں چاہتا تو وہ دوسروں کو کب بخل کا حکم نہ دے گا - - - مال ہو۔ طاقت ہو اس کا چھپانا یہی ہے کہ اس کو خرچ نہ کیا جائے۔

محض رضائے الٰہی مطلوب ہو۔

آگے فرمایا: - - - - - - - - - - وہ اپنے اموال کو لوگوں کے دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں لاتے۔ یعنے دین کے لیے خرچ کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہاں کوئی دعوت کرنی ہو کسی کا ختنہ کرنا ہو یا اور کوئی بیاہ یا موت کی رسم پوری کرنی ہو تو اس کے لیے مکان بھی بیچ دیتے ہیں لیکن جب دین کے لیے خرچ کرنے کا سوال ہو تو وہاں تنگ دلی کا عذر پیش کر دیتے ہیں۔ فرمایا ان کا ایمان خدا اور جزا سزا پر کوئی نہیں کیونکہ اگر ایمان ہو تو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضروری قرار دیں۔ بخل سے مراد ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تنگ دلی ہے۔ ان کے متعلق فرمایا - - - - - - جس کا شیطان ساتھی ہو جائے پس وہ بہت برا ساتھی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا - - - - - شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا اور بخل کا حکم کرتا ہے تو پس چونکہ وہ شیطان کے ڈراوے میں آجاتا ہے اس لیے وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے - - - - - - - - - - - اور کیا بگڑتا ان کا اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور یوم آخرت پر اور خرچ کرتے اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو اور اللہ انہیں جانتا ہے۔ - - - - - - - اللہ کوئی ان پر ظلم تو نہیں کرتا۔ وہ تو اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اسے بڑھاتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور اپنے پاس سے اُسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے - - - - - - پس کیا حالت ہوگی اسوقت جب ہم ہر ایک قوم میں سے ایک گواہ لے آئیں گے اور تجھ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔ کبھی غور کرو اور اسوقت کی حالت کو قیاس کرو جب قیامت کے دن جوابدہی کرنی ہوگی رسول تو تمہارا وہ ہو جو تمہارے لیے سب سے بڑا مزکی ہے لیکن تم دوسری قوموں سے بھی درحقیقت پیچھے ہو اس بات کا کوئی فکر نہیں کہ دین کا کچھ بن جائے بس صرف دکھاوا اور بڑا بننے کا فکر دامنگیر ہے۔ - - - - - -

۔۔۔

جماعتی خبریں:

★ حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (اللہ تعالیٰ کی تائید آپکو حاصل رہے) خدا کے فضل و کرم سے بخیریت و صحت ہیں اور دینی کاموں میں تمہ تن مصروف ہیں اور جماعتی امور کی رہنمائی فرماتے ہیں احباب سے ملاقات کا بھی سلسلہ جاری رہتا ہے لاہور میں موسم گرما کی بڑی شدت اور حدت کے باوجود آپ جماعتی مفاد کی خاطر لاہور ہی میں مقیم ہیں جبکہ آپ عموماً یہ ایام ایبٹ آباد کی خوشگوار اور صحت افزا مقام پر گذارتے ہیں احباب ان کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لیے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

★ وفات حسرت آیات:

۹ اجون بروز جمعۃ المبارک ساڑھے نو بجے صبح کیپٹن عبدالسلام صاحب کو جلال الدین اکبر صاحب نے امریکہ سے بذریعہ ٹیلی فون یہ افسوسناک خبر دی ہے کہ ان کے والد ماسٹر محمد عبداللہ صاحب وفات پا گئے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔) بارگاہ ایزدی میں ہماری دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کی وفات حسرت آیات سے جماعت ایک فعال، مستعد اور مؤثر شخصیت سے محروم ہو گئی ہے۔ حضرت امیر نے مرحوم کے بیٹے ظفر اقبال عبداللہ صاحب کو احباب جماعت کی طرف سے تعزیتی تار و خط ارسال کر دیا ہے بیرونی جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔ ادارہ پیغام صلح مرحوم کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

★ درخواست دعا: کرنل محمود شوکت صاحب امام لندن مشن بعارضہ قلب بیمار ہیں فی الحال رو بصحت ہیں ان کی مکمل صحت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

تربیتی کورس

احباب کرام! سلام مسنون

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے جیسا کہ آپ جانتے ہیں انجمن ہر سال نوجوانان الاحمدیہ اور اطفال کی تعلیم و تربیت کے لیے موسم گرما کی تعطیلات میں ایک دینی تربیتی کورس منعقد کیا کرتی ہے امسال تربیتی کورس ۲۶ جولائی تا ۷ راگست ۱۹۹۲ء کی تاریخوں میں شروع کیا جا رہا ہے امید ہے آپ پوری سعی فرمائیں گے آپ کی جماعت سے زیادہ سے زیادہ نوجوان بچے اس دینی تربیتی کورس میں شرکت کریں گذشتہ سال بھی کورس ۵ اجولائی ۱۹ء سے شروع ہوا تھا لیکن اس مرتبہ کچھ تاخیر سے شروع کیا جا رہا ہے اور اس میں تبدیلی بھی کی گئی ہے۔ ایک تو گرمی کی شدت میں کچھ کمی آجائے دوسرے کورس کے سلسلہ میں نصاب اور دیگر تفصیلات آپ کو دارالسلام لاہور آنے سے پہلے مہیا کر دی جائیں گی تاکہ آپ کورس کے لیے پہلے سے تیار ہو کر آئیں اور کورس کے نصاب سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

مہربانی فرما کر منتظمین اور طلباء کے ناموں کی فہرست اور ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء تک مرکز کو فراہم کر دیں تاکہ کورس سے متعلق تفصیلات اور دیگر مواد آپ کو ارسال کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں ان کی رہائش اور متعلقہ امور کی تیاری میں سہولت رہے۔ امید ہے حسب سابق ہمیں آپ کا تعاون حاصل رہے گا۔ شکریہ

والسلام

سردار علی خان

آنریری جنرل سیکرٹری

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کیپار شید وڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور" دارالسلام" سے شائع کیا۔

جلد: ۷۵ ، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء ، شمارہ: ۱۴

سیّد الشہداء حضرت امام حسینؓ کا مقام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں

"میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رُو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے:

- - - - - - - - - - مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے۔

اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لیے اختیار کرتے ہیں اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں۔ یا غفلت اور کسل ہو۔ سب سے اپنے تئیں دُور لے جاتے ہیں لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔

مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔

تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان، اخلاق، شجاعت، تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔

یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حضرت حسین رضؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضؓ سے بھی محبت کی جاتی۔"

از قلم مولوی مرتضٰے خان صاحب بی۔ اے

اَخلاقِ حضرت مسیح موعود

صداقت شعاری

بچہ کی ضد اور آپ کا سچ بات پہ اصرار

ایک دفعہ صاحبزادوں میں سے کوئی برف لینے کی ضد کر رہا تھا۔ برف تھی نہیں حضرت صاحب بچے کو بہلاتے مگر وہ مانتا نہیں تھا اور روئے جاتا تھا۔ گھر سے ایک نمک کی ڈلی بھیجی گئی کہ بچہ برف مانگتا ہے آپ اس کو یہ نمک کی ڈلی دیں اور کہیں کہ یہ برف ہے شاید اس طرح بچہ مان جائے بچے کو منانے کے لیے نمک کو برف کہہ دینا ایک معمولی بات تھی لیکن حضرت صاحب نے اس کو کبھی گوارا نہ فرمایا بجائے اس کے کہ آپ یہ فرماتے کہ یہ برف ہے آپ یہی فرماتے رہے کہ لو کبھی اسی کو برف سمجھ لو۔ اس سے آپ کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا ہے اور یہ امر آپ کی انتہائی صداقت شعاری اور راستی کی علامت ہے ورنہ بچوں کو بہلانے کے لیے اس قسم کی باتیں کہہ دینا کبھی کسی کے وہم میں نہیں آتا۔ کہ جھوٹ بولنے کے مترادف ہو۔

عدالت میں غلط بیان دینے سے انکار

لالہ دینا ناتھ جو بہت سی اردو اخبارات کے ایڈیٹر تھے انہوں نے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی بار لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ اگرچہ مرزا صاحب سے ان کا اختلاف تھا لیکن وہ مرزا صاحب کو ایک بہت بڑا انسان سمجھتے تھے۔ جس کی تفصیل وہ یوں بیان کیا کرتے تھے کہ مولوی فضل الدین صاحب مرحوم ایڈووکیٹ نے ان سے ایک دفعہ بیان کیا کہ مرزا صاحب پر کوئی مقدمہ تھا میں ان کا وکیل تھا۔ میں نے عدالت میں پیش کرنے کے لیے مرزا صاحب کی طرف سے ایک بیان تیار کیا۔ مرزا صاحب کو سنایا آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا کہ یہ تو جھوٹ ہے میں جھوٹی بات پیش کرنا نہیں چاہتا۔ مولوی فضل الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ آپ کے خلاف مقدمہ ہو جائیگا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں۔ میں جھوٹ بول کر مقدمہ نہیں جیتنا چاہتا۔ میں سچا بیان دوں گا اور آپ دیکھیں گے کہ سچ میں وہ اثر ہوگا جو اس جھوٹ میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے اپنا بیان خود لکھوایا اور آپ کامیاب ہوئے۔ مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ مدت العمر میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ انہیں موکل نے سچا بیان دینے پر مجبور کیا ہو۔ ورنہ لوگ سچ جھوٹ کی کبھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خصوصیت ایک مرزا صاحب میں ہی دیکھی گئی۔

محکمہ ڈاک کا مقدمہ

ایک دفعہ آپ پر ڈاک خانہ کی طرف سے ایک مقدمہ بن گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے ایک کتاب کے اندر جو کسی شخص کو بھیجی گئی ایک خط بھی لکھ کر رکھ دیا۔ ڈاک خانہ کے قواعد سے آپ واقف نہ تھے۔ معلوم ہونے پر آپ کے خلاف مقدمہ بنایا گیا۔ لوگ مشورہ دیتے تھے کہ آپ یہ جواب دیں کہ فلاں مخالف نے میری ایذا دہی کے لیے یہ کیا ہے۔ غرض مختلف لوگ مختلف ترکیبیں بتاتے لیکن آپ نے ایک نہ سنی اور فرمایا کہ جو امر واقعہ ہے وہی میں بیان کروں گا۔ چنانچہ آپ نے وہی بیان دیا جو امر واقعہ تھا۔ آپ نے اپنی غلطی کا اور ڈاک خانہ کے قواعد سے عدم واقفیت کا اعتراف کیا اور آپ پر کوئی حرف نہ آسکا۔

دعویٰ سے قبل آپ کی راستبازانہ زندگی۔

دعویٰ سے قبل آپ کے والد بزرگوار آپ کو مقدمات کی پیروی کے لیے بھیجتے تھے آپ ہمیشہ سچ بولتے کبھی کوئی خلاف واقعہ امر بیان نہیں کیا خواہ اس میں کتنا ہی نقصان ہو۔

ایک دفعہ ایک مخالف کے متعلق ایک سنی ہوئی روایت کی بنا پر آپ نے کہیں لکھ دیا کہ اس کا گزارہ اس طریق پر ہے مخالف نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ خلاف واقعہ ہے آپ نے اپنے بیان کو واپس لے لیا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ میں ایسا نہ لکھتا۔ آپ پر عدالتوں میں سنگین سے سنگین مقدمات مثلاً قتل و خون کے دائر ہوتے رہے کسی موقعہ پر نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے کوئی امر خلاف واقعہ بیان کیا ہو۔ ورنہ ایسے مقدمات میں لوگ کیا کچھ نہیں کرتے ان کے وہم میں کبھی نہیں آتا کہ یہ امر سچ ہے یا جھوٹ۔ ہر مخالف کے خلاف رطب و یابس پیش کر دیا جاتا ہے لیکن حضرت کا یہ طریق نہیں تھا جو امر سچا ہوتا آپ وہی پیش کرتے۔

آپ حق بات میں کسی کی رعایت نہ فرماتے

سچی بات کہنے میں آپ کسی کی رو رعایت نہیں فرماتے تھے ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ضروری ضروری نصائح تختیوں پر لکھ کر گھروں میں آویزاں کر دوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ گھر میں جو مستورات آتی ہیں ان میں سے جو غریب ہوں ان کی تو چنداں پرواہ نہیں کی جاتی اور امرا کی بہت عزت اور خاطر و مدارات کی جاتی ہے حالانکہ غریب لوگ زیادہ دلجوئی کے مستحق ہوتے ہیں اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں امیر غریب کا امتیاز نہیں تھا بلکہ غریب کے لیے جذبہ محبت زیادہ تھا اور یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ اس امر کے بیان کرنے میں آپ نے گھر کے آدمیوں کا نقص ظاہر کرنے میں کوئی رعایت نہیں فرمائی بلکہ صاف لفظوں میں جو نقص نظر آیا علی رؤس الاشہاد بیان فرما دیا ورنہ پیر اور واعظ اپنے گھر کے آدمیوں کے زہد و تقویٰ کا بھی ساتھ ساتھ ڈھول پیٹتے رہتے ہیں۔

حق بات میں مخالف کی حمایت:

امیر حبیب اللہ خان والی کابل کے ہاتھ سے جو صدمہ حضرت صاحب اور کل جماعت کو پہنچا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ انہی حضرت نے ہمارے نہایت ہی مکرم بھائی مولٰنا عبداللطیف صاحب شہید کو سنگسار کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسا دردناک واقعہ تھا جس سے حضرت صاحب اور ان کے متبعین کو سخت اذیت پہنچی۔

بایں ہمہ جب امیر حبیب اللہ خان ہندوستان تشریف لائے تو بعض لوگوں نے اپنی کم علمی کی بنا پر ان کے کسی فعل پر اعتراض کیا جو کہ بے جا تھا حضرت صاحب نے ایسے لوگوں کی حمایت نہ کی جس سے ظاہر ہوا کہ آپ حق بات کہنے میں مخالف کی حمایت سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔

احباب کرام سے:

کولمبس (OHIO) امریکہ میں ۱-۲- اگست ۱۹۹۲ء کو ایک عالمی کنونشن ہو رہی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس کنونشن کی کامیابی کے لیے اللہ کے حضور دعائیں فرمادیں۔

پیغام صُلح لاہور ——— مؤرخہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء

شہادتِ امام رضؓ

حضرت امام حسین رضؓ کی شہادت کو مذہبی تاریخ میں جو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے اس سے سب بخوبی واقف ہیں۔ اس واقعہ کی تاریخی اور دینی خصوصیت کے یوں تو اور بھی بہت سے پہلو ہیں لیکن حضرت امام حسین رضؓ کے نام نامی کے حوالے سے اس واقعہ کو بڑی اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ حق و انصاف کے اصولوں کی سربلندی کے لیے حضرت حسین رضؓ نے کربلا کے میدان میں پامردی، استقامت اور عزم و حوصلہ کی بڑی درخشاں مثال قائم کی ہے۔ جو ایک طرف تو کسی مظلوم طبقہ مقہور جماعت اور مغلوب قوم کے لیے مثالی اور نفسیاتی سہارا ہے اور دوسری طرف کسی جابر حاکم، قاہر طاقت و ظالم طبقہ کے لیے درسِ عبرت ہے۔

دین کے ابدی اصولوں کی سربلندی کے لیے حضرت حسین رضؓ کی عظیم المثال قربانی آنے والے زمانوں میں اقرار و اعتراف کا ایک بے مثال دفتر ہے جس کی ابتداء کے بارے میں تو یقیناً کوئی دعویٰ کیا جانا ممکن ہے لیکن اس کی انتہا کے بارے میں کچھ کہنا ہرگز ممکن نظر نہیں آتا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے امام حسینؓ کی عظمت کردار کے نئے سے نئے گوشے سامنے لائے جا رہے ہیں . . . .

نواسہ رسول صلعم نے . . . . ایک انتہائی نازک اور فیصلہ کن موڑ پر اپنی جان کی قربانی پیش کر کے حق و انصاف کی ایک ایسی شمع روشن کر دی جس سے آنیوالے زمانوں کے انسان رہنمائی حاصل کر سکیں۔

کسی نے اسوۂ حسینی کو بنائے لا الٰہ قرار دیا تو کسی نے میدان کربلا میں حضرت حسینؓ کے اس کارنامہ کو احیائے دین کی بنیاد قرار دیا کسی نے ضرب یداللّٰہی کے ساتھ سجدۂ شبیری کو بھی دین کے دامن کی سب سے بڑی دولت قرار دیا۔ کوئی اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو دین کی ابتداء قرار دیتے ہیں تو حضرت حسین رضؓ کے بے مثال کارنامہ کی حیثیت ان کے نزدیک عظمتوں کے اس سفر کی انتہاء کی سی ہے۔

غرض یہ کہ واقعہ کربلا محض دو مخالف گروہوں کے مابین لڑی جانے والی کسی جنگ کا نام نہیں بلکہ اصولوں کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی اس جد و جہد کا نام ہے جس کے سرخیل حضرت حسینؓ تھے۔ غور کیا جائے تو نواسہ رسولؐ کی بے مثال قربانی چونکہ دین کے بنیادی اصولوں کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے تھی اس لیے اہل نظر کے نزدیک قربانی کا بنیادی مقصد اور اولین تقاضا ان اصولوں کی بنیاد پر حق و باطل کی پہچان، حق سے تعاون اور ظلم و جور کی قوتوں کے مقابل سینہ سپر ہونا ہے

شہادتِ حسین رضؓ تو یکجہتی اور یک نظری کا نشان ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن بالعموم ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھنے کا دھڑکا لگا رہتا ہے حالانکہ حضرت حسینؓ کی شہادت اور کردار سترّ بہترّ فرقوں کے نزدیک حد درجہ قابل احترام اور لائق تقلید سمجھی جاتی ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت حسین رضؓ کی ذات سے وابستگی کو حق و باطل میں تمیز اور رشتہ اتحاد و اتفاق کے طور پر استعمال کیا جائے۔

ان دنوں ہمارا پیارا وطن جن غیر معمولی حالات سے گذر رہا ہے ان کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بے بنیاد فروعی اختلافات کو بھلا دیا جائے۔

انسانی تاریخ کی یہ قربانی بلا مقصد نہیں تھی کچھ لوگوں کے نزدیک اس جنگ سے حضرت امام حسین رضؓ کا مقصد حصول تخت و تاج تھا لیکن تاریخی حالات و واقعات اس کی نفی کرتے ہیں کچھ لوگوں نے اس جنگ کو بنی ہاشم اور بنی امیہ کی دیرینہ دشمنی، مخاصمت اور قبائلی دشمنی کا شاخسانہ قرار دیا ہے جبکہ ابوسفیان کے دین قبول کر لینے کے بعد قبائلی مخاصمت یا دشمنی کا کوئی جواز باقی نہ رہا تھا۔ اور بعض مورخین اسے حضرت امام حسین رضؓ کی ضد اور ہٹ دھرمی قرار دیتے ہیں حالانکہ وجہ یہ بھی نہیں تھی۔ تاریخی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس جنگ کے متمنی ہی نہ تھے بلکہ انہوں نے اس دوران ہر موقعہ پر جنگ کو ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

"تاریخ میں کسی انسان کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے وقتی کامیابی یا ناکامی کوئی موثر یا مدلل پیمانہ نہیں بلکہ اصل چیز مقصد کی رفعت اور بلندی اور حصولِ مقصد کے لیے کی جانے والی کوششیں اور وہ رفقائے سفر ہوتے ہیں جو مقصد کی صداقت پر یقین و ایمان رکھتے ہوئے ایسے قافلہ سالاروں کا ساتھ دیتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے ایک لمبے عرصہ تک اپنی امت کو نیکی کی تلقین کی اور وحی الٰہی کی روشنی میں خدمتِ دین میں اپنی جان کھپائی لیکن اس طویل کوشش کا حاصل کیا تھا وہ مٹھی بھر ساتھی جو طوفانِ نوح کے وقت ایک کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہو گئے۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ نعوذ باللہ حضرت نوحؑ کا مشن ناکام ہو گیا ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا بلکہ ان کا مشن تو اس قدر اعلیٰ اور ارفع تھا کہ سلسلہ انبیاءؑ کے حوالہ سے جب بات کی جائے گی تو یہی کہا جائے گا کہ ان کے مشن کی تکمیل کے لیے تو ہزارہا انبیاء آئے ہیں یہاں تک کہ خاتم الانبیاء حضور نبی کریمؐ کی ذات اقدس کے ہاتھوں وہ مشن پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

ضرورت ہے اس امر کی کہ آج اس دور میں جبکہ انسان ضلالت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا ہے جب انسان شرفِ انسانیت سے عاری ہوتا جا رہا ہے حق کو پس پشت ڈال کر باطل پرستی کی جا رہی ہے مقصد شہادت کا عرفان حاصل کیا جائے اور شہادتِ حسین رضؓ سے درسِ ہدایت حاصل کیا جائے۔ ذکر حسین رضؓ کو صرف رونے رلانے گریہ زاری آہ و بکا تک محدود نہ رکھا جائے۔

داستانِ غم بہت ہو چکی اور اس پر ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہے جواب بھی ناتمام ہے اب گروہی غصے فرقہ وارانہ انتقام اور جماعتی بڑائی سے بالاتر ہو کر . . . . وسیع تر مفاد کے لیے کام کیا جائے عداوت و مخاصمت کے منفی رویوں کو چھوڑ کر اخوت و شائستگی اور جرأت و بے باکی کے ساتھ دینی اور انسانی قدروں کے فروغ کی فکر کریں یکجہتی اور یک نظری کی بات کریں اور حق کا ساتھ دیں۔ باطل کو دھتکار دیں۔

شہادت حسین رضؓ ایک تاریخ ساز واقعہ ہے سچائی کے راستہ پر چلنے والے ہمیشہ اس مثال سے سبق حاصل کرتے رہیں گے۔ حضرت امام حسین رضؓ نے شہید ہو کر آزادیٔ حیات کا ایک ابدی اصول زمانے کی رہنمائی کے لیے پیش کیا۔ کہ اگر تمہارے سر کٹ کر نیزے کی نوک پر چڑھ جائیں تب بھی یزیدی طاقت کے آگے سر نہ جھکاؤ۔

سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک سید الشہداء حضرت امام حسین رضؓ کا مقام کیا تھا اس سلسلہ میں ان کے ارشادات پیغام صلح کے سرورق پر ملاحظہ ہوں۔ حضرت صاحب اپنے دکھ دردوں کا علاج حیات حسینؓ میں دیکھتے اور اس راہ میں صبر و استقامت کا سبق شہادت حسین سے سیکھتے ہیں پھر آپکی جماعت کی سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شیوہ شبیری اور سنت حسینی کی مسلسل تصویر دکھائی دیتی ہے قدم قدم پر ایثار و قربانی ہے لمحہ لمحہ صبر و استقامت کا امتحان ہے گھڑی گھڑی دکھ درد کا واسطہ ہے

"

جماعتی خبریں

* امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ گذشتہ چند دنوں علیل رہے ہیں الحمد للہ اب بصحت ہیں۔ ۳ جولائی بروز جمعہ کو انہوں نے انجمن کی مجلس منتظمہ کے اجلاس کی صدارت بھی فرمائی ہے۔ آپ کی حسب معمول مصروفیات جاری ہیں احباب سے ان کی صحت وسلامتی اور درازی عمر کے لیے دعا کی گذارش ہے۔

* **دعائے صحت:**

ان دنوں پیغام صلح کے ایڈیٹر محترم عبدالعزیز صاحب، جماعت کے بھائی محترم ارجمند صادق صاحب اور محترم ماسٹر ممتاز احمد صاحب باجوہ بیمار رہیں احباب سے درخواست ہے کہ ان بھائیوں اور دیگر بیمار دوستوں اور بہنوں کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے درد دل سے دعا فرمادیں۔

* **شادی خانہ آبادی**

محترم ماسٹر عبدالسلام کے فرزند مظہرالاسلام قاسم وڑائچ کی یکم جولائی کو خانہ آبادی ہوئی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالے یہ رشتہ جانبین کے لیے خیر و برکت کا موجب بنائے۔

* **ولادت باسعادت:**

اسلام آباد سے محترم طاہر صادق صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالے نے ان کو فرزند عطا فرمایا ہے اس کا نام حسن رکھا گیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی اور کامل والی عمر درازعطا فرمائے اور خادم دین و جماعت ثابت ہو۔

ایک ضروری گذارش

قارئین کرام:

آپ سے بصد احترام التماس ہے کہ پیغام صلح آپ کا قومی پرچہ ہے جو کہ آپکی خصوصی توجہ کا مستحق ہے اس کے چندہ کی وصولی کی رفتار بہت حوصلہ شکن ہے آپ اپنی اولین فرصت میں اسکے چندہ کی ادائیگی فرمائیں تاکہ آپکا پرچہ مالی بحران کا شکار نہ ہو وقت پر اسکی اشاعت ہوتی رہے اور قارئین کی روحانی تسکین کا موجب بنے۔ امید ہے آپ ہمارے ساتھ تعاون کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔

خاکسار: ایڈیٹر پیغام صلح

تربیتی کورس کی تاریخوں میں تبدیلی

احباب کرام۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں انجمن موسم گرما کی تعطیلات میں ایک تربیتی کورس منعقد کیا کرتی ہے۔ نئی تبدیل شدہ تاریخوں کے مطابق امسال تربیتی کورس ۱۵ر جولائی تا ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء کی تاریخوں میں شروع کیا جارہا ہے۔ امید ہے آپ پوری سعی فرماویں گے کہ آپ کی جماعت سے زیادہ سے زیادہ شرکاء اس تربیتی کورس میں شرکت کریں۔

سردار علی خان
جوائنٹ سیکرٹری انجمن

اپیل چندہ برائے ڈسپنسری دارالسلام لاہور

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی للہ فی اللہ جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے احمدیہ انجمن لاہور نے رفاہ عامہ کے لیے دارالسلام میں ایک ڈسپنسری کا انتظام کیا ہوا ہے احباب جماعت کے علاوہ عوام الناس بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں [illegible] سے پرزور اپیل ہے کہ ڈسپنسری کے لیے دل کھول کر چندہ دیں تاکہ انجمن پر جو اضافی مالی بوجھ پڑ گیا ہے اسے کسی حد تک کم کیا جائے اور خلق خدا کی خدمت میں کمی نہ آئے۔ آپ کی یہ امداد بیمار اور دکھی انسانیت کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔

امید ہے آپ پہلے کی طرح اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھتے ہوئے اس کار خیر میں دل کھول کر چندہ دیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

سردار علی خان جوائنٹ سیکرٹری انجمن

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچہری روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

ادارہ پیغام صلح
قارئین کی خدمت میں
جشن آزادی
کی مبارک باد
پیش کرتا ہے۔

جلد : ۷۵ | مورخہ یکم اگست ۱۹۹۲ء | شمارہ : ۱۵

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

بلا کے نزول سے پہلے فکر کرو

جو بلا کے نزول سے پہلے ڈرتا ہے وہ عافیت بین اور باریک بین ہوتا ہے۔ اور بلا کے آجانے کے وقت تو کافر بھی ڈرتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض گاؤں میں جہاں طاعون کی شدت ہوئی ہندوؤں نے مسلمانوں کو بلا کر اپنے گھروں میں اذانیں دلوائیں۔

وہی اذانیں جن سے پہلے ان کو پرہیز تھا۔ جو مومن غرض کے لیے خدا سے نہیں ڈرتا خدا اس سے خوف کو دور کر دیتا ہے مگر جس کے دروازے پر بلا نازل ہو جائے تو وہ خواہ مخواہ اس سے ڈرے گا۔

بہت دعائیں کرتے رہو کہ بلاؤں سے نجات ہو اور خاتمہ بالخیر ہو۔ عملی نمونہ کے سوا بے ہودہ قیل و قال فائدہ نہیں دیتی اور جیسے یہ ضروری ہے کہ ڈر کے سامان سے پہلے ڈرنا چاہیئے۔ یہ کبھی نہیں ہونا چاہیئے کہ ڈر کے سامان قریب ہوں تو ڈر جاؤ۔ اور جب وہ دور چلے جائیں تو بے باک ہو جاؤ۔ بلکہ تمہاری زندگی ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کے خوف سے بھری ہو۔ خواہ مصیبت کے سامان ہوں یا نہ ہوں اللہ تعالیٰ مقتدر ہے وہ جب چاہتا ہے کشاکش کرتا ہے جو اس پر ہی بھروسہ کرتا ہے۔ وہ بچایا جاتا ہے ڈرنے والا اور نہ ڈرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ دونوں میں فرق رکھ دیتا ہے پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ سچی توبہ کریں اور گناہ سے بچیں جو بیعت کرکے پھر گناہ سے نہیں بچتا وہ گویا جھوٹے اقرار کرتا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ کی جماعت کو نصائح

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ کر قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالےٰ سے سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے کے لیے کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آجاؤ۔

یاد رکھو اللہ تعالےٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو نکال کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک نقصان سے ان کو بچاتا ہے مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور خشک ہونے لگ جاویں ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی آ کر ان کو کھا جائے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دیوے سو ایسا ہی تم یاد رکھو اگر تم اللہ کے حضور صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالےٰ سے سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالےٰ کو کسی کی پرواہ نہیں ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں پر ان کی کوئی باز پرس نہیں اور اگر ایک آدمی مارا جائے تو اتنی باز پرس ہوتی ہے سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند لاپرواہ بنا دو گے‘‘

ورنہ تو تمہارا ابھی ایسا حال ہوگا چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ تا کہ کسی وبا کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے کیونکہ کوئی بات اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ (الحکم ۱۷ اگست ۱۹۰۸ء)

احمدیہ احباب اور پاکستان

اب ایک دوسرے بہت بڑے فرقہ کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے۔ حقائق ذیل سے اندازہ ہو جائیگا کہ احمدی احباب کی دونوں جماعتیں یعنی جماعت احمدیہ لاہور اور قادیانی مسلم لیگ کی مرکزیت پاکستان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر مولانا محمد علی کے درج ذیل ارشادات اس بات کا ثبوت ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور قول و فعل میں مسلم لیگ کے ساتھ رہی ہے،

پیغام صلح مطبوعہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء ایک طویل مصالحتی بیان میں مسلم لیگ اور کانگریس کے عنوان سے واشگاف الفاظ میں جماعتی پالیسی کا اعلان کیا اس میں آپ نے لکھا:

"مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے ان حالات کو جان لینے کے بعد یہ سوال نہایت آسان ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس میں ملنا چاہیئے یا مسلم لیگ میں۔ اگر مسلمانوں کو یہ ضرورت ہے کہ ان کے حقوق محفوظ رہیں تو سوائے اپنے آپ کو منظم کرنے کے وہ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر آج وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کانگریس کے ساتھ ملیں گے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے ان کے ساتھ ہندوستان میں وہی سلوک ہوگا جو اس سے پیشتر بہت سے عیسائی ممالک میں ہو چکا ہے جہاں ان کی اقلیت کی وجہ سے ان کی تہذیب ہی نہیں بلکہ اسلام کا نام بھی مٹ چکا ہے تو آج ہر ایک مسلمان کے سامنے سب سے پہلا سوال اسلام کی بقاء اور اسلام کی تہذیب کی بقاء ہے اور اگر کوئی مسلمان ٹھنڈے دل سے ان حالات پر غور کریگا تو اسے کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ ملے۔

پیغام صلح مطبوعہ ۹ دسمبر ۱۹۳۷ء الفضل نے ہمارے متعلق لکھا ہے کہ تم کہتے ہو کہ مسلم لیگ کے ساتھ مل جاؤ کیا وہ تمہیں مسلمان سمجھتی ہے اور تمہیں لینے کو تیار بھی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مولینا نے لکھا کہ مان لو مسلم لیگ ہمیں لینے کو تیار نہیں اگر کسی کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور وہ اپنے ہم مسلک بھائیوں کو اپنے میں سے نکالنے پر مصر ہوں تو ہم اپنی جگہ کھڑے رہیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ ہمیں ہمارے خدا نے پیش رو کا مقام دیا ہے ہم غلام نہیں بنیں گے۔

حضرت مولینا کی ان تصریحات کی روشنی میں جماعت احمدیہ لاہور کی سمت متعین ہو چکی تھی چنانچہ ان کے اخبارات اور اراکین نے کھلے بندوں جہاں تک ممکن تھا پاکستان کے لیے کام کیا اور ایک دینی فریضہ سمجھ کر سرگرم عمل رہے اس ضمن میں ہمارے انگریزی ہفت روزہ "لائٹ" کا ذکر حیات قائداعظم کا جزو بن چکا تھا۔ تحریک پاکستان کے دوران وائسرائے نے قائداعظم سے "جمہوریت ہندوستان کے لیے موزوں نہیں ہے" کے اعلان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اخبار لائٹ کا اداریہ وائسرائے کے سامنے رکھ دیا متعلقہ مضمون کو وائسرائے نے پڑھ کر کہا واقعی آپ درست کہتے ہیں۔

لائیٹ کی خدمت کا ذکر روزنامہ نوائے وقت لاہور کے معروف ڈائری نویس اور مشہور صحافی و مسلم لیگی جناب م۔ش نے اپنے الفاظ میں یوں کیا ہے:

"انگریزی ہفتگی "لائٹ"، انجمن احمدیہ لاہور کا ایک ذمہ دار جریدہ ہے اس اخبار کو یہ غیر فانی شہرت حاصل ہے کہ اس کے کالموں میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے دور آغاز میں ہی یونی نسٹ پارٹی کے مقابلے پر مسلم لیگ کی بھرپور حمایت ہوتی رہی ہے۔"

(نوائے وقت ۲۵ اگست ۱۹۷۲ء)

مطبوعہ پیغام صلح اپریل ۱۹۴۷ء پیغام صلح کے اس شمارے کی ایک خبر پڑھیئے جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ اس جماعت نے قلم اور زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنے سرمائے سے بھی اعانت کی ہے:۔

پنجاب مسلم لیگ کو احمدیہ انجمن لاہور کا عطیہ

"احمدیہ انجمن لاہور نے پانچ ہزار روپے پنجاب مسلم لیگ فنڈ میں بطور عطیہ پیش کیا یہ رقم ان مصیبت زدگان پر صرف ہوگی جنہیں حالیہ فسادات میں نقصان پہنچا ہے۔ اس سے قبل بہار ریلیف فنڈ کے لیے انجمن اور اس کے متعدد ممبران نے قریباً پندرہ ہزار روپے مسلم لیگ کی معرفت بہار ریلیف فنڈ میں دیا تھا۔"

جماعتی خبریں

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ گذشتہ دنوں علیل رہے ہیں ۱۳ جولائی ۱۹۹۲ء آپ نے انجمن کی مجلس منتظمہ کے ایک اجلاس میں شرکت فرمائی تھی ناسازی طبع کے باعث آپ جلد ہی مجلس سے تشریف لے گئے بفضل تعالیٰ اب افاقہ ہے اور حسب سابق انجمن کے کاموں میں آپ کی مصروفیات جاری و ساری ہیں ان کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لیے احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

* **درخواست دعاء صحت:**

ہمارے محترم بھائی عبدالعزیز صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کچھ عرصہ سے علیل ہیں اور ان دنوں بغرض علاج ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اسپتال ایبٹ آباد میں زیر علاج ہیں احباب سے التماس ہے کہ ان کی صحت کاملہ کے لیے دعا فرمادیں۔

* مرزا عبداللطیف شاہد صاحب عرصہ دراز سے بیمار ہیں احباب سے ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے درد دل سے دعا کی درخواست ہے۔

* **تربیتی کورس کا انعقاد و اختتام**

حسب پروگرام شبان الاحمدیہ و اطفال کا سالانہ تربیتی کورس امسال ۵ جولائی ۱۹۹۲ء تا ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء کی تاریخوں میں شروع کیا گیا تھا جو کہ پروگرام کے مطابق علوم دینیہ اور روحانی فیض کے ساتھ ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء کو اختتام پذیر ہوا۔ اس کی مکمل رپورٹ آئندہ شمارے میں پیش کی جائیگی۔

پسندیدہ روزنامہ پیغام صلح لاہور ـــــ مورخہ یکم اگست ۱۹۹۲ء

پاکستان کے قیام کا مقصد

استحکام پاکستان کے لیئے قوم کی موجودہ اخلاقی حالت کو کیسے سدھارا جا سکتا ہے جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے؟

مسلمان پاکستان بنانے کے لیے کیوں اس قدر گرم جوشی دکھا رہے تھے محض اس لیے کہ قیام پاکستان کے بعد بحیثیت ایک آزاد قوم کے ان کو ایک اسلامی ریاست میں اپنی مذہبی روحانی۔ اقتصادی۔ معاشرتی۔ سیاسی اور ثقافتی ترقی کے لیے پوری پوری آزادی ہوگی۔ جہاں ان کو اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کے مواقع حاصل ہوں گے اور وہ جلد ہی گوناگوں ترقی کی منازل پر گامزن ہو جائیں گے ملک میں جلد ہی خوشحالی کا دور دورہ ہوگا لیکن آج ۴۵ سال کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان مقاصد کی خلاف ورزی اور نفی کی نشاندہی کر رہا ہے پاکستان کی سالمیت تحفظ اور استحکام کی کوششوں کی بجائے ملک میں تخریب کاروں، رہزنوں، قاتلوں، اغوا برائے تاوان کے مجرموں۔ بدکاری کی خبیث روحوں۔ رشوت خوروں وغیرہ وغیرہ کا دور دورہ کھلے بندوں رونما ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وزیر اعظم پاکستان جناب میاں نواز شریف صاحب اور صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خان صاحب شریف النفس۔ نیک نیت۔ معاملہ فہم صاحب بصیرت اور قوم کا درد رکھنے والے حاکم ہیں لیکن وہ اکیلے کیا کر سکتے ہیں جب تک کہ عوام الناس کلیتاً ان کے ساتھ مل کر ملک و قوم کی موجودہ حالت کو بدلنے کی سعی نہ کریں اس وقت تک کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں ہمارے مذہبی پیشوا اور علمائے کرام خدا کے فضل سے نیک نیت با اخلاق ذکی و فہیم ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی قوم کو سدھارنے کے لیے کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان کو بنانے سنوارنے اور توانا کرنے کے لیے ایسے معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جاتا جو کہ مذکورہ بالا برائیوں سے پاک ہوتا کبھی علماء دین کے دلوں میں یہ خیال کبھی موجزن ہوا ہے کہ فرقہ پرستی اور کفر بازی سے قوم کی اخلاقی و روحانی حالت بد سے بدتر ہو رہی ہے فرقہ پرستی کے جھگڑے، تو مینوں کے مسلکے نے بدامنی۔ بے روزگاری۔ رشوت خوری۔ بداخلاقی اور بددیانتی کو جنم دیا ہے۔ لوگ انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اخلاقیات اور دین سے منحرف ہو چکے ہیں یا پھر بے زار نظر آتے ہیں۔ نیز اپنی نفسیاتی خامیوں اور الجھنوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کی مذہبی اور روحانی ناؤ سخت بھنور میں پھنسی ہوئی ہے۔ سر پر گھٹا ٹوپ بادلوں نے گرداب کو بھیانک بنا رکھا ہے۔

بدقسمتی سے مذہبی اختلافات کو ہوا دیکر مسلمانان پاکستان میں فرقہ پرستی کے جذبات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ اگر علماء کرام نے علوم دینیہ کی تعلیم دی ہوتی تو آج تخریب کار دہشت پسند، غنڈے اور شرپسند عناصر، بلیک میلر، ڈاکو، قاتل۔ قزاق۔ رشوت خور بداخلاق۔ بدکاری کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد میں یقیناً نمایاں کمی واقع ہو جاتی اور قوم ناقابل بیان پستی کی حالت سے نجات پاکر اخلاقی بلندیوں کو چھو رہی ہوتی۔ اگر صداقت کی نیت سے یہ کہہ دوں کہ بعض معزز علمائے کرام نے اپنے اختلافات کی خلیج کو وسیع کر کے قوم کے شیرازہ کو درہم برہم کر دیا ہے۔

یہ حقیقت واضح ہے کہ جب پاکستان معرکہ وجود میں آیا تو اس وقت کی نومولود قوم اب بڑھاپے کی دہلیز کو چھو رہی ہے۔ اس کے برعکس آج کی نسل جس نے زرق برق روشنیوں کے سائے میں آنکھ کھولی وہ دنیا کی تیز رفتار ترقی کا موازنہ جب اپنے ملک سے کرتی ہے تو بے ساختہ بول اٹھتی ہے کہ ہمارا شمار اب تک ترقی پذیر ممالک میں کیوں ہو رہا ہے ہم اب تک عقب ماندگی و پس ماندگی کا شکار کیوں ہیں۔ آگے بڑھتے اور ترقی کرنے کی بجائے ہم کیوں غربت و افلاس میں گرتے جا رہے ہیں ملکی وسائل کا ضیاع کیوں کیا جا رہا ہے؟ ان سوالات کے پیش نظر وہ اپنے اندر سخت بے چینی، ذہنی انتشار، ذہنی و فکری قلق اور اضطراب محسوس کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے سیاست دان صاحب اقتدار قوم سے ایسے ایسے وعدے کرتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ جنت الفردوس کو ارض پاکستان میں اتارنے کا مکمل بندوبست ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ نئی نسل کا اعتماد ان پر سے اٹھ گیا ہے اچھے حالات کے انتظار کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور جب یہ حد گذر جاتی ہے تو پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو ماضی کی عالمی تاریخ میں ہوتا آیا ہے۔

ہمارے ملک میں آئے دن ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں جس کے پیچھے ملک دشمن عناصر کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہڑتالوں ہنگاموں کی وجہ سے کارخانے بازار اور کاروباری مراکز بند ہو جاتے ہیں تو لامحالہ اس سے ملکی ترقی پر جمود طاری ہو جاتا ہے ملک کی معیشت متاثر ہوتی ہے ان عوامل کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے جس سے معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں اس کے برعکس جب نوکر شاہی ان برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے کوئی قدم اٹھاتی ہے تو بازار سے اشیائے صرف غائب کر دی جاتی ہیں اس سے ذخیرہ اندوزی جنم لیتی ہے اور ذخیرہ اندوز منہ مانگی قیمت وصول کرتا ہے۔ اس سے افراط زر کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ

ہمارے ملک میں اچھے افراد کی کمی نہیں ہے اس کے لیے تھوڑی سی توجہ مطلوب ہے ان کے آنے سے نہ صرف حکومت کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا بلکہ ملک ترقی بھی کرے گا اور عوام سکھ کا سانس لیں گے یقیناً برائیوں میں کمی واقع ہو گی۔ ہمارے ملک کی نہائی آبادی کا دارومدار زراعت پر ہے اور اسی قدر آبادی دیہاتوں میں مقیم ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ملک کے دیہات کو جدید طریقوں سے استوار کریں جس سے وہاں کے آباد کار ان طریقوں سے استفادہ کریں انہیں جدید زرعی آلات سے روشناس کرانے کے علاوہ اس کی افادیت بھی بتائی جائے ہمارے اکثر دیہات کسمپرسی کا شکار ہیں جہاں ابتدائی سہولتیں بھی انسان کو میسر نہیں جس کی وجہ سے لوگ وہاں سے ہجرت کر کے شہروں کا رخ کر رہے ہیں جس سے شہروں میں آبادی کا دباؤ بڑھ گیا ہے اور روزافزوں طرح طرح کے مسائل جنم لے رہے ہیں اس لیے چاہیئے کہ دیہاتوں میں سڑکیں۔ بجلی۔ پانی کا اہتمام کرنا ضروری ہے، عوام کی بہتری کے لیے قوانین ترتیب دیے جائیں تاکہ لوگ خوشحال رہیں۔ ملک میں قانون نافذ کرنے والے اداروں سے ایسے افراد کی نفی کر دی جائے جس سے برائیوں کو پنپنے کا موقع ملتا ہے، اور انہیں جدید سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ کوئی ملزم کیفر کردار کو پہنچے بغیر ان کے ہاتھ سے بچ کے نہ جا سکے۔ احتساب کا عمل بغیر کسی رعایت کے جاری رہنا چاہیئے قانون کی زد میں آنے والے کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں ہونی چاہیئے۔ موجودہ حالات میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کے نوجوان طبقہ کو ان کی تعلیمی قابلیت کے مطابق روزگار مہیا کیا جائے انہیں کسی صورت میں بھی فارغ نہ رہنے دیا جائے۔ ان کی مصروفیت ملکی بقا۔ ترقی و کامرانی کا موجب ہو گی۔

(تحریر۔ ابو فراز ظفر)

قائدِ پاکستان کا پیغام

آپ کے نام

بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں مختلف اوقات میں جو بیانات، تقریریں۔ پریس کانفرنسیں مسلمانوں کے نقطۂ نظر کی وضاحت میں کی تھیں ان میں سے چند اقتباسات قارئین پیغام صلح کی نذر کیئے جاتے ہیں انہیں پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ (ادارہ)

"اقلیت کا لفظ اتنی مدت تک استعمال کیا گیا ہے کہ اس کے اثرات کا زائل کرنا بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے مسلمان اقلیت میں نہیں ہیں ہر اعتبار سے مسلمان ایک قوم ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ مسلمان ایک دلیر اور بہادر قوم ہیں مگر یہ وقت ایسا ہے کہ انہیں اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے۔ کیا تم نے اپنے گھر کی حالت درست کر لی ہے؟ اس سوال پر غور کیجئے اور خود اپنے دل سے پوچھئے کہ اس کا جواب کیا ہے؟"

(جلسہ عام دہلی ۶ نومبر ۱۹۴۶ء)

"پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا اس کے ثبوت میں ہماری تاریخ گواہ ہے اسلامی تعلیمات نے ہمیں یہی سکھایا ہے۔"

(۲۷ مارچ ۱۹۴۷ء)

"میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ و دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔"

(بار ایسوسی ایشن کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

"بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس جدوجہد میں ہماری ذرہ برابر مدد نہیں کی بلکہ ہماری مخالفت کی۔ ہمارے راستے میں روڑے اٹکائے اور ان لوگوں کی تعداد بھی خاصی ہے انہوں نے دشمنوں کے ساتھ مل کر کھلم کھلا ہماری مخالفت کی ہو سکتا ہے کہ اب یہی لوگ آگے نکل کر سامنے آ ئیں اور اپنے مقاصد اور پروگرام پیش کریں اور دھوکے میں ڈالنے والے نعرے اور پٹے ہوئے فقرے دہرائیں۔ میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارا کوئی قدم ان کے فریب میں نہ اٹھے اور ان کی باتوں کا کوئی اثر قبول نہ کرنا۔"

(پشاور کے طلبہ سے خطاب ۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء)

"میں دیہات میں گیا ہوں لاکھوں کروڑوں افراد کو ایک وقت کی روٹی بھی نہیں ملتی کیا یہی تہذیب و تمدن ہے؟ کیا یہی پاکستان کا مقصد ہے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ کروڑوں انسانوں کا استحصال ہو رہا ہے کیا انہیں ایک وقت کی غذا بھی فراہم نہیں کی جا سکتی۔ اگر پاکستان اسی کا نام ہے تو مجھے یہ نہیں چاہیئے۔"

(قائداعظمؒ)

آپ خواہ کچھ بھی ہوں اول آخر مسلمان ہیں ایک وسیع علاقے کو آپ نے اپنے تصرف میں کر لیا ہے نہ یہ پنجابیوں کا ہے نہ سندھیوں کا ہے نہ بلوچوں کا ہے نہ پٹھانوں کا۔ یہ آپ کا ہے اگر آپ خود کو ایک عظیم قوم بنانا چاہتے ہیں تو خدا کے لیے صوبائی عصبیت کو فوراً ترک کر دیں۔ صوبائی عصبیت بھی شیعہ سنی وغیرہ کی فرقہ پرستی کی طرح ایک بہت بڑی لعنت ہے۔"

(قائداعظم)

"ہم استقلال مزاجی ان تھک محنت اور جذبہ ایثار سے پاکستان کو انشاء اللہ ایک عظیم اور مستحکم قوم بنا دیں گے پاکستان قائم رہنے کے لیے بنا ہے اور زمین پر کوئی طاقت ایسی نہیں جو اسے تباہ کر سکے۔"

امریکی نامہ نگار سے انٹرویو فروری ۱۹۴۸ء

"اسلام محض رسوم روایات اور روحانی نظریات کا مجموعہ نہیں ہے اسلام ہر مسلمان کے لیے ضابطہ حیات بھی ہے جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ زندگی۔ افعال و اعمال حتیٰ کہ سیاست اور معاشیات اور دوسرے شعبوں میں بھی عمل پیرا ہوتا ہے۔"

(کراچی بار ایسوسی ایشن ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء)

"میں پاکستان کے ہر مسلمان مرد و عورت سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے موجودہ غم اندوہ کے سیلاب میں نہ بہہ جائیں انہوں نے اپنی قومی سلطنت قائم کرنے کے لیے بہت دکھ اٹھائے ہیں اور قربانیاں دی ہیں۔ اب یہ انہی کا کام ہے کہ اس کی تعمیر کریں۔"

(قائداعظمؒ کا بیان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء)

"جب کوئی حکومت تعریف کی مستحق ہو تو اس کی تعریف کیجئے۔ جب وہ نکتہ چینی کی مستحق ہو تو بے باکی سے اس پر نکتہ چینی کیجئے لیکن ہمیشہ اس پر حملہ کرنے، تخریبی حرف گیری کرنے یا کسی وزیر یا افسر کی مذمت کرنے ہی میں خوشی محسوس کرتے رہیں اب یہ لوگ دفتری آقا نہیں رہے یہ کوئی بیگانہ حکومت نہیں کہ آپ مبالغہ آمیز باتیں کرنے اور تخریبی نکتہ چینی ہی سے خوش ہوتے رہیں یہ تو آپ کی اپنی حکومت ہے۔"

(ایڈورڈ کالج پشاور ۱۸ اپریل ۱۹۴۹ء)

"خوشی کی بات ہے کہ مسلمان خواتین میں بھی تبدیلی آ رہی ہے یہ تبدیلی بے حد اہمیت رکھتی ہے دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس قوم کے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دوش بدوش آگے نہ بڑھیں۔"

(۱۷ اپریل ۱۹۴۶ء)

"آپ کو اپنی سرزمین میں اسلامی جمہوریت، اسلامی معاشرتی انصاف کے اصولوں کے احیاء اور فروغ کی پاسبانی کرنی ہے اس اہم کام کے لیے آپ کو ہمہ وقت ہمہ تن تیار اور ہوشیار رہنا پڑے گا۔ ایمان۔ نظم و ضبط اور بے لوث فرض شناسی کے زریں اصولوں پر کاربند رہیں تو کوئی شے ایسی نہیں جسے آپ حاصل نہ کر سکیں۔"

مضمون نگار احباب کی خدمت میں

درخواست :-

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ اور افادیت اور حضرت بانی سلسلہ کی صداقت پر بالکل جدید اور سائنٹیفک اسلوب میں مضامین تحریر فرما کر ادارہ پیغام صلح کو ارسال فرمائیں آپ کے مضامین شکریہ کے ساتھ شائع کیے جائینگے۔ ادارہ آپ کے مضامین کا منتظر رہے گا۔"

(ادارہ پیغام صلح)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کیپارٹشیڈ ڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور" دارالسلام سے شائع کیا۔

ارشاداتِ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

خدا تعالیٰ کے خالص دوستوں کی یہ علامتیں ہیں کہ:-

- ایک خالص محبت ان کو عطا کی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔
- ان کو خارق عادت استقامت دی جاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔
- جب ان کو کوئی بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو ان کے لئے غضب اس ذاتِ قوی کا جو ان کا متولّی ہے یک دفعہ بھڑکتا ہے۔
- جب ان سے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس پر ایک خاص رحمت نازل کرتا ہے۔
- جب ان پر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اس وقت دو طور میں سے ایک طور کا ان سے معاملہ ہوتا ہے یا خارق عادت طور پر اس مصیبت سے رہائی دی جاتی ہے اور یا ایک ایسا صبر جمیل عطا کیا جاتا ہے جس میں لذت اور سرور اور ذوق ہو۔
- خدا تعالیٰ کے ساتھ ان لوگوں کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے اور ایک عجیب مستی جانفشانی کی ان کے اندر ہوتی ہے۔ اور ان کی روح کو خدا تعالیٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے جس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے حضرت احدیت میں ان کا ایک ترسبہ ہوتا ہے جس کو خلقت نہیں پہچانتی۔ وہ چیز جو خاص طور پر ان میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جس کی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہنچ کر پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور ذلّتیں اٹھا کر پھر تاجِ عزت دکھا دیتے ہیں اور مہجور اور اکیلے ہو کر پھر ناگہاں ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ وہ یہی راز وفاداری ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں منقطع کر سکتی ہیں۔ اور نہ دنیا کا کوئی بادہ اور خوف اور مفسدہ اس کو ڈھیلا کر سکتا ہے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۳ تا ۴۴۸ طبع اوّل)

- " زندگانی کی زیادہ خواہش اکثر گناہوں کی اور کمزوریوں کی جڑھ ہے۔ ہمارے دوستوں کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کی رضا میں اوقات عزیز بسر کرنے کی ہر وقت کوشش کریں۔ حاصل یہی ہے ورنہ آج چل دینے اور پچاس سال کے بعد کوچ کر جانے میں کیا فرق ہے جو آج چاند و سورج ہے وہی اس دن ہوگا۔ جو انسان نافع اور خدا تعالیٰ کے دین کا خادم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ خود بخود اس کی عمر اور صحت میں برکت ڈال دیتا ہے اور (لوگوں کے شر۔ ناقل) کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔"

رپورٹ سالانہ دعائیہ ۱۹۹۱ء

ہمارا سالانہ دعائیہ ۲۴ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء دارالسلام کالونی لاہور میں منعقد ہوا اور نہایت ہی روحانی ماحول میں بخیر و عافیت اختتام پذیر ہوا۔ اس دعائیہ کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ ٹھیک ایک صدی پیشتر یعنی ماہ دسمبر ۱۸۹۱ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (خدا تعالیٰ ان پر سلامتی نازل کرے) کے مبارک وجود کے زیر سایہ پہلا سالانہ دعائیہ منعقد ہوا تھا۔ ان سو سالوں میں جماعت احمدیہ ہر سال دسمبر کے آخری عشرہ میں اکٹھے مل کر اپنے اللہ کے حضور عاجزانہ طور پر دین حقہ کے بارے میں اپنے گذشتہ سالوں کی کوششوں کو تحدیث نعمت کے طور پر پیش کرتی رہی ہے اور جہاں کوتاہی رہ گئی ہو اس کی اپنے اللہ سے مغفرت طلب کرتی اور آئندہ کے منصوبوں کے لئے لائحہ عمل تیار کرتی رہی ہے۔

اس دیوانی جماعت کی ان چار دنوں کی علمی اور عملی تجاویز اور آہ سحرگاہی کو رب کریم نے ہمیشہ ہی قبولیت بخشی ہے۔ اور پہلے سے بڑھ کر اپنے افضال کی بارش کی ہے۔ ان کی قربانیوں نے اور خضوع و خشوع میں ڈوبی ہوئی نمازوں نے وہ کام کیے ہیں۔ جو بڑی بڑی سلطنتوں کے بادشاہوں سے بھی نہ ہو سکے۔ کوئی قوم اپنی جیب سے مال نکال کر اتنی خوشی محسوس نہ کرتی ہو گی جتنی خوشی جماعت احمدیہ کو ہوتی ہے۔ پہلے سالوں کی طرح امسال بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری دستگیری فرمائی اور باہم مل کر ہم نے خوشی و مسرت اور تسکین قلب کے ساتھ اپنے اللہ کے حضور یہ چار ایام گذارے۔ حسب معمول ۲۴ تاریخ کو خواتین نے تقاریر کے علاوہ دستکاری کی نمائش منعقد کی جماعت احمدیہ کی خواتین کو خدا تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے وہ مردوں کے دوش بدوش حصہ لیتی ہیں۔ اس سال بھی پہلے سے بڑھ چڑھ کر انہوں نے اس الہٰی کام کو سرانجام دینے میں حصہ لیا بچیوں نے کمال محبت سے چھوٹی چھوٹی اشیاء بیچ کر انجمن کی ضروریات پوری کرنے کا کام کیا۔ شبان الاحمدیہ کا پروگرام جسے بچوں بوڑھوں نے کمال دلچسپی سے دیکھا اور سنا کوئیز پروگرام بھی تھا جس میں بچیوں اور بچوں نے حصہ لیا۔ اول انعامی کپ طیب انوار احمد نے دوم حسن واہ کینٹ اور سوم محمد علی راولپنڈی نے حاصل کیئے۔

تقریری مقابلوں میں اول انعام فائزہ عزیز کھوکھر ہزارہ دوم طیب انوار احمد اور سوئم انعام طیبہ انوار احمد دارالسلام نے حاصل کیئے۔ نوجوانوں کی تقاریر نہایت ہی علمی اور دلپذیر تھیں خاص کر احمد فراز صاحب کی تقریر کو بہت ہی پسند کیا گیا اس مجلس کی صدارت جناب ڈاکٹر عبداللہ جان صاحب آف سفید ڈھیری پشاور نے کی آپ نے اختتامی خطاب میں نوجوانوں کی سرگرمیوں کو بہت سراہا ایک کمی جو تمام جماعت نے رنجیدہ دل کے ساتھ محسوس کی وہ حضرت میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نائب صدر (خدا کی رحمت اُن پر ہو) کی رحلت کی وجہ سے تھی وہ ایک عظیم باپ کا بے نظیر بیٹا خود تو اپنے مولا کے ہاں جنت میں ہو گا لیکن جماعت کے لیے جو خلا چھوڑ گیا وہ کسی صورت پورا نہ ہو سکے گا۔ حضرت فاروقی صاحب کا ذکر جس زبان پر آیا وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا، اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا بہ بہار۔ داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم ۲۵ دسمبر کو حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (اللہ کی تائید ان کے ساتھ ہو) نے خطاب میں فرمایا کہ مومن کی کتنی اونچی شان ہے کہ موقع خواہ خوشی کا ہو یا غمی کا مومن کے منہ سے (سب تعریف اللہ کیلئے جو جہانوں کا رب ہے) کا کلمہ ہی نکلتا ہے سگے بیٹے کا جنازہ سامنے پڑا ہو تب بھی مومن کے منہ سے یہی کلمہ نکلتا ہے حالانکہ یہ کلمہ خوشی کا ہے آپ نے فرمایا یہ تین دن جو اللہ کے نام کہلاتے ہیں آپ باقی مدت سے ان ایام کو گذاریں نمازوں میں کوتاہی مت کریں اور خدا تعالیٰ سے ہر وقت دعا مانگیں کیونکہ یہ دن بڑے سخت ہیں ہر طرف افراتفری، مار دھاڑ اور بے اطمینانی ہے ایسی حالت میں اگر ہم خدا کا خوف نہ کریں تو پھر ہمارا انجام کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے رب کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا اور زمین کے اندر اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف کرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اسکو پکارو اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔) آپ نے نہایت درد دل کے ساتھ یاد دلایا کہ ہم کیوں یہاں اکٹھے ہوئے ہیں ہمارے سامنے دنیوی اغراض تو بالکل نہیں ہیں صرف اپنے مولا کی خوشنودی ہی ہمارے مدنظر ہونی چاہیئے آپ نے فرمایا ہر انسان کو اپنے نفس پر بصیرت حاصل ہے۔ وہ اپنے دل کی حالت جانتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی عذر کرے سو لیے اپنے دلوں کی حالت ٹھیک کریں آپ کے خطاب کے بعد جناب راجہ محمد سیار صاحب آف کراچی نے نہایت مدلل طریقے پر غور و فکر کرنے اور علم کے ذرائع پر روشنی ڈالی کہ کس طرح انسان دیکھنے سے علم حاصل کرتا ہے سننے سے علم حاصل کرتا ہے اور اس کا قلب سر چشمہ علوم ہے آپ کا انداز نہایت سادہ اور پر علم تھا حاضرین نے نہایت خوشی محسوس کی راجہ صاحب کے بعد جناب پروفیسر خلیل الرحمن صاحب آف ایبٹ آباد نے اختلاف جماعت کے موضوع پر تقریر کی۔ ہر احمدی کو معلوم ہے کہ پروفیسر صاحب کا خطاب کتنا تبحر اور عالمانہ ہوتا ہے انہوں نے ۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک کے واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے۔ اور ان تمام وجوہ پر روشنی ڈالی کہ کس طرح حضرت امیر مولانا محمد علی (ان پر خدا کی رحمت ہو۔) اور ان کے رفقا کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ حاضرین نے اس مضمون کو چھاپنے کی تجویز پیش کی۔
آپ کے بعد محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے نہایت پرسوز آواز میں حضرت فاروقی صاحب کے بارے میں تقریر فرمائی آپ کی آواز میں بار بار رقت پیدا ہو جاتی تھی جس کا اثر حاضرین پر بھی پڑتا تھا۔ آپکی تقریر دلپذیر کے بعد محترمہ پروفیسر رقیہ مدد علی صاحبہ نے بڑے عالمانہ انداز میں تقریر کی آپ کی تقریر کا انداز تو ہر احمدی کو معلوم ہے۔ دوسری نشست میں مولوی عبدالحمید صاحب آف راولپنڈی نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی آمد اور کارناموں کا ذکر بڑے ہی فاضلانہ طریقے پر پیش کیا اس کے بعد جناب پروفیسر عزیز احمد صاحب نے برلن کنونشن پر اپنے تاثرات بیان فرمائے کہ کس طرح خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ کنونشن کامیاب رہا آخر پر مولوی عبدالعزیز صاحب نے اتحاد جماعت پر تقریر کی۔ رات کو برلن کنونشن کی وڈیو فلم دکھائی گئی جس کو حاضرین نے دلچسپی سے دیکھا اور خدا کے حضور شکرانہ پیش کیا کہ اس نے ہماری جماعت کی کوششوں کو کتنی پذیرائی بخشی۔ باقی دو دنوں کی کارروائی آئندہ شمارے میں چھاپی جائے گی۔ انشاءاللہ،

اخبار احمدیہ:-

- حضرت امیر کی صحت ٹھیک نہیں ہے احباب انکی صحت کیلئے درد دل سے دعائیں کریں ان کی بیگم صاحبہ بھی بیمار ہیں ڈاکٹر اصغر حمید صاحب اور راجہ افضل صاحب دارالسلام بیمار ہیں ان سب کے لیے دعائیں جاری رکھیں!
- **سانحات ارتحال:-** ثمینہ بی بی ہمشیرہ صاحبہ غلام حیدر کارکن انجمن جہلم وفات پا گئی ہیں عبدالرزاق صاحب آف شیخ محمدی کی اہلیہ صاحبہ، شیخ حمید صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر گوہا ہندوستان، شیخ عبدالصمد صاحب آف بھارت، عبدالرحمان ولد احمد حسن دارالسلام وفات پا گئے ہیں احباب انکی مغفرت کیلئے نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں!

تعزیتی ریزولیوشن از تنظیم خواتین احمدیہ

"تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کا ایک اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۹۹۱ء منعقد ہوا۔ کارروائی سے پہلے اپنے گرانقدر بزرگ میاں نصیر احمد فاروقی کیلئے دعائے مغفرت پڑھی گئی اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوا "تنظیم خواتین احمدیہ لاہور نے انتہائی رنج والم کے ساتھ فاروقی صاحب کی رحلت کی خبر سنی، فاروقی صاحب کا علم قرآن اور عشق قرآن و رسول بے مثال تھا آپ نے ایک عرصہ دراز تک قرآن پاک کے درس دیے اور اسکی تفسیر اور معارف کے ساتھ ہر مرد عورت اور بچے کو مستفید کیا انکی وفات کیساتھ جو جماعتی دینی و علمی خلا پیدا ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے ان کے جمعے کے خطبات اور قرآن پاک کے درس کی تشنگی ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔ رضائے مولا کے آگے ہم سر بسجود ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کو اپنے قیمتی انعامات برکتوں اور رحمتوں سے نوازے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ اور ارفع مقام عطا فرمائے ایسے خادم دین اور خادم قرآن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھنے کے لئے سر سے پیش مل فرمایا ہے ہماری دلی دعائیں بیگم سلیمہ فاروقی دامت و افراد کے ساتھ ہیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل سے نوازے۔ آمین"

صدر: ذکیہ شیخ صاحبہ
سیکرٹری: ریحانہ ریاض صاحبہ

از جناب این اے فاروقی (خدا کی رحمتیں اُن پر ہوں)

حکمت کے موتی

۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان مصائب اور آزمائشوں کے لیئے لفظ ابتلا قرآن حکیم میں استعمال فرمایا ہے جس کے معنی ہیں انسان کے مخفی جوہروں کو باہر لانا یا انسان کی خوبیوں اور نقائص کو ظاہر کر دینا ہے تاکہ ان میں اگر کوئی کمی ہو تو وہ بھی ظاہر ہو جائے تا وہ اس کی اصلاح کر سکے پہلے اس سے کہ اس کا وقت ختم ہو جائے اور جو اس کے مخفی جوہر اور خوبیاں ہیں وہ بھی ظاہر ہو کر لوگوں کے لئے نمونہ اور مثال بن جائیں۔ اور اس طرح وہ دوہرے ثواب کو پائے۔ یعنی ایک تو اپنی نیکیوں اور خوبیوں کا جو ایسے ابتلاؤں میں کھلی گئیں اور دوئم دوسروں کے لئے نیک اور قابلِ تقلید نمونہ پیش کرنے کا ۔۔۔۔۔۔۔۔

تو ان مصائب، دکھوں اور ابتلاؤں کو جن سے انسان گھبراتا اور کتراتا ہے اللہ تعالیٰ نے اگر خیر کثیر کہا تو بالکل سچ فرمایا۔ انجام کار وہ ایسے ہی ثابت ہوئے۔ اگلے الفاظ میں جو اپنے رب کے لیے نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا ذکر ہے وہ بھی نہایت ہی موزوں ہے کیونکہ انسان خوشی اور بے فکری میں خدا کو بھولا رہتا ہے۔ مگر مصائب اور ابتلاء اسے اللہ تعالیٰ کی طرف اور نماز کی طرف مائل کرتے ہیں۔ اور اس نماز میں جو دل لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں ہی انسان کے لئے خیر کثیر ہے۔ جیسا کہ میں بعد میں عرض کروں گا۔

اور مصائب اور آزمائشیں ہی انسان کو پکڑ کر اس سے قربانیاں کرواتی ہیں ورنہ انسان نہ تو اپنا مال خدا کی راہ میں آسانی سے دیتا ہے نہ جان۔ حالانکہ دنیا کا مال انسان کے مرنے پر پیچھے رہ جاتا ہے اور جان تو بہر حال اسے دینی پڑتی ہے حالانکہ اگر وہ خدا کے راستہ میں جان دیتا تو شہید اور صدیق کا درجہ پاتا۔ پھر آخرت میں اس کا وہ مال جو اس نے خدا کی راہ میں خرچ کیا اسے بہت بڑھ چڑھ کر ملے گا۔ اس مال کے سوا اور وہاں اس کے لیے کچھ نہ ہو گا اس لیے جو لوگ اپنے ہمیشہ کے گھر کے لیے کچھ نہیں بھیجتے یا تھوڑا بھیجتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

دُنیا داروں کیلئے

مصائب اور دکھوں اور ابتلاؤں کے اندر خیر کثیر دیکھنا صرف عارفوں اور دینداروں کا کام ہے ایسے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں۔ آج دیکھیں کہ انسانوں کی بھاری اکثریت کس کو خیر کثیر سمجھتی ہے؟ مال کثیر کو۔ مال کی تلاش میں ساری دُنیا دن رات دیوانوں کی طرح لگی ہوئی ہے اور تھوڑے مال پر کوئی راضی نہیں ہوتا۔ ہر شخص کو "اور۔ اور" مال کی ہوس اور بھوک ہے۔

غریب کو یا بھوکے کو تو اللہ ہر وقت یاد رہتا ہے۔ مگر جن کے ہر کام دولت کی بدولت طے پا رہے ہوں وہ دولت کے نشہ میں خدا کو بھول جاتے ہیں۔ یہ بانی سلسلہ احمدیہ کی برکت اور فیض ہے کہ ہماری جماعت کے امیر بھی خدا کے فضل سے اللہ کو یاد رکھنے والے اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں؛

دولت مندوں کو حکم دیا کہ قربانی کرو۔ دولت مندوں کے لیے سب سے مشکل یہ کام ہے کہ وہ اپنی دولت کی قربانی کریں غربا و مساکین کی خاطر یا اللہ کے دین کی خاطر۔ وہ اپنی مجبوری یا عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ جی ہمارا مال تو جو آتا ہے وہ تجارت یا انڈسٹری میں لگ جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اگر یہ کہیں کہ وہ پہلے سے بڑھ کر مال کمانے کے لیے جو بھی اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات یا تفریحات سے مال بچتا ہے وہ مال تجارت یا انڈسٹری میں لگانے چلے جاتے ہیں تو یہ ٹھیک ہے مگر اپنے لیے، اپنے بیوی بچوں کی ضروریات بلکہ فضول خرچی کے لیے اور مکان بنانے، یورپ امریکہ کی سیروں کے لیے۔ موٹریں خریدنے یا شادی بیاہ پر لٹانے کے لیے تو لاکھوں روپیہ نکل آتا ہے مگر اللہ کے دین کی خاطر یا غرباء و مساکین کی خاطر کیوں نہیں نکل سکتا؟ تو یہ مال کی ہوس ہو ۔۔۔۔ کی آگ اپنے اندر رکھتی ہے اور مال کی محبت جو شرک کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اس کا علاج یہ نہیں کہ دولت مت کماؤ جیسا کہ رہبانیت کی شکل میں تمام مذاہب میں پیدا ہوا بلکہ یہ ہے جو قرآن نے فرمایا ہے کہ مال کماؤ مگر مال کی محبت اور ہوس کی قربانی کرو کہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو جیسا کہ قرآن کریم نے مختلف مقاصد پر خرچ کرنے کی تلقین فرمائی ہے ۔۔۔۔

تو مال دار کو آخری بات یہ فرمائی (تیرا جو دشمن ہے وہ نامراد رہے گا۔) اب عجیب بات یہ ہے کہ غریب کا کوئی اور وجہ سے دشمن ہو تو ہو مگر اس کی غربت کی وجہ سے اس کا کوئی دشمن نہیں بنتا اس کے برعکس دولت مند انسان کے اس کی دولت کی وجہ سے بہت سے حریف رقیب حاسد اور دشمن بن جاتے ہیں۔ اور نہیں تو چور اور ڈاکو اس کے مال کی وجہ سے اس کی جان تک لینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کوئی چوکیدار کوئی پولیس والا اسے یا اس کے مال کو بچا نہیں سکتے بلکہ چوکیدار تو چوروں سے مل جاتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی مالدار کو یا اس کے مال کو بچا سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے اللہ کو راضی رکھنے کی ضرورت ہے۔ یعنے خدا کو یاد رکھنے اور مال کی خدا کی راہ میں قربانی کر کے۔

سیاست دان کیلئے

مال کے بعد دنیا داروں کو جو سب سے زیادہ پیاری شئے ہے وہ سیاست حکومت وزارت اور ان کو پا کر طاقت کو پانے کی ہوس ہے۔ تو سیاست دان سے پوچھیئے تو وہ خیر کثیر سیاست اور دنیاوی حکومت اور دبدبہ کو ہی بتائے گا۔ اسی ہوس کی وجہ سے ملک گیری اور فتوحات کے لئے ملک گیروں نے دوسروں کی ہزاروں لاکھوں جانیں تک قربان کرائیں خون خرابے فسادات، لوٹ مار سب اس کا نتیجہ ہوئے۔ دوسرے مذاہب نے دولت کی طرح حکومت کو بھی بُرا کہا اور منع کیا۔ اور راہب یا نن یا سادھو یا بھکشو بن کر زندگی گذارنے کو کہا۔ دین حنفہ نے دولت کی طرح حکومت کو بھی حرام نہیں کیا۔ خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے بادشاہ بنے۔ خلافت راشدہ کے بعد سینکڑوں ہزاروں سال تک مسلمانوں نے حکومتیں کیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔

مگر سیاست دان یا حاکم یا بادشاہ کو یہ فرمایا کہ اگر ہم تجھے حکومت کی خیر دیتے ہیں تو یاد رکھنا کہ دینے والا اللہ ہے وہ دے سکتا ہے تو لے بھی سکتا ہے اور اس کے آگے تیری جواب دہی بھی ہو گی اس لیے اپنے رب کو یاد رکھ کہ تیرے اوپر وہ اصل حاکم ہے۔ تو اس کا محض خلیفہ ہے۔ قرآن کریم نے خود فرمایا ہے کہ (مجھے یاد رکھنے کے لئے کم سے کم پانچ وقت نماز کو قائم کرو۔) قائم کرنے کے معنی صرف نماز پڑھنا نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کہ تم کس کے آگے کھڑے ہو یا جھکتے ہو یا زمین پر سجدہ میں گر پڑتے ہو نماز کو سمجھ کر پڑھنا ہے۔ نماز انسان کو پانچ وقت یہ یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے

اسی لیئے نماز ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اسی لیے ہم اس کے آگے ہاتھ باندھنے، جھکنے اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بات کو سن رہا ہے اسی لیے نماز کا کچھ حصہ بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے رازوں سے واقف ہے اسی لیے نماز کا بیشتر حصہ خاموشی سے دل میں پڑھا جاتا ہے تو یہ پانچ وقت کی یاد دہانی اور ایمان جو نماز کو قائم کرنا سکھاتے ہیں اسی لیے زندہ خدا پہ زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے تو سیاست دان کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل حاکم خدا ہے جو اسے دیکھ رہا ہے اس کی باتوں کو سن رہا ہے اس کے سینہ کے رازوں سے واقف ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔ یہ باتیں ہی سیاست دان کو سیدھا اور اچھا حاکم بنا سکتی ہیں ورنہ حکومت یا کرسی انسان میں فرعون کی طرح تکبر پیدا کر دیتی ہے۔

دوسری بات جو سیاست دان کو فرمائی کہ قربانی کرو۔ میری ساری عمر سیاست دانوں کے ساتھ بطور سرکاری افسر کے گذری ہے۔ سیاست میں تمام نقائص یوں پیدا ہوتے ہیں کہ اکثر سیاست دان اپنے ذاتی مفاد، اپنے بال بچوں اور رشتہ داروں کا مفاد، اپنے دوستوں یاروں کا مفاد، اپنی پارٹی کے ممبروں کے مفاد کو قوم کے مفاد پر ترجیح دینے لگتے ہیں اس لیئے اگر سیاست دان قوم یعنی محکوموں کے مفاد کی خاطر اپنے ذاتی مفاد، اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کے مفاد، اپنے دوستوں یاروں کے مفاد اور اپنی پارٹی کے مفاد کو قربان کریں تو کبھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے قربانی بنیاد ہے اچھی سیاست اور حکومت کی۔

سیاست دان کے لیے آخری بات یہ فرمائی (تیرا دشمن نامراد ہوگا۔) اب جس قدر دشمنیاں سیاست میں پیدا ہوتی ہیں کہیں پیدا نہیں ہوتیں سیاست نام ہی دوسرے کو گرا کر اس کی کرسی یا حکومت لینے کا نام۔ سیاست دان کے مخالف پارٹی والے تو خیر اس کے دشمن ہوتے ہی ہیں۔ اس کے خود اپنی پارٹی کے لوگ ہر آن اس کی کرسی کے خواہش مند رہتے ہیں اور اسے بدنام کر کے اس کی کرسی کو خود حاصل کرنا چاہتے ہیں اس دشمنی سے کوئی سیاستدان نہیں بچا۔ اور دشمن کی فکر سیاست دان کو ہر وقت پریشان رکھتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ اگر تم مجھے یاد رکھو گے اور راضی رکھو گے اور اپنے مفاد کو قوم کے مفاد کی خاطر قربان کر دو گے تو تمہارا دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

مگر میں دنیا داروں، مال کے پجاریوں، حکومت کے ہوس گیروں کے ذکر سے تنگ آگیا ہوں اور آپ بھی تھک گئے ہوں گے۔ خیر کثیر نہ دنیا ہے نہ دولت نہ حکومت۔ یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ اور جب وہ انسان کے پاس بھی ہوں تو ان کی برائیوں سے انسان کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ اس لیے انہیں خیر کثیر کہنا بالکل غلط ہے۔

یاد رہے کہ .... اس میں ہر انسان مخاطب ہے اب وہ کیا خیر کثیر ہے جو ہر انسان کو دیا گیا ہے جس میں امیر غریب، مرد عورت، بوڑھا بچہ سب شامل ہیں۔ ہر انسان کو دو ہی چیزیں دی گئی ہیں۔ اول یا بظاہر اس کا جسم ہے۔ کیا وہ خیر کثیر ہے ؟ انسان کا جسم تو دوسرے حیوانوں کی طرح ہے۔ بلکہ ان سے کمزور اور بعض حیوانوں سے کم عمر کے لیے ملتا ہے۔ پھر اس جسم میں پیدائش کے وقت اگر نہیں تو بعد میں بیسیوں بیماریاں یا نقائص یا کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بالآخر اس جسم کا جو انجام مقدر ہے مر کر اور گل سڑ کر مٹی میں مل جانا تو یہ تو خیر کثیر ہو سکتا ہی نہیں۔

ہر انسان کو، ہاں ہر مرد و عورت بوڑھے بچے اور امیر و غریب۔ کالے گورے کو ایک نعمت عظمیٰ ایک برابر دی گئی ہے وہ ہے وہ روح جو خدا نے عطا کی ہے اسی روح کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسی روح کی وجہ سے الٰہی صفات کا عکس اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اور وہی روح مرنے کے بعد اگلے عالم میں نیا اور ہمیشہ رہنے والا جسم پا کر اللہ تعالیٰ کی جنت میں رہ کر ابدی سکھ اور راحت اور بڑھ چڑھ کر نعمتیں پاتی رہے گی اور ترقیات کرتی رہے گی اس روح سے بڑھ کر کون سی خیر کثیر ہو سکتی ہے جو ہر انسان کو ملی ہے اس سے مراد وہی روح ہے جس سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہو سکتی اس بیش بہا بلکہ انمول امانت کے بارہ میں جو انسان کو دی گئی ہے اور جس کے بارہ میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا اس میں کیا پیغام ہے ؟

روح کی غذا

میں نے کہا تھا کہ ہر انسان کو دو چیزیں دی گئی ہیں۔ ایک تو اس کا جسم اور دوسرے اس کی روح تو جس طرح انسان کا جسم نہ تو پنپ سکتا ہے اور نہ نشوونما پا سکتا ہے جب تک کہ اسے روزانہ کئی بار غذا نہ ملے اسی طرح انسان کی روح نہ تو پنپ سکتی ہے اور نہ نشوونما پا سکتی ہے۔ جب تک کہ اسے روزانہ کئی بار روحانی غذا نہ ملے۔ وہ روحانی غذا کیسے اور کہاں سے مل سکتی ہے ..... انسان کی روح کی غذا نماز میں ملتی ہے .....

"اور اپنی نگاہیں (لالچ سے) اس کے پیچھے لمبی نہ کر جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کے لئے آرائش کا سامان دیا ہے تاکہ ہم ان کو اس کے ذریعہ آزمائیں اور تیرے رب کا رزق تو بہت بہتر اور زیادہ دیرپا ہے اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی نماز پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے ہم تجھے رزق دیتے ہیں اور اچھا انجام تو تقویٰ کے لیئے ہی ہے۔"

یہاں جو حکمت کے موتی پروئے گئے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے ماتحت دنیا کے لوگوں کو دنیا دی زندگی کی آرائش کے سامان مختلف مقداروں میں دیتا ہے۔

۲۔ اس سامانوں کی ظاہری دلربائی اور کشش کے پیچھے لوگوں کے لیے آزمائش ہوتی ہے۔

۳۔ اس لیے اس ظاہری دلربائی مگر باطنی آزمائش کے سامانوں کو ایک مومن کو لالچ اور حسرت کی نگاہوں سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ (کہ وہ بھی انسان کے دل میں لالچ اور حسرت کی آگوں کو سلگاتا ہے۔) اور ان میں پڑ کر انسان اپنے رب اور اس کے روحانی رزق سے غافل یا محروم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا دی رزق (جو بھی چیز اللہ سے ملے وہ رزق ہے) گھٹیا چیز ہے جو حیوانوں کو بھی دیا جاتا ہے اور بہر حال وہ چند روزہ ہے اس کے برعکس روحانی رزق جو صرف انسان کے لیے خاص ہے وہ بہت بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے کیونکہ انسان کی روح ہمیشہ رہنے والی ہے۔

۴۔ وہ روحانی رزق نماز کے ذریعے ملتا ہے۔

۵۔ اس لیے اس روحانی رزق کو پانے کے لیئے اپنے بیوی بچوں کو حکم دو۔ اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم رہو۔ (یہاں بیوی بچوں کو کیوں پہلے رکھا؟ اس لیے کہ ان کے لیے جسمانی رزق مہیا کرنا ہر انسان پر فرض ہے اور وہ اپنی کمائی کا بیشتر حصہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے تو فرمایا کہ اسی طرح اپنے بیوی بچوں کے روحانی رزق کی بھی فکر کرو اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم ہو کر اپنے بیوی بچوں کے لیے نمونہ بنو۔)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور سے شائع کیا۔

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو

اور تم اپنے اعمال اور افعال سے ثابت کر کے دکھا دو کہ واقعی تم نے سچی تبدیلی کر لی ہے تمہاری مجلسوں میں وہی ہنسی اور ٹھٹھا نہ ہو جو دوسرے لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں میں پایا جاتا ہے یقیناً سمجھو کہ زمین و آسمان کا خالق ایک خدا ہے وہ خدا ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے۔ کوئی شخص دنیا میں کسی قسم کی راحت اور کوئی نعمت حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر اسی کے فضل و کرم سے۔ ایک پتہ بھی اس کے فضل کے بغیر ہرا نہیں رہ سکتا۔ اس لیے ہر وقت اسی سے سچا تعلق پیدا کرے اور اسی کی رضا جوئی کی راہوں پر مضبوط قدم رکھے اگر وہ اس بات کی پابندی کرے گا تو یقیناً اسے کوئی غم نہیں ہے ہر قسم کی راحت، صحت، عمر و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہے جب انسان کا وجود ایسا نافع اور سودمند ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا جیسے باغ میں کوئی درخت عمدہ پھل دینے والا ہو تو اسے باغبان کاٹ نہیں ڈالتا بلکہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اسی طرح نافع اور مفید وجود کو اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا .... جو لوگ دنیا کے لیے نفع رساں بنتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمریں بڑھا دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جو سچے ہیں کوئی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور فرمانبردار بندے ایسی بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں پس اس بات کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ نری بیعت اور اقرار سے کچھ نہیں بنتا بلکہ انسان زیادہ ذمہ دار اور جوابدہ ہو جاتا ہے اصل فائدہ کے لیے ضرورت ہے حقیقی ایمان اور پھر اس ایمان کے موافق اعمال صالحہ کی جب انسان یہ خوبی اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقی حقیقی مومن اور اس کے غیر میں ایک امتیاز رکھا جاتا ہے۔ اسے ممتاز کیا جاتا ہے اور اس امتیاز کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں فرقان ہے۔ آخرت میں بھی مومن اسی فرقان سے شناخت کیے جائیں گے۔ اس دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ مومن ہمیشہ ممتاز رہتا ہے۔ اس کے اندر ایک سکینت اور اطمینان بخش روح ہوتی ہے۔ اگرچہ مومن کو دکھ بھی اٹھانے پڑتے ہیں اور قسم قسم کے مصائب اور شدائد کے اندر سے گذرنا پڑتا ہے خواہ لوگ اس کے کتنے ہی برے نام رکھیں اور خواہ اس کے تباہ اور برباد کرنے کے لیے کچھ بھی ارادے کریں لیکن آخر کار وہ بچ لیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اسے عزیز رکھتا ہے۔ اس لیے دنیا اس کو ہلاک نہیں کر سکتی۔

مومن اور اس کے غیر میں امتیاز ضرور ہے اور یہ میزان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے خدا تعالیٰ کی آنکھیں دیکھتی ہیں کہ کون بد اور شریر ہے خدا کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ پس تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو۔ یہ دھوکہ مت کھاؤ کہ ظاہری رسم ہی کافی ہے نہیں امن اس وقت آتا ہے۔ جب انسان سچے طور سے خدا تعالیٰ کے حرم میں داخل ہو۔

پس:

اَب بڑی تبدیلی کا وقت ہے اور خُدا تعالیٰ سے سچی صُلح کے دن ہیں

جماعتی خبریں

* حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید ان کے شامل حال رہے) خیریت سے ہیں صحت ٹھیک نہیں ہے۔ اس نادر وجود کی صحت و سلامتی والی زندگی کے لیے احباب اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* درخواست دعا :

ڈاکٹر اصغر حمید صاحب دارالسلام بیمار ہیں اور گھریلو پریشانیوں میں بھی مبتلا ہیں۔ راجہ محمد افضل صاحب بیمار ہیں۔ بیگم صاحبہ حضرت امیر کا دوبارہ آپریشن ہوا ہے احباب ان سب کے لیئے درد دل سے دعائیں کریں۔

* قارئین سے التماس

آپ کی خدمت میں دوبارہ یاد دہانی کے لیے گذارش ہے کہ بزرگ رہنما جناب نصیر احمد فاروقی صاحب (خدا کی رحمت ان پر ہو۔) کی زندگی کے بارے میں جو جو معلومات آپ کے پاس ہوں ان کی کوئی فوٹو، کوئی اور تحریر یا زبانی ان کی قیمتی نصائح آپکے علم میں ہوں تو از راہ کرم جلد از جلد ادارہ پیغام صلح کو روانہ فرما کر ثواب حاصل کریں۔ تاکہ پیغام صلح کے خاص نمبر میں چھپ جائے۔

* ھالینڈ میں نوجوانوں کا سیمینار

یکم دسمبر ۱۹۹۱ء کو احمدیہ فیڈریشن ہالینڈ کے زیر اہتمام نوجوانوں کا عظیم الشان سمینار یوٹرخت میں ہوا۔ اس سے قبل اسی سنٹر میں خواتین کا سمینار بھی منعقد ہوا تھا نوجوانوں نے "احمدیت کا مستقبل ہالینڈ میں" پر تقاریر کیں اور یہ عہد کیا کہ ہالینڈ میں دین حقہ اور احمدیت کے لیے مربوط کوششوں کی ضرورت ہے تاکہ اس سے شاندار نتائج نکلیں۔ آخر پر یوٹرخت جماعت کی طرف سے ڈنر پیش کیا گیا۔

* ہیگ

حسن محمد صاحب کو ستارہ احمدیت سے نوازا گیا۔

۱۵ / دسمبر کو ایک پر وقار تقریب میں حسن محمد صاحب کو ہیگ (ہالینڈ) جماعت کی طرف سے ستارہ احمدیت دیا گیا۔ انہوں نے پہلے سرینام اور بعد میں ہیگ ہالینڈ میں احمدیت اور دین حقہ کی شاندار خدمات انجام دیں جن کے صلے میں انہیں اس اعزاز سے نوازا گیا۔ اس دن ان کی فیملی اور عزیز رشتہ دار بھی اس پر وقار تقریب میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔

* سانحہ ارتحال :

ہیگ (ہالینڈ) کی جماعت کو ایک بڑے صدمے سے ۱۰ دسمبر کو دوچار ہونا پڑا جبکہ اس کے ایک قابل قدر اور عالم باعمل مسٹر ابراہیم مرادین کو خداتعالیٰ نے واپس بلا لیا۔ (ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔) مسٹر ابراہیم مرادین صاحب الکمار سرینام میں پیدا ہوئے پولیس کے محکمہ میں سروس کی وہاں پر وہ سینزاگ جماعت کے صدر بھی رہے بعد میں محکمہ زراعت میں آ گئے۔ ہالینڈ آنے کے بعد وہ عدالت عالیہ میں اردو اور ہندی کے مترجم کے طور پر کام کرتے رہے۔ مذہبی امور پر ان کو کامل دسترس حاصل تھی دین حقہ اور احمدیت کے بہت بڑے عالم تھے۔ خداتعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

یاد رفتگان،

پچھلے شمارے میں یہ خبر دی گئی تھی کہ جماعت احمدیہ سرینگر کے صدر شیخ عبدالصمد صاحب قضاءِ الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ شیخ صاحب جماعت میں عالی مقام رکھتے تھے اور اس کے رکن رکین شمار ہوتے تھے۔ ان کی خدمات جلیلہ سے جماعت کو روز افزوں ترقی نصیب ہوئی۔ اور وہ اس کی روح رواں تھے۔ ان کی وفات سے جماعت سرینگر میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا محال نظر آتا ہے اور جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے دو تین سال قبل وہ لاہور تشریف لائے تھے اور سالانہ اجتماع میں شرکت فرمائی تھی۔ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انتہائی مہمان نواز اور پرلے درجہ کے خوش خلق اور شفیق بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہر آن ان کے درجات بلند فرمائے۔

تعزیتی پیغامات اور شکر و سپاس

حضرت نصیر احمد فاروقی صاحب (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اُن پر ہوں۔) کی وفات پر حضرت امیر (اللہ کی تائید ان کو حاصل رہے۔) اور محترمہ بیگم سلیمہ فاروقی صاحبہ کو بڑی تعداد میں تعزیتی خطوط، تار، فیکس اور تعزیتی قراردادیں اندرون و بیرون پاکستان سے موصول ہوئی ہیں۔ وہ اس خلوص اور ہمدردی کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنے کے متمنی ہیں لیکن ایسا کرنا سردست ان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اب پیغام صلح کے ذریعہ سے وہ دل کی گہرائیوں سے سب احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس خلوص و ہمدردی کے لیے آپ کو جزائے خیر دے اور اس قومی المیہ پر جملہ غمزدہ قلوب پر سکینت کا نزول ہو۔ آئندہ شمارے میں اس سلسلہ میں مزید عرض کیا جائے گا۔ حضرت فاروقی صاحب کے متعلق مضامین اور خطوط کی اشاعت کا انتظام بھی زیر غور ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے حقیقی معنی ہیں کھیتی میں نمو آنا۔ یا کھیتی کا بڑھنا۔ اور جو مال خدا کی راہ میں دیا جاتا ہے وہ کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بڑھتا رہتا ہے اور مال بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان کا تزکیہ نفس بھی ہوتا رہتا ہے۔ اور خداتعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے (احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔) اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ کسی کی جان۔ مال۔ اولاد اور عزت محفوظ نہیں ہے اور مالداروں کو ہر آن خطرہ لگا رہتا ہے اس خطرہ سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اپنے خدا کو راضی کر لو اور اسے راضی کرنے کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اپنے مالوں سے زکوٰۃ ادا کرو تاکہ آپکا مال بھی محفوظ رہے اور آپکے گھروں دوکانوں کھیتوں اور فیکٹریوں پر خدا کی برکت بھی نازل ہوتی رہے۔ اس حج کے مبارک مہینے میں جماعت زکوٰۃ کی رقوم مرکز میں بھیجتی ہے براہ کرم جلد از جلد زکوٰۃ کی رقم مرکز میں بھیجکر عند اللہ ماجور ہوں۔

(جنرل سیکرٹری)

سالانہ دعائیہ

دوسرا دن

۲۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو تلاوت کے بعد عبدالسلام صاحب آف دیگراں نے منظوم کلام پیش کیا۔ اس کے بعد مجاہد احمد سعید صاحب آف ایبٹ آباد نے ملفوظات بانی سلسلہ احمدیہ پڑھ کر سنائے۔ آپ کے بعد جناب شیخ شریف احمد صاحب آف پشاور نے تقریر فرمائی آپ کی تقریر کے بعد جناب میاں عمر فاروقی صاحب نے تقریر کی۔ اگرچہ یہ آپ کی پہلی تقریر تھی مگر خدا کے فضل و کرم سے جیسا کہ ہر احمدی پیدائشی مقرر ہوتا ہے آپ کی تقریر بھی بہت علمی تقریر تھی۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت آپ کے شامل حال رہے) نے فرمایا:

دنیا کی زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت چیز ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا۔ اگر وہ اموال تم سے مانگے اور تم سے الحاح کرے تو تم بخل کرو اور وہ تمہارے کینوں کو باہر نکال دے دیکھو تم وہ لوگ ہو جو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو پس تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوائے کسی اور قوم کو بدل کر لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ آپ میں سے ہر ایک گواہ ہے کہ ہمارے باپ دادوں نے کیا دیا تھا اور خداوند تعالیٰ نے ان کو واپس کس قدر بڑھا چڑھا کر دیا۔ خدا تعالیٰ بڑا قدردان ہے۔ کبھی وہ دس گنا دیتا ہے تو کبھی ستر گنا اور کبھی سات سو گنا اور کبھی بے حساب دیتا ہے۔

اس لیے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو قربان کرو۔ کیونکہ یہ تمہاری اپنی بھلائی کے لیے ہے۔ خدا کی راہ میں مال خرچ نہ کرنے والی قوم زندہ نہیں رہ سکتی اور آپ تو خدا کے فضل سے زندہ قوم ہیں

دوسری نشست میں تلاوت کے بعد جناب چوہدری محمد حیات صاحب نے بڑے درد بھرے انداز میں منظوم کلام پیش کیا۔ ملفوظات جناب ناصر احمد صاحب آف شیخ محمدی نے پڑھ کر سنائے۔ ازاں بعد جناب مولوی محمد علی صاحب آف چک ۸۱ سرگودھا نے نماز کے فوائد پر بڑی عالمانہ تقریر کی۔ آپ کے بعد اور آخر پر جناب بزرگوار م کیپٹن عبدالواحد صاحب آف پشاور نے امریکہ کے ایک مدعی نبوت کے بارے میں اپنی کارگذاری، دعوۃ و تعوب پاکستان کے علماء سے گفتگو اور ان کی بے حسی کا ذکر کیا اور پھر بتایا کہ کس طرح یہ مدعی نبوت قتل ہو گیا۔

تیسرا اور آخری دن

۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو تلاوت کے بعد منظوم کلام نثار صاحب آف اسلام آباد نے ترنم سے پڑھا۔ ملفوظات جناب وکیع احمد سعید صاحب نے پڑھ کر سنائے۔ ازاں بعد جناب کرنل محمود شوکت صاحب آف لندن نے اپنے واقعات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ کہ جب میں نے اپنی زندگی خدا کے رستے میں وقف کی تو میری بینائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کام کی خاطر مجھے کھوئی ہوئی بینائی واپس لوٹا دی۔ اور آج میں اس کے بے پایاں فضل سے خدمتِ دین کا فریضہ ادا کر رہا ہوں۔ ان کے بعد محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ آف کینیڈا نے سال بھر کی کارگذاری سے حاضرین کے دلوں کو گرما دیا کہ سال گذشتہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا بے شمار افضال کی بارش کی۔ برلن کنونشن اور فرینکفرٹ کے بین الاقوامی کتب میلہ میں کتابوں کی نمائش میں سلسلہ کی کتب کا سٹال بک کرانے اور اس کے عالمگیر اثرات کا ذکر کیا۔ ان کی تقریر کا حاضرین پر بہت گہرا اثر ہوا۔

آپ کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب، آف ایبٹ آباد نے دم واپسیں کے دو نظارے حاضرین کو دکھائے۔ ایک نظارے میں اللہ کا ایک بندہ مومن جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کس طرح جنتی زندگی گذار کر اپنے اللہ کے حضور حاضر ہونے پر خوش ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو خوش آمدید کہتا ہے۔ اور وہ بخوشی (ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔) کا ورد کرتا اگلے جہان کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتا رخصت ہو رہا ہے۔ جیسا کہ کوئی کوئے جاناں کو والہانہ طور پر جا رہا ہو۔ اور شتاقِ دید ہو۔

اور دوسرا نظارہ وہ فرعون کی ممی کو دیکھ کر بتاتے ہیں کہ اس کی زندگی اس کا موسیٰؑ کے ساتھ مقابلہ اور اس کے غرقِ آب ہونے۔ مرنے کے وقت موسیٰؑ کے خدا پر ایمان لانے اور خدا کا اس وقت توبہ نہ قبول کرنے کا نظارہ پیش کرتے ہیں۔ نیز وہ بتاتے ہیں کہ خدا نے جو فرمایا تھا کہ تم کو تو نہیں بچاؤں گا مگر تمہارے جسم کو بچاؤں گا تاکہ تو لوگوں کے لیے باعثِ عبرت ہو قرآن کی صداقت آج لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آپ کے بعد بزرگ رہنما فتح محمد عزیز صاحب ایڈووکیٹ آف گجرات نے جماعت احمدیہ کے دو فریق اور جماعت لاہور کے قادیان سے الگ ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالی اور آخر پر حضرت امیر کے خطبہ اور دعا کے بعد یہ بابرکت دعائیہ اختتام پذیر ہوا۔

آج نہیں تو کل سہی

یار ازل سے دل لگا چھوڑ دے فکرِ ما سوا
دولتِ وصل پائے گا آج نہیں تو کل سہی

دست دعا دراز کر ہو کے ہیگا غم نہ کر — نخلِ مراد بار ور آج نہیں تو کل سہی
بڑھنے دے اضطرابِ دل ہونے دے حالِ زارِ دل — آئے گا یوں قرارِ دل آج نہیں تو کل سہی
تجھ پہ خدا کے اے نبی ختم ہوئی پیغمبری — مانے گی خلق سب یہی آج نہیں تو کل سہی
آتی ہے غیب سے صدا گلشنِ دینِ مصطفےٰ — خوب ہی لہلہائے گا آج نہیں تو کل سہی
فرشِ زمیں پہ سر بسر نورِ خدائے بحر و بر — ہوگا ضرور جلوہ گر، آج نہیں تو کل سہی
زخمِ جگر کا ماجرا ان کو ذرا سنائے جا — دیں گے مرہمِ شفا، آج نہیں تو کل سہی
عمر فراق میں کٹی کہتا ہیں دل میں تھا یہی — آئے گی وصل کی گھڑی آج نہیں تو کل سہی
حسن کی بے نیازیاں عشق کی بے قراریاں — لے کے رہیں گی میری جاں آج نہیں تو کل سہی
مجھ کو یہ ڈر ہے ہمنشیں میری یہ آہِ آتشیں — آگ لگائے گی کہیں آج نہیں تو کل سہی

میں نے کہا بچشمِ تر ہوگی کرم کی کب نظر
کہنے لگے کہ صبر کر آج نہیں تو کل سہی

(آسفی خان حسن)

تنظیم خواتین الاحمدیہ کا اجلاس

تنظیم خواتین الاحمدیہ کا سالانہ دعائیہ اجتماع ۲۴ دسمبر ۱۹۹۱ء کو صبح ۹½ بجے جامع دارالسلام میں ہوا۔ محترمہ بیگم کرم الٰہی صاحبہ نے صدارت کی۔ بیگم زاہدہ جنجوعہ کی تلاوت کے بعد بیگم بشریٰ علوی صاحبہ نے بانی سلسلہ احمدیہ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ بیگم ذکیہ شیخ صاحبہ صدر تنظیم خواتین الاحمدیہ نے استقبالیہ پیش کرتے ہوئے بہنوں کو خوش آمدید کہا۔ سال گذشتہ میں رحلت فرمانے والوں کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ خصوصاً جماعت کے سینیئر نائب صدر بزرگوارم فاروقی صاحب کے لیے جو ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو وفات پا گئے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ آپ ہمیشہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ چندہ دیتے رہے اس کے علاوہ دین کی ہر خدمت کے لیے کثیر رقوم آپ نے دیں۔ لوگوں سے چندہ کی اپیل درد دل سے کرتے تھے، ۲۰۔۲۱ سال سے لاہور میں مقیم تھے اور جماعت کی خدمت میں ہر دم مصروف رہے۔ عالم با عمل تھے۔ آپ کو قرآن و حدیث کے علم پہ عبور حاصل تھا۔ وہ سچے عاشق قرآن اور خوش البیان تھے۔ درس کا سلسلہ گھر سے شروع کیا۔ پھر جامع مسلم ٹاؤن اور بعد میں جامع دارالسلام میں عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر سال جلسہ کے تین دنوں میں درس دیتے تھے۔ ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتے آپ کو ہر وقت تراجم کی فکر رہی۔ غیر ملکیوں کے ساتھ مہینوں تراجم کے سلسلہ میں مصروف رہے ہر سال عیدین اور جمعہ کے خطبات بھی آپ ہی دیتے تھے۔

بیگم جبارت خانم صاحبہ آف فیصل آباد نے خاتم النبیین پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آپ نے قرآن و حدیث سے حوالے دے کر ثابت کیا۔ بیگم پروین چوہدری صاحبہ نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاءؑ کا مختصر ذکر کیا۔

آنسہ سعیدہ ضیاء نے حضرت صاحب کا منظوم کلام "اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے" ترنم سے پیش کیا۔ بیگم صبیحہ سعید صاحبہ آف راولپنڈی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیشہ جو بات کہیں وہی کریں۔ قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیئے عمل سے ہی بیان میں اثر پیدا ہوتا ہے۔

بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے ہستی باری تعالےٰ اور تقاضا بالبشریت کے موضوع پر تقریر کی اور مختصراً فاروقی صاحب کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ جماعت کے لیے لائٹ ہاؤس کی طرح تھے۔ ساری زندگی قرآن کی خدمت میں لگے رہے ؎

بہت شوق سے سن رہا تھا زمانہ

ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

بیگم عقیلہ اسلام صاحبہ اور بیگم سلمیٰ انوار صاحبہ نے حضرت صاحب کی نظم "جمال و حسن قرآن نور جان ہر ۔۔۔۔۔ ہے" ترنم سے پیش کی۔ بیگم رضیہ مدعلی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں خصوصاً حضرت مولانا محمد علی صاحب (خدا کی رحمتیں ان پر ہوں۔) کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کو ہماری زبان میں ترجمہ کر کے ہمارے سمجھنے کے قابل بنا دیا۔ ہمیں بیان القرآن کو باقاعدگی سے پڑھ کر اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

بیگم نصرت مبارک صاحبہ آف ملتان نے (خدا کے رستہ میں جہاد کرو اپنے نفسوں اور مالوں سے) کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نورالدین (اللہ کی رحمتیں ان پر ہوں) نے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا۔ انہوں نے ان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔

بیگم زہرہ رمضان صاحبہ آف ہالینڈ نے جرمن کنونشن میں اپنی شرکت اور کنونشن کے حالات بیان کر کے حاضرات کے ایمانوں کو تازہ کیا۔

آخر میں صدر مجلس بیگم کرم الٰہی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

جامع میں بعض لوگوں کی طرف سے اختلافی اور تفرقہ بازی کا رویہ دینی جماعتوں کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اپنے خیالات انجمن کے سامنے رکھنے چاہیئں اور کثرت رائے سے کئے گئے فیصلوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

آخر میں سب بیماروں کے لیے اور جماعت کی ترقی کے لیے دعائیں مانگی گئیں۔

اجلاس کے بعد دستکاری کی نمائش اور کھانے پینے کے سٹالز سے حاضرات لطف اندوز ہوئیں۔

دوسرا اجلاس بعد دوپہر تین بجے شروع ہوا۔

آنسہ آمنہ سعید صاحبہ کی تلاوت کے بعد لاہور کی جماعت کی رپورٹ سیکرٹری صاحبہ جماعت لاہور نے پڑھ کر سنائی۔ راولپنڈی کی جماعت کی رپورٹ بیگم صبیحہ سعید صاحبہ نے اور کراچی کی جماعت کی رپورٹ بیگم اختر نذیر صاحبہ نے پیش کی۔ بیگم اسماء شوکت صاحبہ نے لندن مشن کی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد بچیوں نے تقاریر اور نظمیں پڑھیں۔ آنسہ سمیرا اشرف نے خاتم النبیین کے موضوع پر تقریر کی۔

آنسہ عائشہ رحمان نے (اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ نہ کرو۔) کے موضوع پر اور آنسہ سعدیہ رحمان نے دعا کی اہمیت پر تقریر کی۔ اس کے بعد خولہ حمید اور عظمیٰ حبابت راولپنڈی نے نظمیں پیش کیں۔

آنسہ رملہ جنجوعہ نے بانی سلسلہ احمدیہ کا عشق رسولؐ آنسہ طیبہ انوار نے "دنیا کی محبت تمام غلطیوں کی جڑ ہے" پر تقریر کی۔ مدیحہ سعید نے درود شریف اور آنسہ عاصمہ مبارک نے نظمیں پیش کیں۔

ثناء عمر، صائمہ عمر اور رضا عمر نے حضرت صاحب کی سیرت پر تقاریر کیں۔

آنسہ مومنہ شاہد سیالکوٹ نے شمانہ اور آنسہ نجمہ پروین اور سلمیٰ پروین بدوملہی نے تقاریر کیں۔ آنسہ حلیمہ سعید نے تقریر کی۔

کوئیز پروگرام میں سعیدہ ضیاء۔ طیبہ انوار، فائزہ جمیل دارالسلام اور عظمیٰ فیصل آباد نے حصہ لیا۔ پہلی دو کو اوّل، فائزہ جمیل کو دوم اور عظمیٰ کو حوصلہ افزائی کا انعام ملا۔

۲۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو مغرب کے بعد خواتین کا GET TO GETHER ہوا۔ سب شہروں کی نمائندہ خواتین نے اپنے اپنے مسائل بیان کیئے اور بعد میں تنظیم خواتین الاحمدیہ کی جانب سے انہیں عشائیہ پیش کیا گیا۔

رشتوں کے بارے میں ضروری گذارش:

احباب جماعت خصوصاً خواتین سے گذارش ہے کہ وہ رشتوں ناطوں کے بارے میں مکمل کوائف سیکرٹری صاحبہ تنظیم خواتین الاحمدیہ ۱۸/۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کے پتہ پر ارسال کریں؛

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

مورخہ یکم فروری ۱۹۹۲ء
جلد ۷۵ شمارہ ۳

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

"عادت اللہ یہی ہے کہ جب انسان امن کے زمانہ میں ہو اور وہ گذر جاوے اور اس اثناء میں کوئی رجوع خدا تعالیٰ کی طرف حقیقی اور اخلاص سے نہ کیا ہو تو پھر خطرناک زمانہ میں واویلا شور مچانا اس کے کام نہیں آیا کرتے یہ تو وہی فرعون کی مثال ہوئی کہ جب ڈوبنے لگا تو کہا کہ اب میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خدا پر ایمان لایا۔

مشکل یہ ہے کہ دنیا داروں کو ان کے اپنے سلسلوں اور پیچ در پیچ معاملات سے ہرگز فرصت نہیں ہے کہ وہ روح کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور خدا کا خوف بھی محسوس کریں اگر کچھ خوف ہے تو گورنمنٹ کا اور امید ہے تو اسباب سے یا اپنے مکر و فریب سے۔ اس زمانہ میں جو توکل کا نام لے وہ دیوانہ اور مخبوط الحواس ہے۔ اس کا نام مسلوب العقل رکھا جاتا ہے یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ قبل از نزول بلا وہ تبدیلی کرلے لیکن اگر کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور اس کی نظر اسباب اور مکر و حیلہ پر ہے تو سوائے اس کے کہ وہ اپنے ساتھ گھر بھر کو تباہ کرے اور کیا انجام بھوگ سکتا ہے کیونکہ مرد گھر کا کشتی بان ہوتا ہے اگر وہ ڈوبے گا تو کشتی بھی ساتھ ہی ڈوبے گی۔"

(ملفوظات جلد ، ص ۹۰)

"جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں تکالیف دیتا ہے اور جو لوگ خود خدا تعالیٰ کے لئے دکھ اٹھاتے ہیں ان دونوں کو خدا تعالیٰ آخرت میں بدلہ دے گا۔ دنیا تو چلنے کا مقام ہے رہنے کا نہیں اگر کوئی شخص سارے سامان خوشی کے رکھتا ہے تو یہ خوشی کا مقام نہیں۔ یہ سب آرام اور دکھ ختم ہونے والے ہیں اس کے بعد ایک ایسا جہان آنے والا ہے جو دائمی ہے جو لوگ اس مختصر جہان میں انسانی بناوٹ میں فرق اور کمی بیشی دیکھ کر دوسرے جنم کے گناہوں اور عملوں پر محمول کر لیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ وہ یہ معلوم نہیں کرتے کہ آخرت کا ایک بڑا جنم آنے والا ہے اور جن کو خدا تعالیٰ نے پیدائش میں کوئی نقص عطا کیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود بخود خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے دکھوں میں ڈال دیا ہے ان دونوں کو وہاں چل کر بدلہ ملے گا۔ یہ جہان تو تخم ریزی کا جہان ہے اور ایسے مواقع حاصل کرنے کے واسطے ہے جن سے خدا تعالیٰ راضی ہوئے"

(ملفوظات جلد ، ص ۹۳)

+++++++

از حضرت نصیر احمد فاروقی صاحب (اللہ کی رحمت اُن پر ہو)

صُلح

لفظ ۔۔۔۔ کے معنی اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنا ہے اور اس لفظ کے دوسرے معنی ہیں صلح و امن میں داخل ہونا تو کیا ان دو معنوں میں نعوذ باللہ تضاد ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ دونوں معنی صحیح ہیں ۔ اور ان میں زبردست تعلق ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری میں ہی صلح و امن ہے نہ صرف انسان کے اندر بلکہ باہر بھی دین حقہ نے اطمینان قلب حاصل کرنے کا کیا راستہ بتایا ہے وہ میرا آج کا مضمون نہیں ۔ نہ میں بین الاقوامی صلح و امن قائم کرنے کے دین حقہ کے اصولوں پر آج کچھ کہوں گا بلکہ ۔۔۔ برادری میں یا کسی جماعت یا خاندان میں صلح و امن قائم رکھنے کے لئے جو باتیں قرآن حکیم نے بتائی ہیں ان میں سے بعض کا ذکر کروں گا ۔

مومن بھائی بھائی ہیں

پہلی بات یہ فرمائی کہ مومن سب بھائی بھائی ہیں ۔۔۔۔ اخوت یا بھائی چارہ ایسی حقیقت ہے کہ تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یعنے مہاجر و انصار نے جس اخوت یا بھائی چارے کا نمونہ دکھایا اس کی نظیر کسی قوم میں نہیں ملتی ۔ خونی بھائی چارگی اس کے آگے ہیچ تھی ۔۔۔۔ یہ ایک عجیب بھائی چارہ ہے جو بے اختیار اس لئے نصرت الٰہی سے فوراً دل میں پیدا ہو جاتا ہے ۔

مگر کبھی دو بھائیوں میں بھی لڑائی جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو بھائیوں میں خواہ وہ خونی رشتہ سے بھائی ہوں یا دینی رشتہ سے ان میں اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ان کی صلح کرا دیا کرو ۔ چونکہ شیطان فتنہ و فساد کو پسند کرتا ہے اس لیے وہ انسانوں کے دلوں میں ایسے موقعوں پر یہ شرارت پیدا کرتا ہے کہ کسی دو بھائیوں میں لڑائی جھگڑا ہو تو لوگ یا تو کھلم کھلا اس میں کود کر آگ کو اور بھڑکاتے ہیں یا پھر ادھر کی بات ادھر لگا کر یا دونوں فریق کی ہاں میں ہاں ملا کر لڑائی جھگڑے کو اور طول دیتے ہیں ۔ تو پہلی بات تو یہ فرمائی کہ خدا کا خوف کیا کرو ۔ تقویٰ اللہ کے معنی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مواخذہ یا سزا سے اپنے آپ کو بچانے کے اور یہ الفاظ ان احکام پر آتے ہیں ۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جناب میں خاص طور پر مواخذہ یا پکڑ ہو گی تو بجائے لڑائی جھگڑا بڑھانے کے اگر صلح صفائی کرا دی جائے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا ۔ اس کے معنے صرف دنیاوی رنگ میں رحم کے نہیں ۔ بلکہ روحانی ترقی کے ہیں ۔ صلح صفائی کے لئے جو نفس کو مارنا پڑتا ہے اس میں روحانی فلاح بڑھتی ہے ۔

تمسخر

اس کے بعد فرمایا کہ آپس میں لڑائی جھگڑے پیدا ہی نہ ہونے دو ۔ آپس کی بدمزگیاں اور لڑائی جھگڑے کئی وجوہ سے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک وجہ ایک دوسرے پر تمسخر کرنا ہے ۔ تمسخر دراصل ایک شرارت ہے جو شیطان اس کو سوجھاتا ہے جس میں تکبر ہو یعنے وہ اپنے آپ کو تو بڑا یا امیر یا بے عیب سمجھتا ہو اور دوسروں کو حقارت سے دیکھے تو تمسخر سے اگلے کا دل بہت دکھتا ہے کیونکہ وہ اپنی بے عزتی یا رسوائی یا اپنے پر جگ ہنسائی کو پسند نہیں کرتا ۔ لیجیے لڑائی جھگڑا یا دنگا فساد ہو گیا ۔ حضرت مولانا نورالدین نے تو فرمایا ہے کہ کافر تک پر تمسخر مت کرو ۔ اس سے وہ حق سے اور دور ہو جائے گا اور اس کا گناہ تم پر ہو گا ۔ اسی طرح کسی کی غربت پر ہنسنا یا کسی کے عیب پر ہنسنا کتنی بری بات ہے ۔ تمسخر کو روکنے کے لئے قرآن حکیم نے عورتوں کو خاص طور پر مخاطب فرمایا اس لئے کہ یہ عیب ان میں خاص طور پر زیادہ ہوتا ہے ۔

فرمایا کہ تمسخر میں جو تم دوسرے کی حقارت چاہتے ہو تو بہت ممکن ہے کہ وہ تم سے (مرد ہو یا عورت) بہتر ہو یعنے اگر تم سچ مچ بھی اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہو تو بھی بہت ممکن ہے کہ وہ تم سے بہتر ہو ۔ اس لئے کہ عالم الغیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔

عیب جوئی :

دوسری برائی جس سے روکا اس کے لئے لفظ ۔۔۔ استعمال فرمایا جس کے معنی منہ پر عیب لگانا ہے ۔ یہاں پھر اپنے اندر تکبر اور اپنے آپ کو بے عیب سمجھنا مخفی ہوتا ہے اور دوسرے کو حقیر سمجھنا ہوتا ہے ۔ لوگ اسے اپنی "حق پرستی" یا "صاف گوئی" کے خوبصورت نام دے کر اپنے مذموم فعل کو ڈھانپنا چاہتے ہیں یا پھر کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد دوسرے کی اصلاح ہوتی ہے تو برملا عیب جوئی یا طعنہ بازی سے اگلے کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے ؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو فرعون جیسے بدانسان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرمایا کہ ،

یعنے تم دونوں اس سے نرم بات کرنا تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے خوف کھائے اصلاح کرنے کا یہ طریق ہے نہ کہ منہ پر عیب لگانا اور طعن کرنا ۔

بانی سلسلہ احمدیہ کا بھی طریق تھا کہ وہ اگر کسی میں کوئی عیب دیکھتے تو اس کا نام لے کر یا اسے مخاطب کر کے اس کا ذکر نہ کرتے بلکہ اس عیب کا ذکر عام طور پر فرماتے اور دور کرنے کی نصیحت کرتے جس میں عیب ہوتا تھا اس کے دل کے اندر کے چور کو کھٹک جاتی تھی اور حضرت اقدس کے خوش اسلوبی سے عام طور پر ذکر کرنے پر وہ شخص سمجھ جاتا اور متاثر ہو کر اپنی اصلاح کر لیتا ۔ میں نے تو آج تک برملا عیب لگانے یا طعن کرنے پر کسی کی اصلاح ہوتے نہیں دیکھی اور نہ ہو سکتی ہے ۔ البتہ لڑائی جھگڑے کھڑے کرنے کا یہ مؤثر طریق ہے ۔

نام دھرنا :۔

تیسری بات جس سے قرآن پاک نے منع فرمایا وہ ایک دوسرے کے نام دھرنا ہے ۔ یہ پھر وہی اپنے اندر مخفی تکبر اور دوسرے کی تحقیر یا تضحیک کرنا ہوتا ہے ۔ اکثر کسی کے کسی عیب پر نام دھرا جاتا ہے اور جب وہ عیب جسمانی ہو تو اس سے خصوصاً اگلے کا دل خون ہوتا ہے اور اگر وہ عیب روحانی ہو یا دینی تو وہ بھی بڑی بات ہے جیسا کہ معاً بعد فرمایا کہ کسی کے ایمان کے بعد اس پر برا نام دھرنا تو بہت ہی بری بات ہے ۔ جو لوگ بات بات پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں یا ایک دوسرے کو فاسق یا فاجر یا منافق یا بے ایمان کہتے ہیں انہیں خدا کا خوف کرنا چاہیئے ۔

آخر میں فرمایا کہ جو توبہ نہ کرے تو وہ ظالم ہے ۔ فرمایا کہ اگر تم ایسی غلطیاں

جن کا ذکر یہاں ہے۔ کرتے رہے ہو تو اب فوراً توبہ کرو اور اس کے بعد کبھی نہ کرنا ورنہ تم سے سلوک وہی ہو گا جو ظالموں سے ہونا چاہیئے۔ قرآن پاک ظالموں کے برے انجام سے بھرا پڑا ہے اس سے ڈرنا چاہیئے۔ تو دیکھئے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں فرمائی ہیں جن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اول تو فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضورؐ مظلوم کی مدد تو ہم سمجھ سکتے ہیں مگر ظالم کی مدد ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ تو حضورؐ نے فرمایا " اسے ظلم سے روک کر "

کیا حکمت کے موتی سیدھے سادے الفاظ میں حضور صلعم نے بکھیرے ہیں۔

حضرت صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

یعنے حضور صلعم اُمّی ہو کر علم و حکمت میں بے نظیر تھے۔ تو اس سے بڑھ کر روشن دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ حضورؐ کو علم و حکمت پڑھانے والا خود اللہ تبارک و تعالیٰ تھا اور آپ خدا کے فرستادہ تھے۔

دوسری بات جو حضورؐ نے فرمائی کہ مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور آسمان کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ اس میں تمسخر کرنے والوں، عیب جوئی یا طعن بازی کرنے والوں اور برے نام دھرنے والوں کو ظالم کہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو ان کے تختۂ مشق ہوں وہ مظلوم ہیں ان کی آہ سے ڈرنا چاہیئے۔

بدظنی :

ہو چھٹی مکروہ بات جس سے قرآن پاک نے روکا ہے وہ بدظنی ہے جب فرمایا کہ اے لوگو جو ایمان لاتے ہو بہت بدظنی سے بچو کیونکہ بعض بدظنی گناہ ہوتی ہے۔" بدظنی یا بدگمانی عام انسانی کمزوری ہے اور یہ اکثر بدظنی کرنے والے کے اپنے کسی مخفی عیب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ورنہ حدیث شریف میں کیا عمدہ بات فرمائی ہے۔ کہ مومن ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتا ہے۔ یعنے حسن ظنی کرو۔ یہاں تک کہ ثابت ہو جائے کہ کسی میں کوئی بدی واقعی ہے تب بھی اس کے منہ پر مت طعن دو بلکہ عام ذکر کر کے اصلاح چاہو۔

بدظنی سے بچنے کی نصیحت فرماتے ہوئے حضرت صاحب نے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس زمانہ میں جبکہ بغداد اسلامی دارالسلطنت تھا دجلہ یا فرات دریا سے کشتی میں بغداد میں آیا تو اس نے دریا کے کنارے ایک نوجوان اور خوبرو لڑکے اور لڑکی کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہنس بول رہے ہیں اور ایک لمبی بوتل میں سے کوئی سرخ چیز پی رہے ہیں تو شیطان نے فوراً اس کے دل میں بدظنی پیدا کی کہ یہ کوئی عاشق و معشوق ہیں جو دریا کے کنارے عشق بازی کرنے آئے ہوئے ہیں اور شراب پی رہے ہیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بغداد میں داخل ہونے کے کچھ دن بعد اس شخص کا اس نوجوان لڑکے سے ملنے کا اتفاق ہو گیا۔ تو مسافر نے اُسے کہا چند روز ہوئے ہیں میں نے آپ کو دریا کے کنارے بھی بیٹھے دیکھا تھا نوجوان نے پوچھا یہ کب کی بات ہے تو مسافر نے دن کا تعین کر دیا تو وہ نوجوان بولا ہاں اس دن میں دریا پر اپنی بہن کی تفریح کے لیے گیا ہوا تھا اور جو چیز ہم پی رہے تھے وہ شربت تھا جو ہم دریا پر ٹھنڈا کر کے پی رہے تھے۔ مسافر کو اس کے ضمیر نے ملامت کی کہ تو نے خواہ مخواہ ان بہن بھائی پر بدظنی کی۔ تو آپ نے دیکھا کہ بدظنی یا بدگمانی فوراً کر لینا کتنی بری بات ہے۔۔۔ صحیح طریق یہی ہے کہ حسن ظنی سے کام لو یہاں تک کہ کسی کی بدی ثابت ہو جائے۔

~~~ ❁ ~~~

بچّوں کے لئے

ایک بادشاہ بیمار پڑ گیا۔ اور شاہی طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے مرض پیچیدہ تھا اور بظاہر صحت یاب ہونے کی امید باقی نہ تھی کہ ایک طبیب نے تشخیص کی کہ اگر ایک خاص عمر اور مخصوص اوصاف کے حامل بچے کو ذبح کر کے اور اس کے جسم کے بعض اندرونی اعضاء (مثلاً گردے وغیرہ) سے دوا تیار کی جائے تو اس کے استعمال سے بادشاہ کی صحت یابی کی سو فیصد توقع ہے۔

بادشاہ کو یہ تشخیص پسند آئی۔ ملک کے طول و عرض میں پیادے دوڑا کر مخصوص اوصاف کے حامل بچے کی تلاش شروع ہو گئی۔ بچہ دستیاب ہو گیا۔ مگر اس راہ میں مذہب کی بعض کاروائیاں حائل تھیں مثلاً بچے کے قتل کا شرعی جواز اور بچے کے والدین کی رضامندی تاہم یہ مراحل بھی طے ہو گئے بچے کے والدین کو معقول معاوضہ دلایا گیا۔ اور متعلقہ پولیس آفیسران کی طرف سے "منظوری" لکھوا لیا۔ انہوں نے باقاعدہ لکھ کر دیا کہ یہ تو ہمارا اکلوتا بچہ ہے اگر اور بھی ہوتے تو انہیں بھی بادشاہ سلامت پہ قربان کر دینے کو اپنی سعادت خیال کرتے۔

مفتی اعظم نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ سلامت کی جان بچانے کے لئے ایک بچہ تو کیا ساری رعایا کا قتل بھی جائز ہے۔ بچے کو ذبح کیا جانے لگا تو بادشاہ سلامت یہ منظر دیکھ رہے تھے جلاد نے بچے کے گلے پر چھری رکھی تو بچے نے زیر لب کچھ کہا اور مسکرا دیا بادشاہ نے جلاد کو رکنے کا حکم دیا۔ جلاد رک گیا۔ بادشاہ نے بچے کو قریب بلایا اور اس بے ہنگام تبسم کا سبب پوچھا بچے کو اب کیا خوف تھا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت اس دنیا میں میرے تین سہارے تھے والدین قاضی اور بادشاہ مگر وقت پڑنے پر تینوں ساتھ نہ دے سکے بادشاہ سلامت آپ کو تو اپنی جان کی پڑی تھی آپ کی مجبوری تھی آپ میرا ساتھ کیسے دیتے دوسرے درجے پر قاضی ہوتا ہے جو عدل و انصاف اور مساوات کا پرچار کرتا رہتا ہے مگر اسے بھی بادشاہ کی خوشنودی منظور تھی میرے ساتھ انصاف نہ کر سکا۔ تیسرا سہارا میرے ماں باپ تھے مگر وہ بھی لالچ سے زیادہ خوف کے مارے میرا ساتھ نہ دے سکے۔ جب جلاد نے میرے گلے پر چھری رکھ دی تو میں اپنی ہنسی نہ روک سکا میں نے کہا واہ خدایا! تو آسمان پر بیٹھا بھی ظالم بادشاہ سے ڈرتا ہے اور اسی کا طرفدار ہے یہ سن کر بادشاہ نے بچے کو انعام و اکرام دیکر واپس گھر بھجوا دیا حکایت میں لکھا ہے کہ اس نیکی کے عمل سے بادشاہ معجزانہ طور پر بغیر کسی علاج کے صحت یاب ہو گیا۔ ✦

جماعتی خبریں :

- حضرت امیر (خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت انہیں حاصل رہے) بخیریت ہیں احباب ان کی صحت و درازیٔ زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
- درخواست دعا :- ماسٹر محمد ابراہیم صاحب آف مانہ، محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، بیگم صاحبہ حضرت امیر راجہ محمد افضل صاحب اور بشارت احمد بقا صاحب دارالسلام بیمار ہیں احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں کریں۔

بقیہ اسمائے گرامی :- جناب اقبال قیوم صاحب کینیڈا، مسز اقبال قیوم صاحب کینیڈا، جناب میاں زیب کامران صاحب لندن، مسز میاں زیب کامران صاحبہ لندن، بہبود الیوسی ایشن - لاہور۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ سے چھپوا کر پبلشر نصیر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔
~~~

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

جس کو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالےٰ سے صلح کرلے

میرا مذہب تو یہ ہے کہ جس کو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالیٰ سے صلح کرلے اور اپنی ایسی تبدیلی کرے کہ خود اُسے محسوس ہو جائے کہ میں پہلا نہیں ہوں سچے مذہب کی جڑ خدا تعالیٰ پر ایمان ہے اور خدا پر ایمان چاہتا ہے کہ سچی پرہیزگاری ہو خدا کا خوف ہو۔ تقویٰ والے کو خدا تعالےٰ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ آسمان سے اس کی مدد کرتا ہے۔ فرشتے اس کی مدد کو اترتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ متقی سے معجزہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر انسان خدا تعالےٰ کے ساتھ پوری صفائی کرلے اور ان افعال اور اعمال کو چھوڑ دے جو اس کی نارضامندی کا موجب ہیں تو وہ سمجھ لے کہ ہر ایک کام برکت سے طے پا جائے گا۔ ہمارا ایمان تو آسمانی کارروائیوں ہی پر ہے یہ سچی بات ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی کا ہو جائے تو سارا جہان اپنی مخالفت سے اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا جس کو خدا تعالےٰ محفوظ رکھنا چاہے اس کو گزند پہنچانے والا کون ہو سکتا ہے پس خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے مگر غلی اسباب بھی تو خدا تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر ایک سبب کو پیدا کر سکتا ہے اس لئے اسباب پر بھی بھروسہ نہ کرو۔ خدا پر بھروسہ یوں پیدا ہوتا ہے کہ نمازوں کی پابندی کرو اور نمازوں میں دعاؤں کا التزام رکھو۔ ہر ایک قسم کی لغزش سے بچنا چاہیئے۔ اور ایک نئی زندگی کی بنیاد ڈالنا چاہیئے۔ یہ یاد رکھو اپنے عزیز رشتہ دار بھی ایسے دوست نہیں ہوتے جیسے خدا تعالےٰ دوست ہوتا ہے۔ اگر وہ راضی ہو تو کل جہان راضی ہو جاتا ہے۔

(منظور الٰہی صفحہ نمبر ۲۳۹)

+++

بدی کا زہر ہلاک کرنے میں سنکھیا کے زہر سے بڑھ کر ہے

خدا تعالیٰ پر کامل ایمان بدی کی طرف جانے سے روکتا ہے۔

میرا مذہب یہ ہے کہ وہ خدا جس کو ہم دکھانا چاہتے ہیں وہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور دنیا اس سے غافل ہے اس نے مجھ پر اپنا جلوہ ظاہر کیا ہے جو دیکھنے کی آنکھ رکھتا ہو دیکھے۔

دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو خدا کو مانتے ہیں اور دوسرے وہ جو نہیں مانتے اور دہریہ کہلاتے ہیں۔ جو مانتے ہیں ان میں بھی دہریت کی ایک رگ ہے کیوں کہ اگر وہ خدا کو کامل یقین کے ساتھ مانتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس قدر فسق و فجور اور بے حیائی میں ترقی ہو رہی ہے۔ ایک انسان کو مثلاً سنکھیا اور سٹرکینا دیا جاوے جبکہ اس کو اس بات کا علم ہے کہ یہ زہر قاتل ہے تو وہ اس کو کبھی نہیں کھائے گا خواہ اس کے ساتھ تم اسے کس قدر لالچ روپیہ کا دو۔ اس لئے کہ اس کو اس بات کا یقین ہے کہ میں نے اس کو کھایا اور ہلاک ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ گناہ سے ناراض ہوتا ہے اور پھر بھی اس زہر کے پیالے کو پی لیتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں زنا کرتے ہیں دکھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ بارہ بارہ آنہ یا ایک روپیہ کے زیور پر معصوم بچوں کو مار ڈالتے ہیں اس قدر بے باکی اور شرارت و شوخی کا پیدا ہونا سچے علم اور پورے یقین کے بعد تو ممکن نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہرگز یہ معلوم نہیں کہ یہ بدی کا زہر ہلاک کرنے میں سنکھیا یا سٹرکینا کے زہر سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر ان کا ایمان اس بات پر ہوتا کہ خدا ہے اور وہ بدی سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی پاداش میں سخت سزا ملتی ہے تو گناہ سے بیزاری ظاہر کرتے اور بدیوں سے ہٹ جاتے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول ص ۲۸۵)

+++

از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (خدا کی رحمت اُن پر ہو)

ہزار سر زنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بروی کار یک دعا باشد

میرا لڑکا ممتاز احمد اس وقت دو سال کا تھا۔ میں شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین تھا اور میرے اہل وعیال امرتسر میں تھے۔ ممتاز احمد کو ٹائی فائیڈ فیور ہو گیا۔ اور ایسا خطرناک کہ ۱۰۵ درجہ کا بخار بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز بخار شب و روز رہنے لگا اور ٹائیفائیڈ فیور کی کل علامات پوری طرح ظاہر ہو گئیں اور امرتسر کے قابل ڈاکٹروں نے بالاتفاق اپنی تشخیص مکمل کر کے کہہ دیا کہ ٹائیفائیڈ فیور بہت سخت قسم کا ہے اگر زندگی ہے تو تین چار ہفتہ سے کم میں نہیں اترے گا۔ میں ایک ہفتہ کی رخصت لے کر آیا تھا۔ بچہ شب و روز دماغی بے ہوشی کی وجہ سے میت کی طرح پڑا رہتا تھا۔ اور کوئی صورت بچنے کی نہ تھی۔ بخار کو گیارھواں دن تھا۔ میری رخصت ختم تھی۔ نبض بے قاعدہ ہو چکی تھی بخار کی تیزی اور بے ہوشی کا وہی عالم تھا میری بیقراری کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں نے واپس اپنی ڈیوٹی پر جانے سے انکار کر دیا۔ میرے بزرگوں نے سمجھایا کہ ایسی حماقت نہ کرو جو کچھ مقدر میں لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ تم اپنی ملازمت خراب نہ کرو۔ اتفاق سے ان دنوں حضرت مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی۔ میری بیوی نے بھی پڑھی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم گورداسپور ہو کر ہی شکر گڑھ جاؤ گے رستہ میں بٹالہ ہے اگر قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب سے دعا کراؤ تو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ فضل کر دے۔ انہوں نے اپنی کتاب برکات الدعا میں تو بڑی زور سے لکھا ہے

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

اپنی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر میں فوراً تیار ہو گیا۔ ایک احمدی دوست کو میں نے بلا کر کہا کہ میرے ساتھ قادیان چلیں کیونکہ میں قادیان سے ناواقف تھا۔ رات کے دس بجے امرتسر سے گاڑی چلی۔ نصف رات کو بٹالہ پہنچے یکہ لیا۔ سڑک نہایت خراب ہچکولے کھاتے گرتے پڑتے اچھلتے رات کے دو بجے قادیان جا پہنچے رات سخت اندھیری تھی۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ قادیان میں لالٹینوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سردی کا موسم گھروں کے دروازے بند۔ آدمی نہ آدم زاد میرے دل میں خیال گذرا کہ خدا جانے اس وقت مرزا صاحب خود کیا کر رہے ہوں گے۔ مزے سے سو رہے ہوں گے یا شائد نماز تہجد پڑھ رہے ہوں۔ بہرحال دل میں تمنا ہوئی کہ دیکھوں اس وقت کیا کر رہے ہیں۔ میرا احمدی رفیق آگے اور میں پیچھے۔ اندھیرے میں کچھ پتہ نہ لگتا تھا کہ ناگاہ حضرت مرزا صاحب کے مکان کے ایک دروازے پر میرے رفیق کا ہاتھ پڑا اور اس زور سے پڑا کہ وہ جھٹکے سے کھل گیا۔ حضرت مرزا صاحب نماز تہجد پڑھ رہے تھے اسی وقت آپ نے سلام پھیرا دریافت کرنے پر فرمایا کہ اوپر جامع مبارک میں چلے جائیے۔ ہم دونوں چلے گئے۔ ہم دونوں چلے گئے۔ چھوٹی سی جامع اس کے ساتھ ایک کمرہ تھا جس کا نام بیت الفکر تھا۔ دیکھا تو ساری جامع میں لوگ نماز تہجد بڑے خشوع و خضوع سے پڑھ رہے تھے البتہ اس کمرے میں حضرت خواجہ کمال الدین ایک چارپائی پر سوتے ہوئے تھے۔ میرے پہنچتے ہی خواجہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ اس چارپائی پر سو جئیں میں نے ان کی تکلیف کے خیال سے انکار کیا کہنے لگے نہیں اب میں نماز پڑھوں گا۔ غرضکہ میں اس چارپائی پر لیٹ گیا۔ اور خواجہ صاحب وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ مگر مجھے اس چارپائی پر لیٹنے سے نہایت شرم آئی کیونکہ لوگ اس قدر رقت اور خشوع و خضوع سے عبادت کر رہے تھے کہ میں ندامت سے کٹا جا رہا تھا۔ مگر تھکا ہوا تھا اس لئے آنکھ لگ گئی صبح چار بجے۔۔۔۔ ہوئی ایک شخص نے مجھے اٹھا دیا اور وضو کے لئے پانی دیا۔ میں وضو کر کے سنتیں پڑھ کر بیٹھا ہی تھا جو مولوی عبدالکریم صاحب تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر میرے دل کو بے حد خوشی ہوئی کیونکہ سیالکوٹ کے ہمارے پرانے تعلقات تھے۔ وہ بھی بڑے تپاک سے ملے مجھے کہنے لگے آخر آپ آئے۔ ہاں خدا ہی لے آیا۔ اس کے بعد میں نے تذکرہ کیا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے اس کے لئے دعا فرماویں۔ فرمانے لگے کہ آپ ابراہیمؑ کی طرح حنیف بنیں۔۔۔ آپ کی یہ آگ اللہ تعالیٰ ٹھنڈک اور سلامتی سے بدل دے گا۔ میرے دل کو اس فقرہ سے بڑی تسلی ہوئی۔

اتنے میں حضرت مرزا صاحب اندر سے تشریف لائے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نور کا جھمکڑا سامنے آکھڑا ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے میرا بازو پکڑ کے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور جن الفاظ میں پیش کیا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان الفاظ کا صحیح مصداق بنائے اور میرا انجام بخیر ہو۔ عرض کی کہ حضور یہ بھی ایک سعید روح ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں،، حضرت صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا۔ چونکہ لوگوں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ مرزا صاحب کو جذام ہو گیا ہے اور ہاتھوں میں رعشہ رہتی ہے میں نے آپ کے ہاتھوں کو بڑے غور سے دیکھا مجھ سیہ کار کے ہاتھوں میں ان کے نور سے دھلے ہوئے چاندی کے ہاتھ نظر آتے تھے۔ تعارف کے لئے مولوی عبدالکریم صاحب نے تو اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جو میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ اور میرے خیال میں آپ کے سامنے اس سے بہتر الفاظ تعارف کے لئے ہو بھی کیا سکتے تھے۔ پس میں نے خود ہی باقی باتیں اپنے متعلق عرض کیں۔ اس کے بعد نماز باجماعت شروع ہوئی۔ میں حضرت صاحب کے شانہ بشانہ کھڑا ہوا تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں لیکن ان کی قرآن خوانی کی جو شان قادیان میں نظر آئی وہ میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی اس کمال کی خوش الحانی اور اعلیٰ درجہ کی تاثیر ان کی زبان میں پیدا ہو گئی تھی کہ میں قرآن سنتا تھا اور تڑپتا تھا اور میرا یہ ایمان ہے کہ یہ سب فیض۔۔۔ تھا ورنہ مولانا عبدالکریم کا قرآن ہم پہلے مدتوں سنتے رہے تھے۔ نہ یہ خوش الحانی تھی نہ یہ اثر تھا۔

نماز ختم ہونے کے بعد حضرت مرزا صاحب اندر تشریف لے گئے۔ خلیفہ رشید الدین صاحب نے مجھ سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا کہ آپ حضرت صاحب سے ملاقات جامع میں ہی کریں گے یا خلوت میں۔ میں نے خلوت میں ملاقات کرنا چاہی تھی۔ حضرت صاحب نے تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں اندر بلا بھیجا۔ حضرت صاحب ایک کمرے میں جس میں بچے سوئے ہوئے تھے ایک ننگی چارپائی پر جس پر کوئی بستر نہ تھا بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر پائنتی کیطرف

کھسک گئے اور مجھے سرہانے کی طرف بٹھانے لگے میں نے پاس ادب سے انکار کیا۔ اور ہمارے درمیان میں ہمارے رفیق بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کی کہ کوئی ایسا وظیفہ بتایئے جس سے دل صاف ہو۔ فرمایا یہی نمازیں سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا۔ وجہ یہ کہ وظیفے میں بہت کر چکا تھا جس کا نتیجہ میں نے کچھ اچھا نہ پایا تھا۔ سوائے اس کے کہ دل کمزور ہو گیا تھا اور قوت مقابلہ ضعیف ہو گئی۔ اور دوسرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو طریقہ تزکیہ قلب کا اپنے صحابہ رض کے لئے اختیار کیا تھا وہ یہی نماز تھی۔ اس لئے صفائی قلب کے لئے مسنون طریق یہی نماز تھی جو حضرت صاحب نے بتلائی جس سے مجھے یہ پتہ لگا کہ آپ کا قدم سنت رسول اللہ پر کس قدر مضبوط تھا اور آپ کسی ایسے وظیفہ کے حامی نہ تھے جو بدعت کے رنگ میں ہو۔

صفائی قلب پر حضرت نے مزید تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی ایک روحانی طبیب مرض کی صحیح تشخیص کر کے علاج کر رہا تھا میرے دل کی کمزوریوں اور وساوس کا جواب اس طرح آتا چلا جا رہا تھا کہ مجھے بعض دفعہ یہ وہم ہوتے لگتا تھا کہ شاید میرا قلب کھلا ہوا ان کے سامنے ہے اور یہ دیکھ دیکھ کر اس کی بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک گنہگار انسان کی مثال ایک مجرم کی ہے جس کے نام وارنٹ جاری ہو چکا ہو اور وہ قدم قدم پر ڈرتا ہو اور ہر آن اسے یہی نظر آتا ہو کہ اب میں پکڑا گیا۔ اب میں پکڑا گیا پس خدا سے تعلق پکڑنے والے کو جو طمانیت قلب نصیب ہوتی ہے۔ وہ ایک گنہگار کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا وعظ تو بہتیرے سنے تھے مگر نہ معلوم ان سادے سادے لفظوں میں کیا اثر تھا کہ دل کے اندر سرایت کرتے چلے گئے۔

اسی ضمن میں حضرت صاحب نے یہ فقرہ فرمایا کہ اگلے جہان کی طرف چلنے کے لئے یوں تیار رہنا چاہیئے جس طرح ایک دور افتادہ مسافر اپنے وطن کو جانے کے لئے بخوشی آمادہ رہتا ہے۔ تو اتنا اثر میرے قلب پر ہوا کہ یہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی۔

میں ایسا مدہوش بیٹھا تھا کہ نہ لڑکے کی بیماری یاد رہی تھی نہ دنیا کا کوئی کام ذہن میں باقی رہ گیا تھا اور یہ حالت بعد میں بھی ہمیشہ رہی یعنی بیعت کرنے کے بعد بھی حضرت صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوا دنیا بھول جاتی تھی۔ دنیا کے کسی کام کے متعلق دعا کی درخواست کرتے شرم آتی تھی۔ اپنے عزیزوں کی بیماری تک کے لئے دعا کراتے ہوئے حیا آتی تھی۔ خیال آتا تھا کہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان اور اس سے دنیا کے کاموں کے لئے دعا کرانا بڑی ناقدر شناسی ہے۔

بہرحال جب حضرت نے آخری فقرہ یہ فرمایا کہ آپ کو جو کچھ اعتراضات یا شبہات ہوں ان کے دفعیہ کے لئے ہمیں خط لکھتے رہیں یا خود یہاں آکر تشفی کرا سکتے ہیں۔ تو مجھے زندگی کی ناپائیداری سامنے نظر آنے لگی اور یہ سمجھ آیا کہ اتنی عمر تو تحقیقات میں گذری اور فیض ۔ ۔ ۔ سے محروم رہی عمر کا کیا اعتبار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور جاہلیت کی موت پر ہی خاتمہ ہو۔ میں نے عرض کی کہ حضور میری بیعت لے لیں میں کب تک اس طرح بھٹکتا پھروں گا۔ آپ نے میری بیعت لی اور دعا کی۔

جب رخصت ہونے لگا تو لڑکے کی بیماری کے متعلق عرض کیا کہ بچہ بہت بیمار ہے حضور خاص توجہ سے دعا فرما دیں۔ آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعا فرماتے رہے۔

دعا کے بعد مجھے رخصت ہونے کے لئے اجازت دی گئی۔ وہاں سے نکل کر میں حضرت مولانا نورالدین صاحب (خدا کی رحمت آن پر ہو) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے پرانا دلی تعلق تھا انہوں نے بھی دعا پر مختصر سی تقریر کی۔ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا گورداسپور پہنچا۔ اسٹیشن پر میرا آفیسر جو انگریز ڈاکٹر تھا ملا۔ میں نے اسے کہا کہ بچہ بہت بیمار ہے مجھے رخصت چاہیئے۔ مجھے کہنے لگا تم بالفعل شکر گڑھ جاؤ میں دو دن کے بعد پٹھان کوٹ سے واپس آجاؤں گا تم پھر خواہ دس دن کے لئے چلے جانا میں سیدھا شکر گڑھ چلا گیا۔ وہاں تیسرے دن خط آیا کہ بخار اتر گیا ہے اور لڑکا بالکل اچھا ہے۔ میں رخصت لے ہی چکا تھا امرتسر گیا تو معلوم ہوا کہ جس روز صبح میں نے حضرت صاحب سے دعا کرائی ہے اس روز حالت بہت خراب تھی رات جو آئی تو ایک مایوسی کا عالم تھا۔ بارہ دن بخار کو ہو چکے تھے۔ پچھلی شب کو ٹمپریچر جو لیا تو نارمل تھا۔ خاندان کے بزرگوں کو کہا تو وہ کہنے لگے کہ تھرمامیٹر ٹھیک نہیں لگا لیکن کئی مرتبہ تھرمامیٹر لگانے کے بعد بھی جب ٹمپریچر نارمل ہی نظر آیا تو ڈاکٹر جو معالج تھا اسے خبر کی۔ وہ بہت قابل ڈاکٹر تھا کہنے لگا دیوانے ہوئے ہو کہیں ٹیفائیڈ فیور بھی جو اس قدر سخت قسم کا ہو بارہ دن میں اترا ہے۔ اور اچانک ؟ یہ سب تھرمامیٹر لگانے کی غلطی ہے۔ وہ خود آیا۔ بار بار ٹمپریچر لیا۔ نبض دیکھی حیران رہ گیا۔ کہنے لگا کہ خدا کا خاص فضل ہی ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے تو ایسا کہیں کبھی نہیں دیکھا۔ اس قدر حالت خراب اور ردّی یا یکایک صحت کا نمودار ہونا۔ یہ تو کوئی اعجاز ۔ ۔ ۔ ہے کہ مردہ زندہ ہو گیا۔ اور واقعی فضل ربی اور اعجاز ۔ ۔ ۔ ہی تھا۔ حضرت صاحب کیا سچ فرماتے ہیں۔ ؎

ہزار سرزنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بروی کار یک دعا باشد

+++

پیٹ خالی

مدینہ منورہ میں ایک مسیحی طبیب عاجز آ گیا کہ اس کے پاس کوئی مریض ہی نہیں آتا تھا اس کا خیال تھا کہ عیسائی ہونے کی وجہ سے مسلمان مریض اس سے رجوع نہیں کرتے اس بنا پر اس نے آنحضرت ؐ سے رخصت چاہی آنحضرت ؐ نے فرمایا، یہ درست نہیں کہ مسلمان مریض تمہارے عیسائی ہونے کی بنا پر تم سے طبی مشورہ نہیں کرتے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ کھانا کھاتے ہی نہیں مسلمان اپنا پاؤ پیٹ خالی رکھ کر کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اس لئے وہ بیمار نہیں پڑتا۔"

+++

سچائی کی برکات

ہم آپ کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب (خدا کی سلامتی آپ پر ہو) کی صداقت و راست بازی کا ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت کٹھن حالات میں بھی سچ بولنا مصیبت سے بچانے کا موجب ہوتا ہے۔

غالباً ۱۸۷۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحب نے آریوں کے مقابل پر دین حقہ کی تائید میں ایک مضمون لکھ کر امرتسر کے ایک عیسائی اخبار وکیل ہندوستان کو شائع کرنے کے لئے بھیجا اس اخبار کا ایڈیٹر رلیارام نامی ایک وکیل تھا جو دین حقہ اور حضرت صاحب سے بڑی دشمنی رکھتا تھا۔ یہ مضمون حضرت صاحب نے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں بھیجا اور اسی خط میں رلیارام کے نام ایک خط بھی لکھ دیا جس میں دین حقہ کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بطلان کا ذکر تھا۔ اور اس مضمون کو چھاپ دینے کی تاکید کی گئی تھی۔ چونکہ ایسے کھلے پیکٹ میں خط کا رکھنا قانوناً جرم ہے جس کا حضرت صاحب کو پتہ نہ تھا اس لئے رلیارام مذکور نے دشمنی کی وجہ سے محکمہ ڈاک کو اس کی اطلاع دے دی اور آپ کے خلاف ضلع گورداسپور میں مقدمہ دائر ہو گیا

اس مقدمہ کے متعلق حضرت صاحب نے کئی وکیلوں سے مشورہ کیا سب نے یہی رائے دی کہ جھوٹ بول کر مخلصی کرا لی جائے اور یہ بیان دے دیا جائے کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں رکھا خود رلیارام نے رکھ دیا ہو گا اور یہ بھی کہا کہ سچ بول لینے سے صورت مقدمہ خراب ہو جائے گی اور کسی طریق سے رہائی نہ ہو سکے گی۔ لیکن حضرت صاحب نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جو ہو سو ہو میں کسی حالت میں بھی راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

یہ مقدمہ ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ اور ڈاک خانہ کی طرف سے بھی اس کی پیروی کے لئے ایک انگریز افسر آیا۔ حاکم عدالت نے جب حضرت صاحب کا بیان لیا اور پوچھا کہ کیا یہ خط آپ نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا؟ تو حضرت صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہاں یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے مگر میں نے بدنیتی سے گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کے لئے یہ کام نہیں کیا بلکہ اس خط کو پیکٹ والے مضمون سے علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ ہی اس میں نجی کی کوئی بات تھی۔

اس بات کو سنتے ہی انگریز مجسٹریٹ کے دل کو خدا تعالےٰ نے آپ کی طرف پھیر دیا اور اگرچہ انگریز افسر ڈاک خانہ جات نے آپکے خلاف بہت زور لگایا لیکن مجسٹریٹ نے ۱۸۷۵-۱۸۷۵ کہہ کر اس کے تمام دلائل کو رد کر دیا اور حضرت صاحب کو عزت کے ساتھ بری کر دیا۔

بچو! یہ ہے سچ بولنے کی برکت جس کو دیکھ کر بڑے بڑے وکیل حیران رہ گئے اور انہوں نے حضرت صاحب کی نیکی اور راست بازی کی بہت تعریف کی۔ اور آپ کی عزت اور عظمت کو چار چاند لگ گئے!

***

جماعتی خبریں

- حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید اور نصرت ان کے شامل حال رہے۔) خیریت سے ہیں اور بصحت ہیں احباب اس نادر وجود کی صحت و سلامتی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

- **سانحات ارتحال:**

۱: راولپنڈی کے ہمارے محترم بھائی محمد حیات خان صاحب کا گذشتہ دنوں لاہور میں انتقال ہو گیا ہے ان کی تعزیت کے لئے پتہ ہے

مرزا حمید الرحمٰن صاحب ۵۴۔ چوبرجی پارک لاہور

۲: سیالکوٹ چھاؤنی کی ہماری محترمہ بہن بیگم ڈاکٹر شیخ عطا اللہ صاحبہ کا انتقال کراچی میں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور آپ کے عطیہ سے ہی احمدیہ مارکیٹ ۱ میں دو فلیٹ تعمیر کئے گئے تھے بیگم صاحبہ بھی بہت مخیر خاتون تھیں خدا تعالیٰ ان کو بلند درجات عطا کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ ادارہ ان کے بیٹے سلیم عطاء اللہ اور داماد ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب سے اظہار ہمدردی کرتا ہے

تعزیت کے لئے پتہ:

جناب سلیم عطاء اللہ صاحب ۹/۷ TH زمزمہ کلفٹن کراچی۔

اظہار شکر و سپاس احباب جماعت کے لئے

پہلے تو میں سب بھائی بہنوں بزرگوں اور عزیزوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میرے محترم شوہر کی وفات پر تعزیت کے پیغام بھیجے۔ ان دعائیہ کلمات نے میرے زخم پر مرہم کا کام کیا۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔

بعض احباب فاروقی صاحب کی زندگی میں دکھ اور تکلیف پہنچانے والے خطوط انہیں لکھتے رہے ہیں جن کی تحریر بھی نازیبا ہوتی تھی اب فاروقی صاحب کی وفات کے بعد ان اصحاب کا مجھ سے اظہار افسوس کرنا اور ان کی خوبیاں بیان کرنا میری سمجھ سے بالا ہے۔

فاروقی صاحب کی زندگی تو اللہ اور رسول کے احکام پر مکمل طور پر عمل کرنا تھا اور وہ کہتے تھے کہ یہ زندگی ہمارا امتحان ہے اس میں پاس ہوں یا فیل یہ ہم پر چھوڑا گیا ہے اس لئے خدا کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے۔ اور وہ اس پر عمل کرتے ہوئے خطوط ایک طرف رکھ دیتے تھے۔

آیئے ہم ان کی زندگی سے سبق حاصل کریں۔ راست رو رہ کر اس زندگی میں پاس ہونا ہمارا مقصد حیات ہو میری دعا ہے کہ پروردگار ہمیں کامیابی عطا کرے۔ بالآخر منزل ایک ہے!

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر
پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح
دار السلام کالونی۔ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔

صرف احباب جماعت کے لئے
مورخہ یکم مارچ ۱۹۹۲ء
جلد ۷۵ شمارہ ۵

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

انسانی پیدائش کی غرض

خدا تعالیٰ کے سوا ہرگز ہرگز کسی کی پرستش نہ کرو۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کی علت غائی یہی عبادت ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنا دے جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔ جیسے سُرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا روح ہی روح ہے اس کا نام عبادت ہے چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اس میں شکل نظر آجاتی ہے اور اگر زمین کی کی جاوے تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئیگا۔

مقام صفا:

میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اس میں پیدا ہو کر نشوونما پائیں گے اور وہ اثمار شیریں و طیب ان میں لگیں گے جو ۔ ۔ ۔ ۔ کے مصداق ہوں گے۔ یاد رکھو کہ یہ وہی مقام ہے جہاں صوفیوں کے سلوک کا خاتمہ ہے جب سالک یہاں پہنچتا ہے تو خدا ہی خدا کا جلوہ دیکھتا ہے۔ سلوک کی تمام منزلیں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں کہ انسان کی حالت تعبد درست ہو جس میں روحانی باغ لگ جاتے ہیں۔ اور آئینہ کی طرح خدا نظر آتا ہے اسی مقام پر پہنچکر انسان دنیا میں جنّت کا نمونہ پاتا ہے۔

مقام تبشیر و انذار

غرض حالت تعبد کی درستی کا نام عبادت ہے چونکہ یہ تعبد تام کا عظیم الشان کام انسان بدوں کسی اُسوۂ حسنہ اور نمونہ کاملہ کے اور کسی قوت قدسی کے کامل اثر کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے رسُول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ میں اسی خدا کی طرف سے نذیر اور بشیر ہو کر آیا ہوں۔ اگر میری اطاعت کرو گے اور مجھے قبول کرو گے تو تمہارے لئے بڑی بڑی بشارتیں ہیں کیونکہ میں بشیر ہوں اور اگر رد کرتے ہو تو یاد رکھو کہ میں نذیر ہو کر آیا ہوں۔ پھر تم کو بڑی بڑی عقوبتوں اور دکھوں کا سامنا ہو گا۔

بہشتی زندگی:

اصل بات یہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے اور اسی طرح پر کورانہ زیست جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے بالکل الگ ہو کر بسر کی جائے جہنمی زندگی کا نمونہ ہے اور وہ بہشت جو مرنے کے بعد ملے گا اسی بہشت کا اصل ہے اور اسی لئے تو بہشتی لوگ نعماءِ جنت کے حظ اٹھاتے وقت کہیں گے یہ وہ رزق ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا۔ دنیا میں جو انسان کو بہشت حاصل ہوتا ہے (کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔) پر عمل کرنے سے ملتا ہے جب انسان عبادت کا اصل مفہوم اور مغز حاصل کر لیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام کا پاک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور جو نعمتیں آئندہ بعد مردن ظاہری، مرئی اور محسوس طور پر ملیں گی وہ اب روحانی طور پر پاتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ جب تک بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع نہ ہو اور اس عالم میں اس کا حظ نہ اٹھاؤ اس وقت تک سیر نہ ہو۔ اور تسلی نہ پکڑو کیونکہ وہ جو اس دنیا میں کچھ نہیں پاتا اور آئندہ جنت کی امید کرتا ہے وہ طمع خام کرتا ہے اصل میں وہ (جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔) کا مصداق ہے۔ اس لیے جب تک ماسوی اللہ کے کنکر اور سنگریزے زمین دل سے دور نہ کر لو اور اسے آئینہ کی طرح مصفّیٰ اور سُرمہ کی طرح باریک نہ بنا لو صبر نہ کرو۔

عملی نمونہ کی ضرورت:

ہاں یہ سچ ہے کہ انسان کسی زکی النفس کی امداد کے بغیر اس سلوک کی منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ اسی لئے اس کے انتظام و انصرام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کامل نمونہ رسُول اللہ صلعم کا بھیجا اور پھر ہمیشہ کے لئے آپ کے سچے جانشینوں کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ نا عاقبت اندیش براہموؤں کا رد ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

—***—

جماعتی خبریں

* : حضرت امیر (اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ ان کے شامل حال رہے۔) خیریت سے اور بصحت ہیں اور جماعتی کاموں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ احباب اس نادر وجود کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لیے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* درخواست ہائے دعا

بیگم صاحبہ حضرت امیر خدا کے فضل سے روبصحت ہیں۔

مرزا محمد لطیف صاحب جہلم بیمار ہیں۔ ان کی صحت یابی اور مکمل شفا کے لیے دعا فرمادیں۔

* سانحات ارتحال :

زوجہ محترمہ ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب آف راولپنڈی اور والدہ صاحبہ ملک سجاد احمد صاحب مانسہرہ وفات پاگئی ہیں۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بقیہ: توحید کی علت غائی :

(آمدہ کالم ۲ سے آگے)

نمونہ سمجھ کر ان کے نقش قدم پر چل کر تم بھی ان کمالات سے حصہ لو۔ جو شخص کسی باکمال کے آگے عبادت کے لیے سر جھکاتا ہے وہ گویا اس کمال سے اپنے محروم رہنے پر مہر لگاتا ہے کیونکہ وہ اس کمال کو انسانی حیثیت سے بالاتر سمجھتا ہے۔ اور جو اس باکمال کی اتباع کرتا ہے وہ اپنے لیے اس کمال کا دروازہ کھول لیتا ہے۔ پس قرآن کریم نے توحید کے ماتحت جہاں ایک طرف تمام کائنات پر انسان کی بحیثیت ۔ ۔ ۔ کے حکومت قائم کی وہاں دوسری طرف اپنے سے بڑھ کر باکمال انسانوں کی جن میں سب سے بڑھ کر انبیاء کا گروہ قرار دیا اور ان میں سب سے بڑھ کر محمد رسول اللہ کا مرتبہ رکھا صرف اتباع کو ضروری قرار دیا ہے تا انسان ترقی کے معراج پر گامزن ہو۔ گویا تمام کائنات ماتحت اور خادم اور تمام انسان برابر۔ انسانوں میں جو کمالات میں اعلےٰ مقام رکھتا ہے ادنیٰ کو اس کے نمونہ کی اتباع کرنی چاہیئے حصول کمالات کے لیے نہ کہ پرستش کے لیے اور بس۔ یہ ہے وہ ترقی کی راہ جو لاانتہا ہی ہے اور جو صرف توحید۔ ہاں صرف توحید کے ذریعہ ہی انسان پاسکتا ہے۔ توحید کے جس پہلو کو کسی قوم نے چھوڑا ہے وہیں سے وہ تنزل کے قعر میں جاگری ہے۔ مثال کے طور پر یورپ کو لو۔ یورپ کی قوموں نے ظاہری نعمتوں کے متعلق توحید سے کام لیا یعنی کل کائنات ظاہری کو اپنا خادم سمجھا اور علوم ظاہر کے ہر ایک کمال کو اپنے جیسا انسان سمجھ کر اس کے نقش قدم پر چلے اس لیے دنیا میں ترقی کے معراج پر پہنچ گئے۔ لیکن باطنی نعمتوں میں توحید سے کام نہ لیا۔ اور ایک انسان کے کمال کو دیکھ کر اسے خدا مان لیا نتیجہ یہ ہوا کہ باطنی ترقیات سے محروم رہ گئے اور رفتہ رفتہ نوبت با اینجا رسید کہ دین کی آنکھ کانی ہو کر خدا پرستی سے مادہ پرستی کے گڑھے میں جاگرے پس ظاہری اور باطنی ترقیات کی جڑ توحید ہے اور توحید کا کمال دین حنفیہ میں ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں اس لیے یہی ایک مذہب ہے جو انسان کے لیے ابدی نجات اور لاانتہا ترقیات کا دروازہ کھولتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (خدا کی رحمت ان پر ہو۔)

توحید کی عِلّتِ غائی

توحید کی علت غائی نجات ہے جس کے معنے ہیں لامحدود ترقی جس کو غیر منقطع اجر سے قرآن نے تعبیر کیا ہے۔ یعنے ایسا اجر جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ انسان کو احسن تقویم پر پیدا کر کے پھر اسے توحید پر چلا کر گویا ابدی ترقی کی راہ اس پر کھول دی ہے اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ کائنات عالم میں جو بھی چیز پیدا کی گئی ہے ظاہری ہو یا باطنی قرآن کریم نے اسے ایک رحمت قرار دیا ہے۔ جو انسان کی ترقیات ظاہری و باطنی کے لیے مسخر کی گئی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ کیا تم لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارا فرمانبردار بنایا ہے اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کی ہیں؟ اس میں صاف طور پر بتلایا ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا سب ظاہری یا باطنی رنگ میں تمہارے لیے ایک نعمت ہے اور سب کی سب تمہاری فرمانبردار ہیں پس ان نعمتوں کا شکر یہی ہے کہ ان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھاؤ۔ اور ترقیات کرتے چلے جاؤ۔ ان کو اپنا خادم سمجھو۔ معبود نہ سمجھو کیونکہ جو شخص ان کو معبود سمجھتا ہے وہ ان سے خدمت نہیں لے سکتا۔ اور اس لیے ترقی بھی نہیں کرسکتا۔ اور جو شخص ان کو اپنا خادم سمجھ کر ان سے کام لیتا ہے وہ ترقی کے آسمان پر نا داخل کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک آتش پرست یا پانی کو معبود بنانے والا ان سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔ مگر ان کو خادم سمجھ کر ان سے کام لینے والا ان سے ریل دوڑا سکتا اور طرح طرح کی کلیں چلا سکتا اور نفع اٹھا سکتا ہے ایک دریا کا پرستار ان سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔ ہاں اس کو خادم سمجھنے والا اسی سے نہریں نکالتا اور زراعت کو سیراب کرتا ہے۔ اس کی آبشاروں سے بجلی نکالتا اور ریل چلاتا ہے۔ گویا تمام ترقیات کی جڑ کل کائنات کو اپنا خادم سمجھنا ہے اور یہی وہ گر اور اصل ہے جو قرآن کریم نے توحید کے اندر انسان کے ذہن نشین کرایا ہے تا انسان کل کائنات پر بحیثیت ۔ ۔ ۔ ۔ کے حکمران ہو اور اس پر ابدی ترقیات کے دروازے کھولے جائیں۔ لیکن یہیں تک نہیں انسانوں میں بھی مختلف استعداد اور قابلیتوں کے افراد ہوتے ہیں تو کیا انسان اپنے سے بڑے انسان کے آگے عبادت کے لیے سر جھکائے۔ ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرما کر بتلا دیا۔ کہ تم سب ایک نفس سے پیدا ہوتے ہو اس لئے انسان انسان سب برابر۔ تمام انسانوں میں سے محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین اور اسوہ حسنہ فرما کر آپ کی ذات بابرکات کو تمام کمالات انسانی کا جامع اور آپ کے نمونہ کو بہترین نمونہ قرار دے کر اور تمام نوع انسان پر فضیلت اور شرف عطا فرما کر پھر تمہاری طرح کا بشر اور ہمارا بندہ کہہ کر بتلا دیا کہ وہ بھی معبود نہیں ہو سکتے بلکہ بلحاظ بشریت و عبودیت کے وہ تمہارے مانند ہی ہیں۔ پس اس مثال میں غضب کی تاثیر ہے۔ کیونکہ جب وہ شخص جو بہترین خلائق ہے اور کمالات انسانی کے انتہائی نقطہ پر پہنچا ہوا ہے۔ ایک انسان ہی ہے تو پھر دوسرے انسانوں کو بھی ترغیب ہوتی ہے کہ ہم بھی اس کے نقش قدم پر چل کر اپنی اپنی استعداد کے مطابق انسانی کمالات سے حصہ لیں چنانچہ اسی لیے قرآن کریم میں آتا ہے کہ : کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ کے محبوب بن جاؤ گے پس قرآن کریم نے یہ سکھلایا کہ اپنے سے بڑھ کر باکمال انسان کو جب دیکھو تو ان کے آگے پرستش کے لیے سر نہ جھکاؤ۔ بلکہ ان کو

خواتین کا صفحہ

دستِ شفا

وہ ایک بہت اچھا ہسپتال تھا۔ انتظامی اعتبار سے بہترین ہونے کے علاوہ اس کا عملہ نہایت فرض شناس تھا۔ سب لوگ مریضوں کے ساتھ دوستانہ انداز میں پیش آتے تھے۔ یکایک یہاں پیدا ہونے والے بچوں کی شرح اموات میں اضافہ ہو گیا۔ ایک نیک نام ہسپتال کے لئے یہ ایک بڑے اچنبھے اور صدمے کی بات تھی۔ سب سخت حیران تھے۔ شرح اموات میں اضافے کی بظاہر کوئی وجہ بھی نہیں تھی بالآخر طبی ماہرین کو معائنے کی دعوت دی گئی تاکہ وہ حالات کا اچھی طرح جائزہ لیں۔

انہوں نے ہر کیس کا مطالعہ کیا۔ ہر قسم کے ٹیسٹ کئے گئے۔ علاج معالجے کے تمام طریقے اور انداز زیر غور آئے۔ لیکن مسلسل غور و فکر اور چھان بین کے باوجود ان کی اموات کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آ سکی۔ صرف یہی کہا جا سکتا تھا کہ اس کی کوئی پُراسرار وجہ ہے۔

پُراسرار وجہ

آخر ایک دن ایک ماہر نے یوں ہی پوچھ لیا۔ آپ کی نرسری میں تیسری شفٹ کے عملے کی تعداد پوری ہوتی ہے یا اس میں کم آدمی ہوتے ہیں؟

اس پر ہسپتال کے منتظم نے چونک کر کہا۔ جی ہاں! رات کی ڈیوٹی والے عملے میں ایک نرس کم ہو گئی ہے اصل میں وہ ایک بوڑھی عورت تھی جو اب ریٹائرڈ ہو گئی ہے ویسے وہ بڑی اچھی نرس تھی۔ ہاں اب مجھے اس کا نام یاد آ گیا۔ ڈورا۔ بڑی فرض شناس خاتون تھی۔ اسے بچوں سے بڑی محبت تھی وہ ہر بچے کو اپنا بچہ سمجھتی تھی۔

بڑے پیار اور دلار کے ساتھ ہر ایک کو گود میں لے کر گنگنایا کرتی تھی اس کی شفٹ میں کوئی بچہ رات کو نہیں روتا تھا،" "اور اب کیا ہو رہا ہے۔؟" ماہر نے پوچھا، میرے خیال میں اب کوئی بچوں کو گود میں لے کر پیار نہیں کرتا۔ منتظم نے جواب دیا۔

اگلے روز نرسوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ہر بچے کو کم از کم دس منٹ تک اپنی گود میں لیے رہیں اور ان سے پیار بھرا سلوک کریں۔

اس ہدایت پر عمل درآمد کے بعد نومولود بچوں کی اموات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

پہلے تو بچے کے لئے نیند، غذا اور گرمی ہی کو ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن اب وقت اور تجربات سے ثابت ہو رہا ہے کہ نہ صرف بچے بلکہ ہر عمر کے انسان کے لیے لمس بے حد ضروری ہوتا ہے۔ ماں کی گود اور لمس نومولود کے لئے پیامِ زندگی ثابت ہوتا ہے۔

لمس سے ہر انسان میں اپنے صحت مند اور ٹھیک ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے بلکہ اس سے شفا اور صحت کا احساس بڑھتا ہے۔ مریض کو سہلانے سے جو آرام ملتا ہے وہ کسی مسکن دوا سے نہیں ملتا۔ اسے گہری راحت کا احساس ہوتا ہے بالخصوص اسے چاہنے والوں کی قربت اور ان کے ہاتھ کا لمس اس کے لئے سکون اور آرام کا باعث ہوتا ہے وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں راحت محسوس کرتا ہے۔ انسان صرف روٹی کے سہارے زندہ نہیں رہتا صرف ظاہری اسباب اسے سکون نہیں بخشتے۔

حیرت انگیز واقعہ

اس سلسلے میں میں نے سب سے حیرت انگیز واقعہ اوہایو کی ایک خاتون کا سنا ہے، جو طبی اعتبار سے مکمل طور پر اندھی ہو چکی تھی۔ ڈاکٹروں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی دوبارہ دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکے گی۔

ایک دن اس معذور خاتون کے شوہر نے اس سے کہا کہ وہ اسے ایک مذہبی اجتماع میں لے جائے گا۔ اور وہ اس کی بینائی کے لئے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرے گا کیونکہ اسے یقین ہے کہ وہ سب کی سنتا ہے اس کی دعا بھی ضرور سن لے گا۔

اس پر اس خاتون نے بھی کہا کہ وہ ضرور چلے گی اسے بھی یقین ہے کہ کارسازِ حقیقی اس کی بے نور آنکھوں کا نور ضرور واپس کر دے گا۔ وہ بھی دوسرے عام حاجت مندوں کے ساتھ اس سے کرم کی بھیک مانگے گی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس اجتماعی دعا میں شریک ہوئی اور اس نے بھی گڑگڑا کر اپنے رب سے آنکھوں کی روشنی مانگی۔ اجتماعی دعا کے خاتمے پر مذہبی رہنما سے ہر شخص ملنے لگا اور اس سے اپنے لئے دعائے خیر کا طالب ہوا۔ نابینا خاتون کے شوہر نے بھی اسے اس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے آنکھوں کی روشنی کی بحالی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ مذہبی پیشوا نے اس خاتون کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا کی کہ اس کی بینائی بحال ہو جائے۔ اس خاتون کا بیان ہے کہ جب مذہبی پیشوا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے اپنے وجود میں بجلی دوڑتے محسوس کیا اور پھر بجلی کا ایک کوندا لپکا اور اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں وہ پورے پندرہ سال بعد دوبارہ دیکھنے لگی۔

میں نے اس خاتون سے پوچھا کہ وہ اس کی کیا توجیہہ پیش کر سکتی ہے؟ اس نے کہا بس میں یہی کہوں گی کہ اس وقت مذہبی پیشوا کے ہاتھ میں شافیٔ مطلق نے اپنی طاقت منتقل کر دی تھی۔

ہماری سمجھ سے باہر

ہم مادہ پرست انسانوں کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آئیں گی ہماری سمجھ میں بچے کی ولادت اور موسم بہار میں بظاہر بے جان مٹی سے پودوں اور شگوفوں کا جنم تو آ جاتا ہے لیکن اس قسم کے واقعات کی جسے مذہبی زبان میں معجزات کہتے ہیں۔ وضاحت ہمارے لئے ممکن نہیں ہوتی مجھے علم ہے کہ یہ خاتون بے حد مذہبی اور راسخ العقیدہ تھی اور اس نے پورے خلوص دل کے ساتھ اپنے خالق سے آنکھوں کی روشنی مانگی اور وہ اسے مل گئی۔

کسی شخص کو نیک نیتی اور عقیدت سے چھونا یا اپنے سر اور جسم پر کسی بزرگ، نیک اور صاحب دل انسان کا ہاتھ پھروانا، دونوں ہی سچ پوچھئے تو عقیدے کا نتیجہ ہوتے ہیں ایسا لمس دیکھتے ہی دیکھتے کایا پلٹ دیتا ہے۔ اللہ کے بیشمار بندے جن کی نیتیں صاف اور ایمان پختہ ہوتا ہے۔ چونکہ قربت الٰہی کی دولت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے لمس سے امراض، تکالیف اور دکھ درد دور ہو جاتے ہیں۔

آج کی دنیا بڑی دکھی ہے۔ لوگوں کے ظاہر پر نہ جایئے ظاہری طمطراق، خوش پوشی

خوش خوراکی اور خوش حالی محض فریب ہیں۔ یاروں کی محفل میں قہقہے لگانے والا ہر فرد واقعی خوش و خرم نہیں ہوتا۔ لوگوں کو ہنسانے والے اکثر اوقات اندر سے بڑے دکھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ہونٹوں پر ہنسی سجا لیتے ہیں لیکن ان کے دل اندر سے بڑے دکھی اور مبتلائے کرب ہوتے ہیں ان میں بے شمار ایسے ہوتے ہیں جو محبت کے دو بول کو ترستے ہیں بہت سے ہمدردانہ جملوں کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اور کئی تھوڑی سی تعریف سننے کو تڑپتے ہیں کیونکہ ہر انسان چاہتا ہے کہ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی توصیف کی جائے۔ توصیف کی خواہش ایک فطری تقاضا ہے۔

بے شمار انسان ہجوم میں رہتے ہوئے بھی تنہا ہوتے ہیں۔ ہجوم دوستاں میں بظاہر گھلے ملے رہنے کے باوجود ان کے دل کی بستی ویران ہوتی ہے وہ سب کی سنتے ہیں۔ کوئی ان کی نہیں سنتا۔

عام انسان کا کام نہیں

دنیا میں مریضوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔ ہمارے شہروں اور قصبوں کے ہسپتال اور دواخانے ان سے بھرے رہتے ہیں۔ معالجین اور ماہرین خصوصی ان کے امراض دور کرنے کے لئے رات دن کوشاں رہتے ہیں لیکن ان میں سے بے شمار ایک دو دعائیہ جملوں کو ترستے ہیں ایک عام انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ ان مریضوں کا علاج کرے۔ وہ یہ کام کر بھی نہیں سکتا کیونکہ علاج معالجہ طبیب کا کام ہے لیکن ہم میں سے ہر شخص کا یہ فرض ضرور ہے کہ وہ ان کے لئے دعائے شفا کرے۔

ہسپتال میں اپنے کسی عزیز دوست کی عیادت کو جایئے تو دوسرے مریضوں کو بھی مسکرا کر دیکھئے۔ ان کی خیریت پوچھئے اور ان کے لئے صحت یابی کی دعا کیجئے۔ آپ کے یہ دعائیہ الفاظ ان کی بیمار اور زخمی روح کے لئے مرہم ثابت ہوں گے۔ وہ پھاہے کیطرح ان کے زخمی دل کو چھو کر راحت و سکون کا سامان کریں گے۔

اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں مجھے ایک دفعہ بوڑھوں کے گھر یا مرکز جانا ہوا تھا۔ وہاں ایک صد سالہ خاتون مقیم تھیں مجھے ان کا انٹرویو لینا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک نیم بے ہوش خاتون آرام کرسی میں دھنسی پڑی ہوں گی جن سے بات کرنا بھی کوئی آسان کام نہ ہوگا۔ خیر ڈیوٹی تو پوری کرنی ہی تھی۔

میں وقت مقررہ پر ضعیفوں کے مرکز پہنچی تو سو سال کی اس خاتون نے بڑے تپاک کے ساتھ اپنے کمرے کے دروازے پر میرا استقبال کیا اور بڑی محبت سے میری خیریت دریافت کی اور خود اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر مجھے پلائی۔ میں سخت حیرت زدہ رہی میری توقعات کے برخلاف یہ ایک نہایت مستعد، پرسکون اور پراعتماد خاتون تھیں۔ میں نے ان کی چمکدار آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو مجھے وہاں طمانیت قلب کی ایک جنت آباد نظر آئی۔

لمبی عمر کا راز

آخر میں نے ان سے حسب معمول مقررہ سوالات کئے جن میں سے ایک سب سے اہم اور لازمی سوال یہ بھی تھا کہ ان کی اس لمبی عمر کا کیا راز ہے؟ میرے سوال کے جواب میں اس بزرگ خاتون نے لاکھ روپے کی بات کی۔ ہاں بیٹی۔ میری عمر بہت لمبی ہے میں کئی اعتبار سے فرسودہ بلکہ فرتوت ہو گئی ہوں۔ لیکن ایک بات بتا دوں جہاں تک میری ذہنی طاقت اور صلاحیتوں کا تعلق ہے میں کسی دوشیزہ کی طرح شوخ اور چنچل ہوں عقل کا بڑھاپا معذور کن ہوتا ہے میں اس اعتبار سے بوڑھی نہیں ہوں۔"

پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں رہتے ہوئے کس طرح اپنا دن گذارتی ہیں وہ اپنے کمرے میں رکھے گملوں میں لگے پودوں کو پانی دیتی ہیں۔ ان کی نگرانی کرتی ہیں صبح و شام ان کی کھڑکی میں پرندے آتے ہیں انہیں وہ دانہ دنکا کھلاتی ہیں۔ وہ ان سے باتیں کرتے ہیں اور وہ ان سے بولتی ہیں۔ وہ موسیقی بھی سنتی ہیں اور ٹیلی وژن پر اپنی پسند کے پروگرام دیکھتی ہیں اس طرح وہ دنیا کے حالات سے باخبر رہتی ہیں وہ پابندی سے اخبارات اور کتابوں کا مطالعہ کرتی ہیں وہ روزانہ پابندی سے دینی کتاب کا دس منٹ مطالعہ کرنے کے بعد وہ اپنے دوستوں کو ٹیلی فون کر کے ان کی خیریت دریافت کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ وہ ان لوگوں کو خط لکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں جو خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں اور جن کے دل حالات کی وجہ سے ٹوٹ گئے ہیں ان خاتون نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا ہے بیٹی! اس دنیا میں تنہا اور دل شکستہ لوگ بہت ہیں۔ میرے اس سوال پر کہ کیا وہ اس مرکز میں خود کو تنہائی کا شکار محسوس نہیں کرتی ہیں۔ اس خاتون نے میرے سوال کو دہراتے ہوئے کہا۔ میں؟ تنہائی محسوس نہیں کرتی؟ کرتی ہوں۔ ہر شخص کبھی کبھی خود کو تنہا ضرور محسوس کرتا ہے لیکن میری والدہ محترمہ نے ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ خود کو تنہا محسوس کرنے اور تنہا رہنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کی سب سے بڑی نعمت بلکہ اصل نعمت دل کا سکون ہے جنہیں یہ دولت حاصل ہوتی ہے وہ خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتے۔ انہیں خاموشی اور سناٹے سے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس سے حوصلہ پاتے ہیں۔ کیونکہ اسی تنہائی میں ہم اپنی ذات کی تلاش کر کے اس سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔

بڑی اور قیمتی بات

اس بزرگ خاتون نے کتنی بڑی اور قیمتی بات کہی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقی سکینت اور طمانیت قلب باہر سے نہیں ہمارے اندر ہی سے حاصل ہوتی ہے آج لوگ اسی لئے دکھی ہیں کہ وہ بیرونی اشیاء اور سامان تعیش و راحت میں سکون تلاش کر رہے ہیں جب کہ یہ نعمت خود ان کے اندر موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خالق کائنات نے انسان کی تخلیق کے وقت ہی اس کے دل کی زمین میں سکون کی جنت کے بیج چھپا دیئے تھے اس کی جنت اس کے خون جگر میں پنہاں کر دی تھی۔ وہ ہم سے یہی توقع رکھتا ہے کہ اپنی اس جنت کو حاصل کر کے ہم کوشش اور دل کی زمین میں خون جگر کی آبیاری کر کے ایمان، اعتماد، امید اور رحمت کے درختوں کو پروان چڑھائیں گے۔ رب کائنات کی ان نعمتوں کو حاصل کر کے ہی ہم اس کی قربت حاصل کر سکتے ہیں۔

میں آج بھی اس بے حد بوڑھی خاتون کے بارے میں سوچتی ہوں کہ اس کے دوست بلکہ اس کی اپنی اولادیں بھی اس کی آنکھوں کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہو گئیں لیکن چونکہ اس کی نظر صرف اپنے خالق کی رحمتوں پر تھی۔ اس لئے اس نے بڑی ہمت اور سکون سے یہ صدمے برداشت کر لئے۔

مادی دنیا کا کوئی پہلو اسے اس کے سکون قلب سے محروم نہ کر سکا اس کا دل روحانی مسرت کا گہوارہ بنا رہا اور اس کی ذات سے درخت، پودے، پرند، چرند اور دکھی انسان فیض پاتے رہے۔" (ماخوذ)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کمپائر شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔

مؤرخہ ۱۵۔ مارچ ۱۹۹۲ء
جلد ۷۵
شمارہ ۶

ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

باہمی خلت واخوّت

جماعت کے باہم اتفاق ومحبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں۔ کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے ۔۔۔۔ کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ رضہ میں پیدا ہوئی تھی۔

یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازی گر نے دس گز کی چھلانگ ماری ہے دوسرا اس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بغض کا جدا ہونا ۔۔۔۔۔۔۔ کی علامت ہے۔ کیا وہ علامت پوری نہ ہو گی۔ وہ ضرور ہو گی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جائے مرض دفع نہیں ہوتا میرے وجود سے (انشاء اللہ نے چاہا) ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔

باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے۔ اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔

پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔

* * *

قلندر کی دعا: کسی گاؤں سے ایک مرد قلندر کا گذر ہوا۔ گاؤں والوں نے اچھا سلوک کیا قلندر نے دعا دی کہ خدا تمھیں رہنما عطا کرے دوسرے گاؤں میں قلندر سے برا سلوک ہوا دعا دی گھر گھر رہنما پیدا ہوں مرد قلندر کے ساتھی نے پوچھا کہ اچھا سلوک کرنے والوں کے لئے ایک راہنما اور برا سلوک کرنیوالوں کے لئے بہت سے راہنما کیوں ؟

مرد قلندر نے سمجھایا کہ کچھ عرصہ بعد تمھیں اسکے معنے معلوم ہو جائیں گے الغرض مرد قلندر کے ساتھی کا پھر جب اس پہلے گاؤں میں گذر ہوا تو ہر طرف خوشحالی پائی دوسرے گاؤں میں جا کر دیکھا کہ وہاں تباہی و بربادی نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے لوگ آپس میں لڑ جھگڑ کر جیل کی ہوا کھا رہے تھے۔

ماہ رمضان اور قرب الٰہی

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ انوار روحانی کے حصول کے لئے بھوک کو اختیار کرتے ہیں کم کھاتے ہیں۔ اس سے مکاشفات کے دروازے کھلتے ہیں۔ رمضان کے مجاہدہ میں دن کو بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان کا قلب روحانی انوار کے حصول کے لئے تیار ہو کیونکہ ہر قسم کی تکلیف اور مشقت انسان کے فطرتی جوہر کو روشن کرنے والی چیز ہے اور رمضان میں جب انسان دن کے وقت بھوکا پیاسا رہ کر اپنے آپ کو انوار الٰہی کے حصول کے لئے تیار کرتا ہے تو رات کو عبادت اس لئے رکھی ہے کہ اس تیار شدہ قلب کے اندر وہ انوار الٰہی اثر پیدا کرتے ہیں۔ اس وقت انسان خدا تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں کھڑا ہوتا ہے کہ وہ حجاب جو اللہ اور اس کے درمیان حائل ہیں وہ دور ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور فطرت کا اصلی نور روشن ہو کر انوار الٰہی کو جذب کرتا ہے۔ اسی لیے رمضان شریف کے ذکر میں فرمایا (اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں۔) یعنی اگر کسی دل میں تڑپ پیدا ہو کہ وہ مجھے کس طرح پا سکتا ہے تو میرے قرب کو حاصل کرنے کی راہیں کھلی ہیں۔ یہاں انسان اور خدا کے تعلق کو غیریت سے پاک کیا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے کہ جسکی زندگی میں رمضان آیا اور اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ اس لیئے ہر دل میں یہ تڑپ پیدا ہونی چاہیئے کہ اس سال ہم اپنے گناہوں کی معافی کا یہ نادر موقع خالی نہ جانے دیں گے۔ اور اس ماہ کو اپنے مولا کے آگے دعاؤں اور عبادات کے وہ نذرانے پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے جن سے اس کا قرب نصیب ہو جائے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے حضرت نبی کریمؐ نے خوشخبری دی ہے کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس سے قیامت کے روز صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس سے کوئی اور داخل نہ ہو گا۔

خدا تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس دروازہ سے داخل ہونے والوں کی قطار میں کھڑے ہوں۔ آمین!!

جماعتی خبریں:

- حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید انہیں حاصل رہے) بالصحت او خیریت سے ہیں اور جماعتی امور سرانجام دے رہے ہیں، ہمہ تن مصروف ہیں احباب آپکی وجود کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
- درخواست دعا:- جناب اصغر علی صاحب جو سرینام کے مشہور ادارہ "التعلم" کے بانیوں میں سے ہیں اور سلسلہ کی کتب کی اشاعت کا کام عرصہ سے کرتے چلے آتے ہیں دو سال قبل سالانہ دعائیہ میں بھی شمولیت کیلئے لاہور تشریف لاتے رہے وہ امریکہ میں زیر علاج ہیں انکا دماغ کا اپریشن ہوا ہے احباب انکی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

از مولینا مصطفےٰ خان صاحب (خدا کی رحمت اُن پر ہو)

روزہ کیا ہے؟

انسان میں خدا تعالیٰ نے دو قسم کے قویٰ ودیعت کئے ہیں۔ ایک قویٰ روحانی جسمانی قویٰ کی تربیت کے لئے تو ظاہری علوم و فنون اور اسباب دنیوی موجود ہیں لیکن روحانی قویٰ کے لئے اللہ تعالےٰ نے شریعت نازل فرمائی ہے کہ ہم اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر ان نعمتوں سے متمتع ہو سکیں جو عالم روحانی سے تعلق رکھتی ہیں اور جو لازوال ہیں۔

جسمانی اور روحانی قویٰ میں توازن پیدا کرنے کے لئے جو شریعت کا سب سے بڑا نصب العین ہے بعض وقت ایسے احکام بھی دیئے جاتے ہیں جن سے غرض یہ ہوتی ہے کہ قویٰ جسمانی میں حیوانیت کا زور کم ہو کر روحانیت بڑھے اور جسمانی قویٰ جو حد سے بڑھ کر انسان کو غافل کر چکے ہیں کمزور ہو جائیں چنانچہ اس غرض کو مدنظر رکھ کر دنیا بھر کے مذاہب میں طرح طرح کی ریاضتیں رائج ہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں وہ ریاضتیں ایسی سخت ہیں کہ انہوں نے دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز ہی کر دیا ہے اور اس لئے ان سے جسمانی قویٰ تقریباً مفقود ہی ہو جاتے ہیں مثلاً ہندو مذہب میں بعض لوگ اپنے قویٰ جسمانی کو اس قدر کمزور کرتے ہیں کہ وہ بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ سوکھ جاتے ہیں پاؤں سے چل نہیں سکتے۔ اس قسم کی ریاضتوں میں سے رہبانیت بھی ہے جو عیسائیوں اور ہندوؤں میں رائج ہے لیکن دین حقہ نے دونوں قسم کے قویٰ میں ایک توازن پیدا کرنا چاہا ہے۔ اس لئے اس نے اس قسم کی کوئی ریاضت نہیں سکھائی جس سے انسان اپنے قویٰ جسمانی کو بالکل کھو بیٹھے بلکہ اس قسم کی ریاضتوں کی تعلیم دی ہے جس سے انسان روحانیت میں ترقی کر سکے۔ اور ساتھ ہی قویٰ بہیمی کو حد اعتدال میں رکھ سکے۔ اسی قسم کی ریاضتوں میں سے ایک ریاضت یا عبادت روزہ ہے جو شریعت نے فرض قرار دیا ہے۔

روزے کا حکم پہلی شریعتوں میں

روزے کا حکم پہلی کتابوں اور شریعتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہندو مذہب کے لوگ تو آج تک اپنے رسم و رواج کے مطابق روزے رکھتے ہیں جن کو وہ برت کہتے ہیں۔ ہر ہندی مہینہ کی گیارھویں تاریخ کو برہمنوں کا ایکادشی کا روزہ ہوتا ہے اس حساب سے سال میں چوبیس روزے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض برہمن کاتک کے مہینہ میں ہر دوشنبہ کو بھی روزہ (برت) رکھتے ہیں۔

جین مت والوں نے بھی روزہ پر بہت زور دیا ہے اور اُن کے ہاں بھی روزے چالیس چالیس دن کے ہوتے ہیں۔ گجرات و دکن میں ہر سال جینی کئی کئی ہفتے کا روزہ رکھتے ہیں۔ ہندو مذہب کے بعض جوگی بھی چالیس چالیس دن تک کھانے پینے سے احتراز کرتے ہیں۔

قدیم مصریوں کے ہاں بھی روزہ ایک مذہبی رسم خیال کی جاتی تھی۔ یونان میں صرف عورتیں ایک روزہ رکھتی تھیں۔ پارسی مذہب کے پیرو اگرچہ عملی طور پر روزہ نہیں رکھتے

لیکن ان کی الہامی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا حکم ان کے ہاں بھی موجود ہے یہود کی کتب مقدسہ میں بھی روزہ کا ذکر موجود ہے چنانچہ سموئیل باب ۱۲ آیت ۱۵ - ۱۶ میں ہے

اور خداوند نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی جورو سے پیدا ہوا مارا کہ وہ نہایت بیمار پڑا۔ سو داؤد نے اس لڑکے کیلئے خدا سے منت کی اور داؤد نے روزہ رکھا اور گھر میں جا کر ساری رات زمین پر پڑا رہا۔

یوائیل باب ۲ آیت ۱۵ - ۱۶ میں ہے:

صیہون میں نرسنگا پھونکو اور ایک دن کو روزہ کے لئے مقدس ٹھہراؤ اور مقدس جماعت کی منادی کرو۔

ذکریاہ باب ۷ آیت ۴ : ۶ میں ہے:

تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا کہ تو مملکت کے سارے لوگوں سے اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا تو کیا کبھی میرے لئے ہاں میرے ہی لئے روزہ رکھا تھا۔

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہود میں بھی روزے رکھنے کا دستور تھا۔

عیسائی اگرچہ اب روزہ نہیں رکھتے مگر "روز کی روٹی" کی دعا ہر روز مانگتے ہیں لیکن عہدنامہ جدید بائیبل میں روزہ کی تعلیم بصراحت تمام موجود ہے چنانچہ متی باب ۹ آیت ۱۴ میں ہے:

اس وقت یوحنا کے شاگردوں نے اس کے پاس آ کر کہا کہ کیا سبب ہے کہ ہم اور فریسی تو اکثر روزے رکھتے ہیں مگر تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے یسوع نے ان سے کہا کہ کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے ماتم کر سکتے ہیں؟ مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا اس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔"

اس سے دو باتیں صاف ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ فریسی روزہ رکھا کرتے تھے۔

۲۔ مسیح کے پیرو بھی مسیح کی وفات کے بعد روزہ رکھیں گے۔

پہاڑی کی تعلیم میں بھی حضرت مسیح اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

"اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تا کہ لوگ انہیں روزہ دار جانیں۔ متی باب ۶ آیت ۱۶

ایک دوسرے مقام پر شاگرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ ہم پلید روحوں کو کس طرح نکال سکتے ہیں اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکالے جا سکتے۔"

(متی ۱۷۔ ۲۱ باب ۱۷)

پھر اعمال باب ۱۳ آیت ۲۔ ۳ میں نہایت صفائی سے روزوں کا ذکر ہے۔

"جب وہ خدا کی عبادت کر رہے اور روزہ رکھ رہے تھے تو روح القدس نے کہا کہ میرے لئے برنباس اور ساؤل کو اس کام کے واسطے مخصوص کرو جس کے واسطے میں نے ان کو بلایا ہے۔ تب انہوں نے روزہ رکھ کر اور دعا مانگ کر ان پر ہاتھ رکھ کر انہیں رخصت کیا۔"

ان حوالوں سے یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہود اور عیسائیوں کے ہاں روزہ بھی عبادت الٰہی میں سے ایک عبادت سمجھی جاتی تھی لیکن ایک اور امر جو نہایت صفائی سے مترشح ہوتا ہے یہ ہے کہ روزہ عموماً مصیبت کے وقت رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ سموئیل میں جہاں روزے کا ذکر ہے وہاں ایک مصیبت کا ذکر بھی ساتھ ہی ہے یعنی وہ لڑکا نہایت بیمار پڑا اور ذکریاہ میں تو صاف لکھا ہے کہ ستر برس تک روزہ رکھا۔ اور ماتم کیا۔" جس سے ظاہر ہے کہ یہ روزہ بھی مصیبت کے وقت رکھا گیا تھا اور پھر آگے چل کر اس امر پر اور بھی روشنی ان الفاظ سے پڑتی ہے کہ کیا میرے لئے ہاں میرے ہی لئے روزہ رکھا تھا۔" جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے محض خدا کے لئے نہیں رکھے جاتے تھے بلکہ کسی مصیبت کے وقت اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے رکھے جاتے تھے۔ حضرت مسیح بھی کسی مصیبت کے وقت ہی روزہ رکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس اعتراض پر کہ تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے فرماتے ہیں کہ:

"کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے۔ ماتم کر سکتے ہیں مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا اس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔" متی ۹۔ ۱۴

اس سے بھی ظاہر ہے کہ روزہ ماتم کے دن ہی رکھا جاتا ہے اور عیسائی اسوقت روزہ رکھیں گے جب دولہا ان سے جدا کیا جائیگا اور وہ ماتم میں ہوں گے مگر عیسائی حضرات نے دولہا کے جدا ہونے پر بھی روزہ نہیں رکھا۔

روزے کا حکم قرآن مجید میں

جو شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائی ہے اس میں روزہ کے لئے کسی مصیبت کا وجود ضروری نہیں بلکہ یہ بھی دوسری عبادات کی طرح اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے مقصود صرف تحصیل تقویٰ ہے چنانچہ قرآن مجید میں جہاں روزوں کا حکم دیا گیا ہے وہاں ساتھ ہی اس کی غرض بھی بیان فرما دی گئی ہے۔

تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بنو۔

اس آیت شریفہ میں روزوں کی غرض تقویٰ بیان کی گئی ہے اور یہ قرآن مجید اور دین حقہ کا امتیاز خصوصی ہے کہ اس نے روزوں کو محض مصیبت اور دکھ کے وقت کے لئے ہی مخصوص نہیں کیا بلکہ سال بھر میں ایک مہینہ روزوں کے لئے خاص کر دیا۔ کہ انسان اس میں روزے رکھ کر تقویٰ حاصل کرے چنانچہ روزوں کے مہینہ کا نام بھی تصریح کے ساتھ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔ یہ قرآن لوگوں کیلئے ہدایت ہے۔ ہدایت کے لئے کھلے کھلے ثبوت پیش کرتا ہے اور حق و باطل میں فرق کر کے دکھاتا ہے پس جو تم سے اس مہینہ کو پائے اس کو چاہیئے کہ اس میں روزے رکھے۔ (البقرۃ ۱۸۵)

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے رمضان شریف میں روزے رکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ رمضان شریف وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن مجید ایسی کتاب جو تمام ہدایتوں اور سچائیوں کا سرچشمہ ہے اتری شروع ہوئی۔ اس آیت کریمہ کے آخری الفاظ کہ "جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے اس میں روزے رکھے۔" روزوں کے فرض ہونے پر شاہد ہیں اور اس لئے روزے ہر عاقل و بالغ تندرست وغیر مسافر۔۔۔ پر فرض ہیں

روزہ کے معنی یہ ہیں کہ پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور لذات نفس سے بکلی پرہیز رہے۔

روزے کی تاکید حدیث شریف میں :۔ حدیث شریف میں روزہ کی فضیلت بیان

فرمائی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ طلب ثواب کیلئے روزے رکھتا ہے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ انسان جو نیک عمل کرتا ہے اس کا اجر اس کو دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک ملے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کی جزا میں خود دیتا ہوں کیونکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں ریا اور دکھاوے کو بہت کم دخل ہے اس سے خلقت کی تعریف و ثناء کا بھی اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا کیونکہ روزہ دار میرے لئے کھانے پینے اور لذاتِ نفس کو چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ایک خوشی تو اسے روزہ کھولتے وقت حاصل ہوتی ہے اور ایک خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے خدا سے ملے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بُو خدا تعالیٰ کے نزدیک مشک کی بُو سے بھی بہتر ہے۔ روزہ ایک ڈھال ہے پس جو تم میں سے کوئی روزہ رکھے ہوئے ہو تو ..... اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس کو مارے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ روزہ تمام دوسری نیکیوں سے افضل ہے کیونکہ اس کی جزا خود خدا تعالیٰ دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری نیکیوں میں تو انسان کسی قدر دکھاوے اور ریاکاری سے بھی کام لیتا ہے مگر روزہ محض خدا کے لئے ہی رکھتا ہے اور خدا کو ہی اس کا علم بھی ہوتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ روزہ خدا اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے۔

روزے کے روحانی فوائد

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ بھوکے پیاسے رہنے سے ہمیں کیا حاصل ہو جاتا ہے۔ یا خدا کی شان کیا بڑھ جاتی ہے۔ یہ بے سمجھی ہے۔ خدا کی شان تو ہماری کسی عبادت سے بھی نہیں بڑھ جاتی ہے۔ جو عبادات ہم کرتے ہیں وہ ہماری اپنی بہتری کے لئے ہیں مثلاً اگر ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس سے بھی ہمیں ہی فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ جب ہمارے بہیمی قویٰ کمزور ہوتے ہیں تو اس کے ساتھ قویٰ روحانی میں ایک طاقت آتی ہے اور جسمانی و روحانی قویٰ میں توازن قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں تحمل و صبر و جفاکشی کی عادت ہو جاتی ہے جو بعض وقت ہمارے لئے نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جب ہم ان چیزوں کو جو ہمارے لئے جائز ہیں محض خدا کے حکم کے لئے چھوڑ سکتے ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں ان کا استعمال ہم کس طرح روا رکھ سکتے ہیں پس روزہ سے ہم میں خدا کے احکام پر عملدرآمد کرنے کے لئے ایک قوت پیدا ہوتی ہے اپنے ان غریب بھائیوں کی بھوک کی تکلیف کا اندازہ ہو جاتا ہے جو نانِ شبینہ کے محتاج ہیں اور ان سے ہمدردی کرنے کا ولولہ دل میں پیدا ہوتا ہے غرض روزہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہی اصل دین ہے۔

روزے کے فائدے طبی نگاہ سے:-

طبی نقطۂ نگاہ سے بھی روزہ ہماری جسمانی صحت کیلئے ازبس مفید ہے رطوبات ردیہ اور مواد غلیظ بدن سے خارج ہو جاتے ہیں اور اس طرح تمام جسم کا تنقیہ ہو جاتا ہے اس کے علاوہ معدے اور جگر کو سال بھر کے بعد کسی قدر آرام ملتا ہے اور وہ پھر کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ غرض روزہ رکھنے سے ہمیں روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں اور جسمانی بھی اور خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہوتی ہے۔

\+ + +

(باقی آئندہ)

یادِ رفتگان:

بیگم مسعودہ عبداللہ

میری پیاری باجی بیگم مسعودہ عبداللہ بقضائے الٰہی ۲۰ راکتوبر ۱۹۹۱ء کو وفات پا گئیں .....

میری ہمشیرہ مسعودہ عبداللہ ایک نیک ہمدرد و مخیر مخلص احمدی خاتون تھیں۔ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنے میں راحت محسوس کرتی تھیں۔ ماہوار چندہ لنگر فنڈ، دستکاری فنڈ، چندہ پیغام صلح، دارالشفا آفتاب الدین احمد فنڈ سب الگ جمع کرتی رہتیں اور جلسہ سالانہ کے موقع پر دے کر رسید حاصل کر لیتیں۔

عزیزوں، رشتہ داروں، دیگر لواحقین برادری اور دوسرے ملنے ملانے والوں کے غموں خوشیوں میں شامل ہونا اپنا فرض اولین سمجھتی تھیں۔ ضرورت مند چاہے اپنا ہو یا غیر اس کی ضرورت پوری کر کے بہت خوش ہوتی تھیں۔ صوم صلوٰۃ کی نہایت پابند تھیں۔ ذیابیطس کی مریضہ ہونے کے باوجود رکھتی تھیں۔ انہیں روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی سب کے منع کرنے کے باوجود پچھلے سال بھی روزے رکھ لئے گذشتہ سال مئی کے آخر میں جب میں ہالینڈ جا رہی تھی وہ لاہور سے بھائی جان ڈاکٹر یوسف احمد کے پاس مقیم تھیں ٹانگوں میں درد کی شکایت کیوجہ سے انہیں چلنے پھرنے میں دشواری تھی مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی ہم سے جدا ہو جائیں گی خیر جانا تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہم سب نے ہے مگر شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی کا محتاج نہیں کیا۔ ان کا ایک ہی بیٹا اور پانچ بیٹیاں ہیں اپنے بچوں کے نام سے صدقہ و خیرات کرتے رہنا ان کی عادت تھی۔

ایک مخصوص عادت مجھے ان کی بہت پسند تھی اور یہ عادت انہوں نے والدہ مرحومہ سے لی تھی۔ کہ جب چند نئے کپڑے بنوانیں ساتھ چند پرانے کپڑے غریبوں میں بانٹ دیتیں چاہے وہ کتنی ہی اچھی حالت میں ہوں۔ کپڑوں کو جمع کرتے رہنا ان کے اصول کے خلاف تھا۔ بہت صفائی پسند تھیں خوشبو ان کو بہت پسند تھی۔ جب کبھی کوئی باہر جانے لگتا اور پوچھتا کہ آپ کیلئے کیا لاؤں تو کہتیں کوئی اچھی سی پرفیوم ضرور لانا۔

اپنی زندگی میں ہی ہر چیز جو اُن کی ذات سے تعلق رکھتی تھی ان کی وصیت کر کے الماری میں کاغذ پر لکھ کر رکھ دی ہوئی تھی ...... یہ سب یادیں دل میں اتر جاتی ہیں جب یاد آتی ہیں بہت یاد آتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حضور آنسو بہا کر ان کی مغفرت کیلئے دُعا کر دیتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا کرے ان کی اولاد بھلے پھولے اور اپنے ماں باپ کے نقش قدم پر چلے اور وہ بھی ان کی طرح نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہیں۔ پڑھنے والوں سے بھی ان کے حق میں مغفرت کی دُعا کی درخواست ہے۔

بہت سے جماعت کے بہن بھائیوں نے خطوط کے ذریعے یا خود پہنچ کر ہمارے غم میں شرکت کی ہے میں ان کا خطوط کے ذریعہ الگ الگ شکریہ ادا نہیں کر سکی۔ سو پیغام صلح کی وساطت سے میں ان کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں۔ خدا تعالیٰ اس کا انہیں اجر دے آمین۔

(زمرد رمضان صاحبہ)

* درخواستِ دُعا:

محترمہ بیگم صاحبہ جنرل عبداللہ سعید (خدا کی رحمت اُن پر ہو۔) کا بڑا اپریشن امریکہ میں ہوا ہے آپریشن کامیاب ہوا ہے اور وہ رو بصحت ہیں۔ احباب بیگم صاحبہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے دعا کریں۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

* * *

مورخہ یکم اپریل ۱۹۹۲ء
جلد ۷۵
شمارہ ۷

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے۔ ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق (دین حقہ) کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے (دین حقہ) کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل بے مصرف۔۔۔ نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے (دین حقہ) کو سخت نقصان پہنچایا اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے کچھ جوش نہیں جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور (دین حقہ) کے کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار رہوں اور تمام کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔

جماعت احمدیہ کی روحانی اور اخلاقی خصوصیت

"میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی جماعت بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرام کاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خودداری کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لے میں اس شخص۔۔۔ مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے علیحدہ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں گلے سڑے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کر یگا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہو گی۔۔۔۔۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵، ۶۶)

حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کا جماعت کے احباب و خواتین کو

پیغامِ عید

احباب و خواتین!

برکتوں والے مہینے رمضان کا آخری بابرکت عشرہ ہے جسکی بہت فضیلتیں ہیں ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ ان ایام اللہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی مرادیں بر لاتا ہے

ہم جن حالات و واقعات سے گذر رہے ہیں انکے پیش نظر بہت ضروری ہے کہ ہم بارگاہ الٰہی میں دعا و فریاد کریں نہایت صبر و استقامت کیساتھ خدمت دین میں لگے رہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا صدشکر ادا کریں کہ اس نے خدمت دین کیلئے تمہیں توفیق دے رکھی ہے آپ جس راہ پر چل رہے ہیں یہ وہ راہ ہے جس پر صلحا چلتے رہے ہیں اور یہ وہ راہ ہے جس پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ہزار مشکلات و مصائب کے اندر بھی چلتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے یہ راہ یقیناً فلاح اور نجات اُخروی کی راہ ہے اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے وہ کمزور اور مضطر کی دعا کو سنتا ہے اسکی ذات بابرکات سے پر امید رہنا چاہیئے کہ وہ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور وہ وقت لائیگا کہ عید کی حقیقی خوشیوں سے ہمیں بہرہ مند کریگا دنیا میں قائم اپنی جماعت کے ایک ایک فرد کیلئے میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو خدمت دین کی توفیق در توفیق عطا کرے عید کی حقیقی خوشیاں نصیب فرمائے۔ آج جہاں ہماری جماعت کو مختلف النوع مشکلات درپیش ہیں وہاں ہمارے وطن عزیز پاکستان میں بھی بے چینی اور بے قراری کے لمحات وارد ہیں اسکے اندرونی و بیرونی معاملات میں بے چینی پائی جاتی ہے وطن سے بے لوث محبت ہمارا جزو ایمان ہے میں اپنی جماعت کے پاکستانی بھائیوں کو بالخصوص تحریک کرتا ہوں کہ تو نبیت دعا کے انہی خصوصی عشرے میں پاکستان کے تحفظ و استحکام اور اسکی بقا و سلامتی کیلئے اللہ کے دین کی نصرت و غلبہ کیلئے اور بنی نوع انسان کی عمومی فلاح و بہبود کیلئے پر زور دعائیں کریں میری طرف سے آپ سب کو عید مبارک ہو۔

(حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب مدظلہ) دستخط

جماعتی خبریں

• حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب رخدا کی معیت انہیں حاصل ہو) بصحت اور بخیریت ہیں۔ احباب ان کی صحتی وعمر کی خاطر دعائیں جاری رکھیں۔

• درخواست دعا:

بیگم ڈاکٹر کرم الٰہی صاحبہ پشاور کو دل کی تکلیف ہوئی ہے

رفیق احمد صاحب کلکتہ (بھارت) بیمار ہیں احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیئے دعائیں کریں۔

• راولپنڈی کے قریب وجوار کے احباب کے لیئے اطلاع

خدا کے فضل سے راولپنڈی کی جامع مبارک میں ۲۵ سال سے ماہ رمضان میں نماز تراویح میں قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے۔ امسال بھی محمد عبدالمجید صاحب حافظ و مصری خطیب نماز پڑھا رہے ہیں اور راولپنڈی سے دور رہنے والے احباب بھی باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں جن احباب کے پاس اپنی ٹرانسپورٹ ہے وہ ضرور شرکت کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

• فطرانہ کی رقم:

انجمن نے امسال فطرانہ کی رقم ۔ روپے فی کس مقرر کی ہے جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اسی حساب سے فطرانہ کی رقم اکٹھی کر کے خزانہ انجمن کو روانہ کریں نومولود بچے اور نوکر کی طرف سے بھی فطرانہ ادا کرنا لازمی ہے۔

(بچوں کا صفحہ)

لقمان کی حکمت

حضرت لقمان کسی کھیت پر مزدوری کرتے تھے ان کا آقا ایک سخت گیر آدمی تھا وہ نماز روزے کی پابندی نہیں کرتا تھا حضرت لقمان اکثر اس کو کہتے کہ خدا کی عبادت ہی سے عظمت حاصل ہوتی ہے لیکن ان کا آقا اس بات کو نہیں مانتا تھا حضرت لقمان اس کو سمجھاتے کہ جو لوگ نیک کام کریں گے انہیں جنت ملے گی۔ ایک دن ان کے آقا نے کہا کہ کھیت میں گندم بو دو۔ حضرت لقمان اپنے آقا کو سیدھے رستے پر لگانا چاہتے تھے انہیں ایک خیال آیا اور انہوں نے کھیت میں گندم کی جگہ جو بو دیے جب فصل تیار ہو گئی تو ان کا آقا معائنہ کرنے آیا اس نے دیکھا کہ کھیت میں جو اُگے ہوئے ہیں وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تو گندم بونے کو کہا تھا۔

حضرت لقمان نے جواب دیا کہ میں نے جو اس خیال سے بوئے تھے کہ گندم اُگے گی۔ آپ کا آقا ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ کبھی ایسے ہو سکتا ہے کہ جو بوئے جائیں اور خیال کیا جائے کہ گندم اُگے گی۔ آپ نے فوراً کہا کہ بالکل اسی طرح اگر ہم دنیا میں بداعمال کریں اور یہ یقین رکھیں کہ جنت میں جائیں گے تو یہ ناممکن ہے۔

آپ کی بات آقا کی سمجھ میں آگئی اور اس نے بُرے اعمال سے توبہ کر لی۔

***

بچوں کا صفحہ:

عید

پیارے بچو! رمضان کے مہینے کا تو آپ نے ذوق وشوق سے استقبال کیا ہوگا جیسا کسی معزز مہمان کا کیا جاتا ہے۔ اور آپ نے ایک ایک لمحہ نیکیاں سمیٹنے میں بسر کیا ہوگا۔ جیسے جیسے رمضان کے دن گذرتے جاتے ہیں آپ کے ذوق وشوق میں بھی اضافہ ہو رہا ہو گا۔ آخری دس دن تو گویا مجسم عبادت کے طور پر آپ نے گذارے ہوں گے اور جب شوال کا چاند نظر آئے گا تو ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ جائے گی۔ اس لیے نہیں کہ روزوں سے چھٹکارا ہوئی بلکہ اس لیے کہ مزدوروں کی مزدوری دیئے جانے کا وقت آگیا۔ حضرت نبی کریم کا ارشاد ہے کہ جو شخص عید کی رات ایمان وثواب کی خاطر قیام کریگا اس کا دل قیامت کی ہولناکیوں سے مطمئن رہے گا۔

عید کی صبح آپ سب غسل کریں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بہترین کپڑے زیب تن کریں خوشبو ضرور لگائیں۔ کوئی میٹھی چیز مثلاً سویاں بھی ضرور کھائیں مگر ایک بات کا خاص خیال رکھیں کہ فطرانہ تو آپ انجمن کے خزانے میں بھیجیں گے جہاں یہ غریبوں مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کے کام آتا ہے۔ مگر اپنے اردگرد کوئی غریب مسکین بیوہ اور یتیم دیکھیں تو ہر ممکن کوشش کریں کہ اس کی عید بھی ہو جائے اور اس مسرت بھرے دن کوئی بھوکا یا ننگا نہ رہے زرہ دن چڑھے تو گھروں سے نکل کر جامع کی طرف روانہ ہوں۔ مرد عورتیں بچے سب کے سب مل کر اپنے اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوں۔ اور سب عید کی خوشیاں مل کر منائیں جامع کی طرف جاتے وقت بہ آواز بلند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پڑھتے جائیں۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اور ساری حمد وثناء اللہ ہی کے لیئے ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو خوشیوں بھری عید نصیب کرے۔

***

فرمان رسول ؐ

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے:

بعض لوگ قیامت کے دن اتنے زیادہ اعمال لے کر آئیں گے جیسا کہ عرب کے پہاڑ، لیکن وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ کسی نے پوچھا

یارسول اللہؐ کیا وہ لوگ نمازی ہوں گے۔ ؟" آپ نے فرمایا،

وہ نمازی بھی ہوں گے، روزہ دار بھی ہوں گے۔ بلکہ تہجد گذار بھی ہوں گے۔ لیکن جب دنیا کی کوئی چیز (دولت۔ عزت وغیرہ۔) ان کے سامنے آجائے تو ایک دم اس پر گر پڑتے تھے جائز اور ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

قول افلاطون:

کمزور وہ ہے جو اپنا بھید نہ چھپائے اور طاقتور وہ ہے جو غصہ پر قابو پائے۔ اور صابر وہ ہے جس نے فاقہ پر صبر کیا اور غنی وہ ہے جو اس چیز پر قناعت کرتا ہے جو اسے میسر آئے۔

یاد رفتگاں

حضرت مولٰنا نور الدّین
(خدا کی رحمتیں اُن پر ہوں)

وفات : ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء

حضرت مولٰنا نورالدین کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں آپ کی زندگی میں ہی آپکے علم وفضل زہد و تقوی و طہارت کی شہرت ہندوستان کی حدود سے نکل کر غیر ممالک میں پھیل چکی تھی حال وقال معقول ومنقول غرض ہر قسم کے دینی علم کے آپ عالم بے بدل اور فی فصل اجل تھے ان کے کتب خانہ کی عظمت اور کتابوں کی شہرت کا خواص وعوام کو علم تھا اور مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی مسئلہ ہو لیٹے لیٹے فرما دیتے کہ فلاں عالم نے فلاں کتاب میں فلاں جگہ اس طرح لکھا ہے آپ کتاب کھول کر دیکھ لیں وہیں پائیں گے معقولیت کا یہ حال تھا کہ منہ سے بھول کر حرف نہ نکلتے قرآن کریم سے تو عشق تھا آپ جوانی میں دہلی لکھنو رامپور بھوپال جو اسوقت دینی علوم کے مرکز تھے ہر جگہ تشریف لے گئے اور تحصیل علم کیا عرب ۔ ۔ ۔ واپس ہندوستان آئے تو کچھ ریاست جموں میں شاہی طبیب ہو گئے معقول مشاہرہ ملتا تھا لیکن درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے علم کے فیض کا ایک دریا تھا جو شب وروز بہہ رہا تھا آریہ ۔ عیسائی ۔ دہریہ سب سے دن رات گفتگو ہوتی رہتی تھی اور آپ کے سامنے مذاہب باطلہ کو سر اٹھانے کی تاب نہ تھی ۔

ایک دن ایک کٹر دہریہ یوں بول اٹھا کہ بس جناب رہنے دیجئے یہ سارے انبیاء اپنے وحی و الہام کو لیکر زمانہ میں لوگوں سے منوا گئے جب لوگ جاہل تھے بے علم تھے اب دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ آج کوئی نہیں مان سکتا ۔ اگر آج کوئی شخص اپنے دعوے کو ایک فرد واحد سے بھی منوا لے تو میں مان جاؤں گا کہ اس میں بھی کچھ حقیقت ہے اس کا جواب مولوی صاحب کے پاس کوئی نہ تھا ۔ کیونکہ یہ تو اب کوئی ۔ ۔ ۔ دعوی کرکے دیکھے کہ لوگ واقعی مانتے ہیں یا نہیں تب اس بات کا جواب مکمل ہو ۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ امتحان کے طور پر از خود کوئی دعوی کرے ۔

وہ تو یہ کہہ کر چلتا ہوا مگر مولٰنا کو سخت بے چینی رہی چند روز بعد عطار کی دوکان سے دوا جو آئی تو وہ ایک کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی کاغذ پر نظر پڑی تو حضرت بانی جماعت کا اشتہار تھا جس میں براہین احمدیہ کی اشاعت اور اس میں قرآن اور نبوت محمدیہ صلعم پر دلائل قاطعہ کا اعلان تھا اور بڑے زور سے دعوی کیا گیا تھا کہ دین حقہ آج اکیلا سچا اور زندہ مذہب ہے جس پر عمل کرکے انسان آج بھی خدا کو پا سکتا ہے اور ایک ۔ ۔ ۔ انعام سے مشرف ہو سکتا ہے اور لکھا تھا کہ میں اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہوں جس شخص کا دل چاہے میرے پاس آئے اور آزمائے ۔

مولٰنا نورالدین کوئی معمولی دل و دماغ کے انسان نہ تھے ایک زمانہ دیکھے ہوئے اور اہل حال و قال کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے وہ معمولی اشتہار سے کب متاثر ہو سکتے تھے پس یہ ایک حقیقت تھی کہ انہیں حضرت صاحب کے اعلان میں یقین اور معرفت کے نور کی ایسی شعاعیں نظر پڑیں کہ دل پر اتر کر گئیں اس دہریہ کو بلا کر کہا کہ لیجئے آپ کے امتحان کا وقت بھی آگیا ۔

کچھ عرصہ گذر گیا ۔ براہین احمدیہ کے بے نظیر دلائل اور پر شوکت تحریروں کو پڑھ کر مولانا کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس شخص سے جو اس عجیب وغریب کتاب کا مصنف ہے ملاقات کی جائے آپ جموں سے بٹالہ پہنچے وہاں سے یکہ پر قادیان پہنچے یکہ والے سے کہہ دیا کہ مرزا صاحب کے مکان پر لے چلو ۔ اس زمانہ میں حضرت صاحب کو کون جانتا تھا ۔ مرزا امام الدین جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا اور دہریہ تھا اسی کا قادیان میں طوطی بولتا تھا یکہ والا سیدھا مرزا امام الدین کے پاس لے گیا وہ اپنے گھر کے پھاٹک پر چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا ۔ مولانا کی نظر جو اس پر پڑی تو آپکا دل سخت منقبض ہوا اور نہایت بیزار ہو کر یکہ والے سے کہا کہ ٹھہرو ہم ابھی واپس جائیں گے مگر پھر کچھ خیال دل میں آیا تو مرزا امام الدین سے پوچھا کہ آپ نے کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے اس پر وہ یکہ والے سے کہنے لگا کہ ان کو یہاں کہاں سے آیا انہیں غلام احمد کی طرف لے جا ۔

یہ فقرہ سن کر مولٰنا کا دل ہلکا ہوا ورنہ امام الدین کو دیکھ کر تو آپ کا دل سخت غمگین ہوا تھا کیونکہ تمام امید کا خون ہو گیا تھا حضرت صاحب کے مکان پر پہنچ کر اطلاع کروائی حضرت نے انہیں اپنے مکان پر اتروا لیا اور شام عصر کے وقت باہر تشریف لائے جو مثل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ایک نگاہ میں دونوں نے ایکدوسرے کو جان لیا ۔ مولٰنا آپ کی گفتگو سے بیحد متاثر ہوئے صبح کی سیر کے لئے دونوں باہر گئے اثناء گفتگو میں مولٰنا نے عرض کی کہ ایک مرتبہ مجھے خواب میں حضرت نبی کریمؐ کی زیارت ہوئی میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کو اس کثرت سے احادیث یاد تھیں حضورؐ اپنا منہ میرے کان کے پاس لائے تاکہ وہ وجہ بتائیں مگر عین اسوقت مجھے کسی نے جگا دیا مجھے سخت قلق ہوا کہ خدا جانے وہ کیا راز تھا جو حضورؐ مجھے بتلانے لگے تھے کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں ۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
من از آفتاب ہستم ہمہ از آفتاب گویم

فرمایا مجھے جو کچھ ملا ہے حضرت نبی کریمؐ کے ہی چشمہ فیض سے ملا ہے بات یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ کہ قرآن کو مس نہیں کرنے مگر وہی جو پاک کئے گئے ہیں اسی طرح حضرت نبی کریمؐ کی احادیث کو بھی مس کرنے کے لئے طہارت و تقوی اور عمل بالحدیث کی ضرورت ہے ۔

غرضیکہ چند عرصہ مولٰنا حضرت کی خدمت میں ٹھہرے غوامض و اسرار دینیہ پر اس قدر نئی نئی روشنی پڑتی آپ کو نظر آئی آپکو وہ تمام علوم جنہیں تمام ممالک میں پھر کر حاصل کیا تھا نامکمل نظر آئے اور آپ نے ضروری سمجھا کہ قرآن و حدیث کی تعلیم اور منازل سلوک کی تکمیل کے لئے آپ حضرت صاحب کی خدمت میں زندگی گذاریں آپ نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ میری بیعت لے لیں حضرت نے انکار کر دیا فرمایا مجھے حکم بیعت لینے کا نہیں مولانا نے فرمایا بہت اچھا اگر کبھی حکم بیعت لینے کا ہو تو میرا نمبر بیعت کنندوں میں سب سے پہلا سمجھا جائے ۔ حضرت نے یہ منظور کر لیا ۔ وہاں سے رخصت ہو کر واپس جموں تشریف لے گئے جب کچھ عرصہ بعد حضرت نے جماعت بنانے اور بیعت لینے کا سلسلہ جاری کیا تو مولٰنا نے آپ کے ہاتھ پر فوراً بیعت کی ۔

بیعت کے بعد مولانا نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے سلسلہ کا وظیفہ کیا ہے جسکو پڑھوں فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عرض کی کہ کیا تلوار لے کر انگریزوں سے لڑوں ۔ فرمایا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ کے ماتحت قرآن لے کر مذاہب باطلہ سے لڑو عرض کی کس طرح ۔ فرمایا ایک کتاب عیسائیوں کے رد میں لکھیں عرض کی کہ عیسائیوں کے جس اعتراض کا جواب سمجھ میں نہ آئے تو کیا الزامی جواب دے دوں ۔ فرمایا یہ بے ایمانی ہے جو چیز واقعی اچھی نہیں ہے اس سے یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں ہو سکتا کہ یہ بری چیز تم میں بھی موجود ہے اپنی آنکھ کے کانے پن کے متعلق یہ کہہ کر خلاصی نہیں ہو سکتی کہ تم بھی کانے ہو کانا پن ایک عیب ہے جب تک ہم میں موجود ہے ہم عیب دار ہیں ۔ معترض بھی فرض کرو اگر کانا ہو تو اس کے کانے ہونے سے ہمارے کانے ہونے کا عیب دھل نہیں سکتا ۔ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم تحقیقی جواب دیں اور بتائیں کہ ہماری آنکھ ہرگز کانی نہیں ۔ یہ تمہاری نظر کا قصور ہے اس کے بعد ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اب الزامی جواب دیں اور بتائیں کہ کانے ہم تو نہیں ہیں البتہ تم کانے بلکہ اندھے ہو اور جس آیت پر اعتراض ہو اس کا حل سمجھ میں نہ آئے تو اس آیت کو لکھ کر سامنے لٹکا لو تاکہ ہر وقت نظر پڑتی رہے آخر ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالی اس کا علم آپ پر کھول دے گا ۔

یہ ہدایات لے کر مولانا واپس تشریف لے آئے ۔ پنڈ دادن خان میں ایک پادری نے

بہت شور و شر مچا رکھا تھا اس کے اعتراضات سے متاثر ہو کر بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان ارتداد کے قریب تھے مولینا اس سے ملے اس نے مباحثہ تو نہ کیا مگر اعتراضات لکھ کر دیے گئے آپ نے ان اعتراضات کے جواب میں جو کتاب لکھی اس کا نام ہے "فصل الخطاب" ، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت صاحب کی ہدایات سے اس کتاب کے لکھنے میں بہت فائدہ اٹھایا اور آپکے بتائے ہوئے طریق سے قرآن کریم کی متعدد آیات حل ہو گئیں اور اس کتاب میں یہی التزام کیا کہ پہلے تحقیقی جواب دیا پھر الزامی جواب ۔ اس کتاب کا نیک اثر ہوا کہ وہ تمام تعلیم یافتہ مسلمان جو عیسائی ہونے کو تیار تھے نئے سرے سے مسلمان ہو گئے اور بذریعہ تحریر انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا اس کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں مولانا حاضر ہوئے دریافت کیا کہ اب کیا کروں فرمایا "جہاد" عرض کی کہ اب کس کے ساتھ جہاد کروں فرمایا آریوں کے خلاف ایک کتاب لکھو چنانچہ انہی دنوں میں لیکھرام نے براہین احمدیہ کے رد میں تکذیب براہین احمدیہ لکھی تھی مولانا نے اس کا رد لکھنا شروع کیا اور تصدیق براہین احمدیہ جیسی اعلیٰ کتاب لکھی مولانا جموں سے بار بار لکھتے تھے کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ کر قادیان آ رہوں مگر حضرت صاحب یہی لکھتے تھے کہ لگی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کفران ہے اس لئے آپ ملازمت از خود ترک نہ کریں ۔

اب خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ریاست میں بعض دشمنوں نے مہاراجہ کے کان مولانا کے خلاف ایسے بھرے کہ مہاراجہ نے مولانا کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا ۔ آپ جموں سے اپنے وطن بھیرہ تشریف لے گئے ۔ وہاں سب لوگوں کے کہنے سننے سے ایک عالیشان مکان کی بنیاد ڈالی اور ارادہ کیا کہ بڑے پیمانہ پر مطب کا کام جاری کیا جائے شہرت بے حد تھی ۔ ایک دنیا ٹوٹ پڑی اور ملازمت سے بھی بڑھ کر آمدنی کی صورت پیدا ہو گئی ۔

نئے مکان کی تعمیر ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آپ کو کسی ضرورت کے لئے لاہور آنا پڑا واپسی پر دل چاہا کہ قادیان جا کر حضرت صاحب سے بھی ملاقات کر لوں ادھر عمارت کا کام بڑے پیمانہ پر جاری تھا وہاں بھی جلد پہنچنا ضروری تھا اس لیے وقت کی کمی کی وجہ سے آپ نے بٹالہ سے جو یکہ لیا تو کرایہ واپسی کا کر کے لیا ، خیال تھا کہ محض ملاقات کر کے اسی وقت واپس چلا آؤں گا ۔ قادیان پہنچے حضرت صاحب سے ملے ملاقات کے دوران میں واپسی کے لیے اجازت مانگنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت صاحب نے فرمایا "مولوی صاحب اب تو آپ فارغ ہو گئے" ، انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں اب تو فارغ ہی ہوں یکہ والے سے انہوں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ آج اجازت لینا مناسب نہیں کل پرسوں اجازت لیں گے ۔ اگلے روز حضرت صاحب نے فرمایا کہ "مولوی صاحب آپکو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گی آپ اپنی ایک بیوی کو بلا لیں" ، انہوں نے حسب ارشاد بیوی کو بلانے کے لیے خط لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلدی نہ آ سکوں اس لیے عمارت کا کام بند کر دیں جب آپ کی بی بی صاحبہ تشریف لے آئیں تو حضرت نے فرمایا آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں ۔

چنانچہ کتب خانہ بھی منگوا لیا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپکی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو بھی ضرور بلا لیں ۔ چنانچہ انہیں بھی بلا لیا ۔

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہیں اس کے بعد میرے وا ہمہ اور خواب میں بھی کبھی وطن کا خیال نہ آیا ۔ اس روز سے ہم قادیان کے ہو گئے اور یہ سچ ہے کہ اس کے بعد مہاراجہ جموں نے آپ کو لکھا کہ آپ واپس اپنی ملازمت پر چلے آئیں اور جو کچھ ہو چکا تھا اس کے متعلق معافی مانگی اور لکھا کہ ہمیں غلط فہمی ہو گئی تھی لیکن آپ نے قادیان سے باہر جانے سے انکار کر دیا ۔ اور لکھ دیا کہ جس چیز کی تمنا مدت سے تھی وہ مجھے مل گئی اسے پاکر دنیا کے پیچھے بھاگنا یہ مجھ سے توقع مت رکھو ۔ بہت سے امراء اور رؤسا نے علاج کے لیے مولینا کو بڑی بڑی رقم فیس دینے کے وعدہ پر چند روز کے لیے بلایا مگر آپ قطعاً نہیں گئے سوائے ان دو چار موقعوں کے جب بلانے والوں نے خود حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست کی اور آپ نے مولانا کو حکم دیا کہ آپ جائیں ۔

حضرت صاحب کی اس قدر تابعداری وفاداری ادب اور احترام ہماری آنکھوں نے تو کہیں نہیں دیکھا ۔ اتنا بڑا علامہ فی نفسہ یگانہ اور ادب کا یہ حال تھا کہ حضرت صاحب کی محفل میں جب آپ تشریف لاتے تو ایک کر جوتیوں میں بیٹھ جاتے ۔ حضرت صاحب کی نظر پڑ جاتی تو فوراً جا بیٹھتے اور اپنے پاس بٹھاتے لیکن پاس بیٹھ کر بھی کبھی خود سے بات نہیں کرتے تھے کسی امر میں حضرت صاحب کچھ دریافت فرماتے تو جواب دے دیتے ورنہ خاموش ادب سے آنکھیں نیچے کیے بیٹھے رہتے ۔

پھر سلسلہ کے لیے جس قدر ایثار آپ نے کیا وہ ایک داستان طویل ہے جس کا یہ موقعہ نہیں ۔ فرمانبرداری کا ایک واقعہ عرض کر کے یہ قصہ ختم کرتا ہوں ۔ حضرت صاحب آخری مرتبہ جب دہلی تشریف لے گئے تو مولانا کو قادیان چھوڑ آئے تھے کسی وجہ سے حضرت نے مولانا کو تار دی کہ آپ دہلی آ جائیں تار ملتے ہی آپ مطب سے نکلے اور سیدھے بٹالہ کو پیادہ چل پڑے صرف گھر اطلاع بھیج دی کہ حضرت نے بلایا ہے میں دہلی جا رہا ہوں تم فکر نہ کرنا ۔ گھر والوں کو پتہ لگا تو انہوں نے کپڑوں کا ٹرنک بستر ۔ کرایہ کے لیے روپے دے کر ایک آدمی روانہ کیا جو ایک یکہ لے کر پیچھے دوڑا اور بٹالہ کے رستہ میں جا لیا ۔ آپ باوجود ضعف پیری کے پیدل چلے جا رہے تھے خیر اس آدمی نے انہیں یکہ پر چڑھایا اور کہا آپ نے بھی کمال کر دیا کہ تار ملتے ہی اٹھ کر چل پڑے ۔ فرمایا حضرت نے بلایا ہے ان کے حکم کی تعمیل میں میں نے کسی تاخیر کو معصیت سمجھا

اس قسم کی فرمانبرداری ، وفاداری ایثار اور قربانیوں کے بیسیوں واقعات ہیں جو کچھ زبانی یاد ہیں اور کچھ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی کے پاس لکھے ہوئے موجود تھے افسوس وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے اور ان کی اشاعت کی نوبت نہ آئی ۔ مولانا کی ان اوصاف حمیدہ کے بارے میں حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں جابجا لکھا ہے ایک جگہ آپ فرماتے ہیں ۔

ے

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

٭ ٭ ٭

روزہ کی تکمیل

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روزے سے غرض حصول تقویٰ ہے اور جب تک یہ غرض پوری نہ ہو ہم نہیں کہہ سکتے کہ روزہ کی تکمیل ہوئی ۔ اس لیے روزہ اس کو نہیں کہتے کہ صرف منہ باندھ لیا اور کھانا نہ کھایا ، نہ پانی پیا ۔ بلکہ روزہ کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ آنکھ کو بری نظر سے ، کان کو بری باتیں سننے سے ۔ زبان کو بری باتیں کہنے سے ہاتھ کو برے کام کرنے سے اور پاؤں کو بری جگہ قدم رکھنے سے اور دل کو برے خیالات سے روکا جاتے ۔ جو شخص رمضان کے تیس روزے رکھتا ہے لیکن ان برائیوں سے نہیں بچتا جن سے شریعت نے منع کیا ہے اس کے روزے حقیقت میں فاقہ ہی ہیں ۔

٭ ٭ ٭

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کمپا رشید سوڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا ۔

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

بنی نوعِ انسان سے ہمدردی

...... تم ان مالوں میں سے لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا صدقہ وغیرہ دو جو تمہاری پاک کمائی ہے یعنی جس میں چوری یا رشوت یا خیانت یا غبن کا مال یا ظلم کے روپیہ کی آمیزش نہیں اور یہ قصد تمہارے دل سے دور رہے کہ ناپاک مال لوگوں کو دو۔ اور دوسری یہ بات ہے کہ اپنی خیرات اور مروت کو احسان رکھنے اور دکھ دینے کے ساتھ باطل مت کرو یعنی اپنے ممنونِ منت کو کبھی یہ نہ جتلاؤ کہ ہم نے تجھے یہ دیا تھا۔ اور نہ اس کو دکھ دو کہ اس طرح تمہارا احسان باطل ہوگا اور نہ ایسا طریق پکڑو کہ تم اپنے مالوں کو ریا کاری کے ساتھ خرچ کرو خدا کی مخلوق سے احسان کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے جو لوگ حقیقی نیکی کرنیوالے ہیں ان کو وہ جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی کافور ہوگی یعنی دنیا کی سوزشیں اور حسرتیں اور ناپاک خواہشیں ان کے دل سے دور کر دی جائیں گی۔ ...... مطلب یہ کہ ان کے ناجائز جذبات دبائے جائیں گے اور وہ پاک طن ہو جائیں گے اور معرفت کی خنکی ان کو پہنچے گی پھر فرماتا ہے کہ وہ لوگ قیامت کو اس چشمہ کا پانی پئیں گے جس کو وہ آج اپنے ہاتھوں سے چیر رہے ہیں اس جگہ بہشت کی فلاسفی کا ایک گہرا راز بتلایا ہے جسکو سمجھنا ہو سمجھ لے۔

اور پھر فرمایا کہ حقیقی نیکی کرنے والوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا کی محبت کے لئے وہ کھانے جو آپ پسند کرتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ کام صرف اس بات کے لئے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اس کے منہ کے لئے یہ خدمت ہے۔ ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکر کرتے پھرو۔

یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایصالِ خیر کی تیسری قسم جو محض ہمدردی کے جوش سے ہے وہ بطریق بجالاتے ہیں۔ سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنے قریبیوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور نیز اس مال میں سے یتیموں کے تعہد اور ان کی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور مسکینوں کو فقر و فاقہ سے بچاتے ہیں۔ اور مسافروں اور سوالیوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان مالوں کو غلاموں کے آزاد کرانے کے لیئے اور قرضداروں کو سبکدوش کرنے کے لیے بھی دیتے ہیں۔ اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ تنگ دلی کی عادت رکھتے ہیں اور میانہ روش رکھتے ہیں۔ پیوند کرنے کی جگہ پر پیوند کرتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ اور ان کے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا حق بھی ہے۔ بے زبانوں سے مراد کتے بلیاں۔ چڑیاں۔ بیل۔ گدھے بکریاں اور دوسری چیزیں ہیں وہ تکلیفوں اور کم آمدنی کی حالت اور قحط کے دنوں میں سخاوت سے تنگ دل نہیں ہو جاتے۔ بلکہ تنگی کی حالت میں بھی اپنے مقدور کے موافق سخاوت کرتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی پوشیدہ خیرات کرتے ہیں اور کبھی ظاہر۔ پوشیدہ اس لیے کہ تا ریاکاری سے بچیں۔ اور ظاہر اس لئے کہ تا دوسروں کو ترغیب دیں۔

خیرات اور صدقات وغیرہ پر جو مال دیا جائے اس میں یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ پہلے جس قدر محتاج ہیں ان کو دیا جائے ہاں جو خیرات کے مال کا تعہد کریں یا اس کے لئے انتظام و اہتمام کریں ان کو خیرات کے مال سے کچھ مل سکتا ہے اور نیز کسی کو بدی سے بچانے کے لئے بھی اس مال میں سے دے سکتے ہیں ایسا ہی وہ مال غلاموں کے آزاد کرنے کے لئے اور محتاج اور قرضداروں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کے لئے بھی اور دوسری راہوں میں جو محض خدا کے لئے ہوں وہ مال خرچ ہوگا۔ تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہارا پیارا مال ہے۔ غریبوں کا حق ادا کرو مسکینوں کو دو مسافروں کی خدمت کرو اور فضولیوں سے اپنے تئیں بچاؤ یعنی جو بیاہوں شادیوں میں اور طرح طرح کی عیاشی کی جگہوں میں اور لڑکا پیدا ہونے میں ہوتے ہیں جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ۔ تم ماں باپ سے نیکی کرو اور قریبیوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے اور ہمسایہ سے جو بیگانہ ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام سے اور گھوڑے بکری۔ بیل گائے اور حیوانات سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں وہ لاپرواہوں اور خود غرضوں سے محبت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کو نہیں چاہتا جو بخیل ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے مال کو چھپاتے ہیں یعنی محتاجوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔

* * *

جماعتی خبریں

● حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا کی تائید انہیں حاصل رہے۔) خیریت سے اور بصحت ہیں احباب اس نا در وجود کی صحت و سلامتی کی دعائیں جاری رکھیں۔

● **درخواستِ دُعا:**

۔ جناب ماسٹر عبدالسلام صاحب اور جناب انوار احمد صاحب دارالسلام بیمار ہیں اور جناب مولانا محمد علی صاحب چک ۸۱ جنوبی سرگودھا کا آنکھ کا آپریشن ہوا ہے احباب سے گذارش ہے کہ ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیئے دعائیں کریں۔

● **نمایاں کامیابی والے طلباء متوجہ ہوں:**

امتحانات کے نتائج آچکے ہوں گے اور خداوند تعالٰی کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے وعدہ ہے کہ وہ احمدیوں کو علم و معرفت میں کمال نصیب فرمائے گا اور وہ اپنی سچائی اور دلائل سے لوگوں کا منہ بند کر دیں گے آپ کو خدا نے ضرور کامیابی عطا کی ہوگی۔

براہِ کرم اپنے حلقہ سے نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے بچوں کے نام ادارہ پیغام صلح کو ارسال فرما دیں ہم ان کے نام شائع کریں گے تاکہ وہ دوسرے بچوں کے لیئے روشنی کا موجب ہوں!

+++

جنّت میں مکان:

ہارون الرشید اپنی اہلیہ زبیدہ کے ہمراہ سیر کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مردِ خدا رسیدہ حضرت بہلول دریا کے کنارے گھروندے بنا رہے تھے زبیدہ نے ازراہِ عقیدت پوچھا کہ حضرت یہ کیا بنا رہے ہیں فرمایا جنت میں مکان بنا رہا ہوں زبیدہ نے پوچھا کیا میں خرید سکتی ہوں۔ فرمایا۔ ہاں پانچ درہم میں خرید لو زبیدہ نے قیمت ادا کی اور چل پڑے ہارون الرشید نے کہا تم عقیدے کی کچی اور وہمی عورت ہو بھلا یہ فقیر کیا مکان بیچے گا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔

رات کو ہارون الرشید سو رہا تھا کہ خواب میں اپنے آپکو جنت میں سیر کرتے ہوئے دیکھا اسکی ایک عالیشان محل پہ نظر پڑی جس پر لکھا تھا کہ یہ زبیدہ کا مکان ہے۔ ہارون الرشید نے محل کے اندر جانے کی کوشش کی تو دربان نے روک دیا کہ یہ قصر زبیدہ کا ہے آپ اندر نہیں جا سکتے۔ ہارون الرشید نے کہا زبیدہ میری اہلیہ ہے دربان نے کہا وہ دنیائے فانی کی باتیں ہیں یہاں صرف زبیدہ کی ملکیت ہے آپ کسی صورت اندر نہیں جا سکتے۔ یہ سن کر خواب سے بیدار ہوئے ملکہ کو جگایا اور سارا واقعہ سنایا۔ اسی وقت دریا کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بہلول سے مکان خریدنے کی خواہش کی تو انہوں نے فرمایا:

زبیدہ نے میری زبان پر اعتبار کرتے ہوئے عقیدت سے خریدا تھا تم نے دیکھ کر خریدنے کی نیت کی ہے۔ اب ساری سلطنت بھی دے دو تو جنت میں

ص۴۴

بچوں کا صفحہ

اِتفاق میں برکت

جسم کے مختلف اعضاء نے ایک میٹنگ برپا کی اور پیٹ کے خلاف طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں ہاتھ کہنے لگے:

"صبح سے لے کر رات کو سونے تک کام ہم کرتے ہیں اور مفت میں کھا پیٹ جاتا ہے"

پاؤں بولے:

"ہم سارا دن دوڑ دوڑ کر سخت محنت سے روزی کماتے ہیں مگر اس نکھٹو پیٹ کو دیکھو دن بھر بیکار پڑا رہتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا" آنکھیں بولیں

"توبہ توبہ اس سے بھی بڑا کوئی ظالم ہو سکتا ہے کہ سارا دن رزق کی تلاش میں ہم رہتی ہیں لیکن ہضم سب پیٹ کر جاتا ہے" کانوں نے کہا،

"ہمیں روٹی کی خاطر طرح طرح کی باتیں سننی پڑتی ہیں لیکن غضب خدا کا یہ سست اور کاہل پیٹ بغیر کسی حیلے وسیلے ہر شئے ہڑپ کر جاتا ہے پس ہمیں چاہیئے کہ اس کے خلاف ہڑتال کر دیں"

دوسرے اعضا بولے:

"یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیئے، یہ بھلا کہاں کی شرافت ہے کہ کمائیں ہم اور کھائے پیٹ" چنانچہ اگلی صبح جسم کے تمام اعضاء نے ہڑتال کر دی اور بیکار پڑے رہے جب دو دن پیٹ کو کھانا نہ ملا تو جسم کے تمام حصے کمزور ہو گئے چنانچہ سب سر جوڑ کر بیٹھے ہاتھوں نے کہا:

"ہم نے بہت غلطی کی جو کام کرنا چھوڑ دیا بھوک کی وجہ سے ہم بہت کمزور ہو گئے ہیں" پاؤں بولے "غلطی نہیں بے وقوفی کہو۔ بھوک کی وجہ سے ہم اس قدر لاغر ہو چکے ہیں کہ چلنا دشوار ہو گیا ہے" آنکھیں کہنے لگیں۔

"واقعی کمزوری کی وجہ سے ہمیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا معلوم ہوتا ہے" کان بولے۔

"ہم توبہ کرتے ہیں پیٹ سے بگاڑنا اچھا نہیں۔ دراصل دوسروں سے لڑنا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے" پیٹ جس میں مارے بھوک کے چوہے ناچ رہے تھے یہ ساری گفتگو سن رہا تھا اپنے مخالفوں سے مخاطب ہوا۔

دوستو! میری حیثیت سردار کی سی ہے اور سردار اتفاق اور برکت کی علامت ہوتا ہے تم سب مجھے کھلاتے ہو تو میرا معدہ اسے ہضم کرتا ہے پھر اس سے خون بنتا ہے جو تمہارے اندر گردش کرتا ہے۔ اور تم تندرست و توانا رہتے ہو۔ لیکن تم اس حکمت کو نہ سمجھ سکے اور مجھے نکمّا اور نالائق جان کر ہڑتال کر دی مگر فائدہ کیا ہوا۔ تم سب کمزور اور لاغر ہو گئے اور دنیا کی نظروں میں ذلیل۔ پس اگر چاہتے ہو کہ نام پاؤ اور کامرانیاں تمہارے قدم چومیں تو مل جل کر رہو۔ ورنہ دوسروں کو مٹانے کی فکر میں خود مٹ جاؤ گے"

پیٹ کی ان نصائح کا سب پر اثر ہوا۔ سب اپنی بے وقوفی پر پشیمان ہوئے اور اسی وقت پیٹ سے صلح کر کے اپنے کام میں لگ گئے۔ اور خوش و خرم رہنے لگے اور پھر کبھی آپس میں نہ لڑے"

+++

ص۴۴ :—

مکان نہیں خرید سکتے۔ اس لیئے کہ ایمان بالغیب کے بغیر چارہ کار نہیں

+++

از قلم : جناب نصیر احمد فاروقی (خدا کی رحمت اُن پر ہو۔)

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(خدا کی رحمت اُن پر ہو)

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امتداد زمانہ سے ہر متوفی بھول جاتا ہے اور یہ بھی حکمتِ الٰہی ہے ورنہ دنیا کے کام کاج بخوبی نہ چلتے مگر بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے کارنامے یا ان کی نیکیاں انہیں بھولنے نہیں دیتیں میرے ذاتی تجربہ میں جو ایسی ہستیاں آئیں ان میں سر فہرست تو حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب تھے (خدا کی رحمت اُن پر ہو) اور اس کے بعد میرے والد حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تھے۔ اب ہر ایک شخص کو اپنے والدین پیارے اور مقدس ہوتے ہیں اور ہونے بھی چاہئیں کیونکہ باپ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر ہوتا ہے اور ماں اللہ تعالیٰ کی صفات رحیمیت اور رحمانیت کا مظہر ہوتی ہے اور والدین کے احسانات اَن گنت ہوتے ہیں مگر میں والد صاحب کی چند قومی خدمات اور چند ذاتی احسانات کا ذکر کروں گا جو صدقہ جاریہ کی طرح میری زندگی پر اثر انداز ہوئے تاکہ اور والدین کو بھی احساس ہو کہ ان کے لئے اپنی اولاد کے آگے نیک نمونہ قائم کرنا کتنا ضروری ہے مگر پہلے والد صاحب کی ایک دو قومی خدمات کا ذکر کرتا ہوں۔ اس لیے نہیں کہ وہ میرے والد صاحب تھے بلکہ اس لیے کہ ۔۔۔۔۔ غیروں سے اپنی خدمات کا اعتراف کرا لینا قابلِ ذکر ہو جاتا ہے۔

ایک واقعہ

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک روز میں اپنے گھر میں دن کے کوئی بارہ ۔ ایک بجے ٹیلی فون پر باتوں میں مشغول تھا کہ دروازہ کی گھنٹی بجی تو میرے نوکر نے جا کر دروازہ کھول کر ایک صاحب کو اندر لا کر میرے ڈرائینگ روم میں لے جا کر بٹھا دیا۔ میں ٹیلی فون سے فارغ ہوا تو میرے نوکر نے مجھے کہا کہ آپ سے ملنے کوئی صاحب آئے ہیں چنانچہ میں سیدھا ڈرائینگ روم میں گیا تو دیکھا کہ ایک صاحب جن کو میں پہلے بالکل نہیں جانتا تھا صوفے پر بیٹھے ہوئے ہیں مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے ۔۔۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے بیٹھے تو میں نے کہا کہ "معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

تو ان صاحب نے مسکرا کر جو اپنا تعارف کرایا تو میں ہکا بکا رہ گیا وہ صاحب جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک نہایت معزز اور معروف رکن ہیں۔ میں ان کا نام اور کوائف مصلحتاً نہیں لکھتا تاکہ ان کے لئے کسی پریشانی کا موجب نہ ہو جائیں۔ میں اپنی حیرت میں کھویا ہوا تھا کہ ان صاحب نے فرمایا :

" میں کسی خاص کام سے نہیں آیا ہوں میں نے آپ کے والد صاحب کی معرکۃ الآراء تصنیف ۔۔۔ اعظم تھوڑا عرصہ ہوا پڑھی ہے اور میں اس سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میرے دل نے چاہا کہ اگر مصنف خود زندہ ہوتا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر خراج تحسین پیش کرتا مگر چونکہ وہ خود وفات پا چکے ہیں تو میں نے پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان کے بڑے بیٹے تو وفات پا چکے ہیں مگر آپ اس کوٹھی میں رہتے ہیں اس لیئے میں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے دل کے جذبات اور احساسات کا آپ سے ذکر کر کے اس بے نظیر تصنیف کا حق قدر دانی ادا کروں۔"

اس کے بعد ان صاحب نے اس کتاب کی خوبیوں اس کا حقائق پر سے پردہ اٹھانے اور ایک بے نظیر سوانح عمری ہونے کا تفصیلاً ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں نے اپنی جماعت کے ایک اور رکن کو بھی یہ کتاب پڑھنے کو دی ہے اور وہ بھی اسے پڑھ کر بہت متاثر ہوئے ہیں اور مجھ سے دیر، دیر تک اس کتاب کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے ہیں جن صاحبان نے اس کتاب کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس سوانح عمری میں حضرت اقدس کے متعلق جو غلط فہمیاں جماعت قادیان (حال ربوہ) کے عقائد سے پیدا ہوئی ہیں ان کو کس خوبی سے دور کیا گیا ہے اس بات کی روشنی میں جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک معزز رکن کا اس کتاب کی تعریفوں میں رطب اللسان ہونا بتاتا ہے کہ وہ کس پلے کی کتاب ہے!

جب یہ کتاب چھپی تو ہمارے احمدیہ بلڈنگس میں جلسہ سالانہ پر بک سٹال پر رکھی ہوئی تھی میں بھی وہاں کتابیں دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی کتاب نظر پڑ جائے جو میں نے پڑھی نہ ہو۔ تو حضرت مولانا صدر الدین صاحب وہاں تشریف لے آئے ایک صاحب کے ہاتھ میں ۔۔۔ اعظم" دیکھ کر حضرت مولٰنا فرمانے لگے :

" ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر قلم توڑ دی ہے اب کسی اور نے کیا حضرت اقدس کی سوانح عمری لکھنی ہے !"

اور یہ بالکل سچ ہے میں نے بہت سوانح عمریاں اردو اور انگریزی زبانوں میں لکھی ہوئی پڑھی ہیں مگر ایسی انوکھی، ایسی دلچسپ، ایسی جامع سوانح عمری نہیں پڑھی۔ سب میں بڑھ کر مشہور و معروف انگریزی زبان میں باسول (BOSWELL) کی لکھی ہوئی سوانح عمری ڈاکٹر جانسن کی زندگی پر ہے جس کو سوانح عمریوں کے بارے میں بطور نمونہ یا ماڈل سمجھا جاتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ ۔۔۔ اعظم اس پر بھی نمبر لے گئی ہے سوائے پہلے باب کے جو حضرت اقدس کے فارسی النسل ہونے پر ایک علمی تحقیق ہونے کی وجہ سے ذرہ خشک ہے۔ باقی کتاب تو ایک دلچسپ ناول کی طرح ہے کہ پڑھنے لگو تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

"محرر ۔۔۔ ہند"

حیرت کی بات ہے کہ شاید ۱۹۱۴ء کی بات ہے یا اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک رات حضرت اقدس خواب میں میرے والد صاحب کے پاس آئے اور منجملہ اور باتوں کے فرمانے لگے :

" ہم نے آپ کا نام آسمان پہ "محرر ۔۔۔ ہند" لکھوا دیا ہے۔

اس وقت کس کے وہم و گمان میں تھا کہ بیس تیس سال کے بعد ہماری انجمن کے ایماء پر میرے والد صاحب یہ معرکۃ الآراء اور لاجواب سوانح عمری لکھ کر سوانح عمریوں کے بارہ میں قلم توڑ دیں گے۔ یہ علم غیب کے نمونے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عالم الغیب ہونے پر حق الیقین پیدا کرتے ہیں۔

ایک اور واقعہ

ہماری انجمن کے دفتر کے ممتاز رکن محمد اعظم علوی صاحب (خدا کی رحمت ان پر ہو) نے اپنی وفات سے شاید ایک سال پہلے مجھے یہ واقعہ سنایا۔ وہ ٹوپی لینے لاہور شہر کے اندرون بازار میں ایک دکان پر گئے تو دکاندار کو کوئی کتاب پڑھنے میں ایسا محو پایا کہ اعظم صاحب کے دکان پر آکر بطور گاہک کھڑے ہونے کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ جب اعظم علوی صاحب نے آواز دے کر دوکاندار کو اس کی محویت سے جگایا تو اس نے چونک کر معذرت کی کہ صاحب میں اس دلچسپ تفسیر قرآن کو پڑھنے میں ایسا کھویا گیا کہ آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا علوی

صاحب کو کتاب کے نسبتاً مختصر حجم اور جلد سے شک ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کون سی تفسیر ہے تو دکاندار نے جواب دیا کہ اس کا نام انوار القرآن ہے اس پر مزید تحقیق کے لیئے علوی صاحب نے پوچھا کہ اس کا مصنف کون ہے۔ تو دوکاندار نے جواب دیا کہ کوئی صاحب ڈاکٹر بشارت احمد ہیں مگر صاحب کیا تفسیر لکھی ہے اور کیا مسائل کو حل کیا ہے اور کیا دلچسپ تحریر ہے کہ انسان پڑھنے لگے تو کھو یا جاتا ہے۔ علوی صاحب نے کہا کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں تو دوکاندار نے دکھانے سے انکار کر دیا۔ اس انکار کیوجہ صرف وہی ہو سکتی ہے جو علوی صاحب نے مجھے فوراً بتائی کہ اس پر بطور پبلشر احمدیہ انجمن لاہور کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ بے چارہ دوکاندار یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ کہ وہ احمدیوں کی کوئی تصنیف اس ذوق وشوق سے پڑھ رہا تھا۔

یہ ایک اور شہادت ہے بموجب...... کہ حضرت والد صاحبؒ کا علم وفہم قرآن کس پائے کا تھا مشکل سے مشکل مسائل کو اور مشکل سے مشکل مقامات کو قرآن کریم کی تفسیر اور تفہیم کے دوران حل کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کا درس قرآن جو ابتدائے عمر سے وہ جہاں گئے کرتے رہے اس قدر دلچسپ اور دلکش ہوتا تھا کہ لوگ بلا مبالغہ دو۔ دو گھنٹے سنتے رہتے تھے اور تھکتے نہ تھے۔ ہفتہ میں چھ دن ہر شام یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور مجال ہے کہ حاضرین ٹس سے مس ہو جائیں یا آنا چھوڑ دیں سوائے امر مجبوری کے ابتدائی ایام سے جبکہ ابھی اردو کی تفسیر بیان القرآن ہماری جماعت نے نہ چھاپی تھی میرے والد صاحب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے مترجم قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور ان کے حاشیوں پر انہوں نے اپنی قلم سے جہاں کوئی نقطہ سمجھ آیا نوٹ کیا ہوا تھا اسی لیئے جب بیان القرآن نکل بھی آیا تو والد مرحوم درس کی تیاری تو بیان القرآن سے ہی کرتے تھے مگر درس کے وقت وہ وہی پرانا نسخہ قرآن حکیم کا استعمال کرتے تھے جس کے صفحہ صفحہ سے وہ اس قدر واقف ہو گئے ہوئے تھے کہ کسی حوالے کو درس کے دوران نکالنے میں انہیں بالکل دقت نہ ہوتی تھی۔ حالانکہ انہوں نے وہاں کوئی نشان نہ رکھا ہوتا تھا۔

عام بول چال کے دوران میرے والد صاحب کی زبان میں کبھی کبھی لکنت پیدا ہوتی تھی۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ قرأت قرآن کے دوران خواہ وہ کتنی ہی لمبی ہو کبھی لکنت نہیں پیدا ہوتی تھی۔ اور قرأت نہایت خوش الحان ہوتی تھی ان کا تعلق قرآن پاک سے انتہائی عشق اور محبت کا تھا نہ کہ صرف حسن عقیدت کا۔

ذاتی احسانات

میرے والد صاحب کے نمونہ کا مجھ پر اثر پڑنا ضروری تھا۔ اور اگر میرے دل میں قرآن پاک سے عشق ہے تو یہ صرف ایک چنگاری ہے اس عشق کی جو آن کے دل میں تھا وہ درس قرآن میں جو اکثر مغرب کی نماز کے بعد سے لیکر عشاء کی نماز تک ہوتا تھا مجھے اس وقت سے باقاعدہ شامل کرتے تھے جبکہ میں ابھی اتنا چھوٹا بچہ تھا کہ مجھے قرآن حکیم کے حسن وجمال کی کوئی سمجھ نہ تھی۔ چھوٹا بچہ ہونے کیوجہ سے میں بارہا درس کے دوران سو جایا کرتا تھا تو درس کے بعد مجھے بیٹھک سے اندر لاکر پلنگ پر ڈال دیا جاتا تھا۔ اور میں بھوکا ہی سو جایا کرتا تھا مگر وہ روحانی غذا جو مجھے ملی اس نے میرے لاشعور یا تحت الشعور پر اب اثر چھوڑا کہ باوجود دنیا کے مشاغل کے میں قرآن کریم سے لگاؤ کو نہ بھول سکا۔ اس لیئے اگر کوئی حقیر خدمت میں قرآن حکیم کی کر سکا تو یہ دراصل میرے والد صاحبؒ کا ہی ورثہ اور احسان ہے۔

دوسرا احسان

دوسرا احسان جو میں کبھی نہ بھولوں گا وہ میرے والد صاحبؒ کا مال و دولت سے کلی استغنا اور قابل رشک مالی قربانیاں تھیں۔ ان دنوں ڈاکٹر (اسسٹنٹ سرجن) کی تنخواہ بہت تھوڑی ہوتی تھی۔ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ پہلی جنگ عظیم سے قبل زیادہ سے زیادہ تنخواہ دوسو روپے ماہوار ہوتی تھی اس جنگ کے بعد جو ایک دم مہنگائی بڑھی تو زیادہ سے زیادہ تنخواہ ساڑھے چار سو روپے ماہوار ہوگئی اور ساری عمر میرے والد کے اوپر اپنے آٹھ بچوں، بیوی اور بیوہ والدہ کے علاوہ کئی ایک رشتہ کی بیواؤں اور یتیموں کا بوجھ رہا ایک وقت میں گھر میں قریب بیس آدمی (چھوٹے بڑے) کا کھانا پکتا تھا اور تنگی ترشی سے ہی گذارہ ہوتا تھا مگر اپنی آمدنی کے دسویں حصہ کو بطور چندہ ماہوار ساری عمر دینے کے علاوہ جو بھی اپیلیں مرکز سے ہوتی تھیں ان میں صف اول میں میرے والد صاحبؒ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ بیٹی کا جہیز لینے لاہور آئے مگر جلسہ پر اپیل ایسی ضروری اور اہم ہوئی کہ جو رقم جہیز خریدنے کے لیئے لائے تھے وہ راہ خدا میں دے کر خالی ہاتھ گھر واپس چلے گئے۔ پرائیویٹ پریکٹس سے ڈاکٹر لوگ اچھی خاصی آمدنی پیدا کر لیتے تھے ان دنوں اسسٹنٹ سرجن کو گھر بلانے کی پانچ روپے فیس ہوتی تھی۔ مگر میرے والد صاحب کو کوئی لالچ نہ تھی اگر کسی نے فیس نہ دی اور معذرت کی تو فوراً قبول کر لیتے تھے۔ کئی دفعہ لوگ بجائے پانچ کے کم فیس دے دیتے تو بجائے گن کر لینے کے جو کسی نے دیا وہ خاموشی سے قبول کر لیتے تھے۔ پھر بھی ان فیسوں پر بھی دسواں حصہ ضرور انجمن کے لیئے نکال لیتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ والد کے صندوقچہ میں چونیوں کا ڈھیر دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کس لیئے ہیں تو فرمانے لگے کہ جب کوئی پانچ روپے فیس کے دیتا ہے تو میں ایک اٹھنی (دسواں حصہ) انجمن کے خانہ میں ڈال دیتا ہوں تاکہ حساب میں غلطی نہ ہو جائے اور مہینہ کے اخیر میں وہ انجمن کے خانہ کی اٹھنیاں گن کر وہ رقم بھی اپنی پوری ماہوار تنخواہ کے دسویں حصہ میں شامل کر کے انجمن کو بھجوا دیتے تھے۔

اس نمونہ کو دیکھ کر میرے دل پر جو پائیدار اثر ہوا اس کی وجہ سے میرے لئے جانتے بوجھتے اپنی آمدنی کے دسویں حصہ سے کم چندہ ماہوار دینا ناممکن ہوگیا۔ جو میں نے اللہ کے فضل وکرم سے ساری عمر ادا کیا اس کا ثواب یقیناً میرے والد صاحب کو بھی ملے گا کیونکہ یہ انہی کے نیک نمونہ کا اثر تھا ورنہ مجھ میں وہ مال سے بے رغبتی نہیں جو والد صاحب میں تھی۔

کیا دوسرے والدین اس سے سبق لیں گے کہ ان کے نمونہ کا اجر نہ صرف ان کے اپنے لیئے ہے بلکہ اپنی اولاد پر بھی اس کا جو اچھا یا برا اثر پڑے گا اس کے ذمہ دار بھی وہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام والدین کو اپنی اولاد کے لیئے اعلےٰ نمونہ قائم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

* * *

خطرناک غلطیاں

- اپنا راز کسی کو بتا کر اس سے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔
- کسی کام کو چھوڑ کر کسی دوسرے وقت میں مکمل کرنے کی امید رکھنا
- اپنے آپ کو تمام انسانوں سے لائق سمجھنا اور زیادہ عقل مند تصور کرنا
- جو کام اپنے آپ سے نہ ہو سکے اُسے سب کے لیئے ناممکن سمجھنا۔
- بے کاری میں آئندہ کے لیئے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش رہنا۔

* * *

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

صرف احباب جماعت کے لئے
مؤرخہ یکم مئی ۱۹۹۲ء
جلد: ۷۵
شمارہ: ۹

ارشادات

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں بہت سے پیروں کے پاس گیا ہوں جس بزرگ کے پاس جاتا ہوں تھوڑے دن رہ کر پھر چلا جاتا ہوں اور طبیعت اس سے بداعتقاد ہو جاتی ہے اس کے علاوہ مجھ میں غیبت کا عیب ہے عبادت میں بھی دل نہیں لگتا اور بھی بہت سے عیب ہیں:۔

"میں نے سمجھ لیا ہے اصل مرض تمہارا بے صبری کا ہے باقی جو کچھ ہیں اس کے عوارض ہیں۔ دیکھو انسان اپنے دنیا کے معاملات میں جبکہ بے صبر نہیں ہوتا اور صبر و استقلال سے انجام کا انتظار کرتا ہے پھر خدا کے حضور بے صبری لے کر کیوں جاتا ہے کیا ایک زمیندار ایک ہی دن میں کھیت میں بیج ڈال کر اس کے پھل کاٹنے کے فکر میں ہو جاتا ہے یا ایک بچہ کے پیدا ہوتے ہی کہتا ہے کہ یہ اسی وقت جوان ہو کر میری مدد کرے۔ خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں اس قسم کی عجلت اور جلد بازی کی نظیریں اور نمونے نہیں ہیں وہ سخت نادان ہے جو اس قسم کی جلد بازی سے کام لینا چاہتا ہے اس شخص کو بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنا چاہیئے جس کو اپنے عیب غیب کی شکل میں نظر آجاویں ورنہ شیطان بدکاریوں اور بداعمالیوں کو خوش رنگ اور خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے۔

پس تم اپنی بے صبری کو چھوڑ کر صبر اور استقلال کے ساتھ خدا تعالیٰ سے توفیق چاہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو بغیر اس کے کچھ نہیں ہے جو شخص اہل اللہ کے پاس اس غرض سے آتا ہے کہ وہ پھونک مار کر اصلاح کر دیں وہ خدا پر حکومت کرنی چاہتا ہے۔ یہاں تو محکوم ہو کر آنا چاہیئے۔ ساری حکومتوں کو جب تک چھوڑتا نہیں کچھ بھی نہیں بنتا۔ جب بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنی بہت سی شکائتیں بیان کرتا ہے۔ مگر طبیب شناخت اور تشخیص کے بعد معلوم کر لیتا ہے کہ اصل میں فلاں مرض ہے وہ اس کا علاج شروع کر دیتا ہے اسی طرح سے تمہاری بیماری بے صبری کی ہے اگر تم اس کا علاج کرو تو دوسری بیماریاں بھی خدا چاہے تو رفع ہو جائیں گی۔ ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے کبھی مایوس نہ ہو اور اس وقت تک طلب میں لگا رہے جب تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے جب تک اپنی طلب اور صبر کو انتہا حد تک نہیں پہنچاتا انسان بامراد نہیں ہو سکتا۔ اور یوں خدا تعالیٰ قادر ہے وہ چاہے تو ایکدم میں بامراد کر دے مگر عشق صادق کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ راہِ طلب میں پویاں رہے۔"

"ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔ شہد ہی کی مکھی کو دیکھو کہ جب وہ ثابت قدمی اور محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگی ہوتی ہے تو شہد جیسی نفیس اور کارآمد شے تیار کر لیتی ہے اسی طرح پر جو خدا تعالیٰ کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے وہ اس کو پا لیتا ہے نہ صرف پا لیتا ہے بلکہ میرا تو ایمان ہے کہ وہ اسکو دیکھ لیتا ہے ارضی علوم کی تکمیل میں کس قدر وقت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے یہ علوم روحانی علوم کی تکمیل کے قواعد کو صاف طور پر بتا رہے ہیں ہمارا مذہب جو روحانی علوم مندی کے لیئے ہونا چاہیئیں یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کی ہستی پھر اس کی صفات کی واقفیت پیدا کرے ایسی واقفیت جو یقین کے درجہ تک پہنچ جائے تب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ پر اسکو اطلاع مل جاوے گی مگر اسکی روح اندر سے بول اُٹھے گی کہ پورے اطمینان کے ساتھ اُس نے خدا کو پا لیا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا ہو جاوے کہ وہ یقین کے درجہ تک پہنچ جاوے اور انسان محسوس کر لے کہ اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا ہے اور اسکی صفات سے واقفیت حاصل ہو جاوے تو گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی تھی اب ادھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی توبہ ہے۔" (ملفوظات جلد ۲ ص ۲۳۷)

"انسان کے لیئے دو باتیں ضروری ہیں بدی سے بچے اور نیکی کی طرف دوڑے اور نیکی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ترکِ شر دوسرا اضافہ خیر۔ ترکِ شر سے انسان کامل نہیں بن سکتا جب تک اس کے ساتھ اضافہ خیر نہ ہو یعنی دوسروں کو نفع بھی پہنچائے اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر تبدیلی کی ہے اور یہ مدارج تب حاصل ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان ہو اور ان کا علم ہو جب تک یہ بات نہ ہو انسان بدیوں سے بھی بچ نہیں سکتا دوسروں کو نفع پہنچانا تو بڑی بات ہے بادشاہوں کے رعب اور تعزیراتِ ہند سے بھی تو ایک حد تک ڈرتے ہیں اور بہت سے لوگ ہیں جو قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے کیوں احکم الحاکمین کے قوانین کی خلاف ورزی میں دلیری پیدا ہوتی ہے کیا اس کی کوئی اور وجہ ہے بجز اس کے کہ اس پر ایمان نہیں ہے۔ یہی ایک باعث ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص ۲۳۸)

+++

جماعتی خبریں

* حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (خدا تعالیٰ کی تائید انہیں حاصل رہے) بخیریت اور بصحت ہیں۔ اور کار دینیہ میں مصروف ہیں۔ روزمرہ کے کاموں کے علاوہ مجالس معتمدین و منتظمہ کی صدارت بھی فرماتے ہیں اور ۱۰ اپریل کو مجلس معتمدین کی بھی صدارت فرمائی۔ آپ نے ممبران کو یاد دلایا کہ آپ محض اللہ کے کام کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں کسی کی کوئی دنیوی غرض نہیں ہے۔ کوئی ذاتی فائدہ یہاں مدنظر نہیں ہے آپ کی دردبھری تقریر کا ممبران پر خاطر خواہ اثر ہوا اور مجلس معتمدین کے ممبران نے نہایت ہی محبت، اخلاص اور بھائی چارے کا ثبوت دیا۔ اس اجلاس نے نہایت ہی خوشگوار ماحول میں تمام فیصلے کیئے اور آئندہ بھی مل بیٹھ کر اور یک زبان ہو کر کام کرنے کا عزم لیکر تمام ممبران دارالسلام سے رخصت ہوئے۔

احباب سے گذارش ہے کہ اپنے پیارے امیر کی صحت و سلامتی کی دعائیں جاری رکھیں۔

درخواست دعا۔

ادارہ تعلیم القرآن مسلم ٹاؤن کی بلڈنگ پر اہل محلہ نے ۱۱ اپریل کو زبردستی قبضہ کر لیا ہے اور ساتھ ہی انجمن پر مقدمہ بھی بنا دیا ہے کہ انجمن کے اراکین نے اہل محلہ پر فائرنگ کی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ درد دل سے اس مصیبت کے دور ہونے کی دعائیں کریں!

ہجوم مشکلات میں کامیابی حاصل کرنے کا طریق

ذیل میں جو نظم درج کی جاتی ہے یہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک صاحب شیخ محمد بخش رئیس کڑیانوالہ ضلع گجرات کو لکھ کر عطا فرمائی تھی جبکہ وہ سخت مشکلات میں مبتلا تھے خدا تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دعا کے طفیل انکی تکالیف دور کر دیں!

اک نہ اک دن پیش ہو گا تو خدا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھکو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے

بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سر جھکا بس مالک ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھکو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

از قلم: حضرت ڈاکٹر بشارت احمد — (خدا کی رحمتیں اُن پر ہوں)

تقدیر اور دکھ سکھ کا مسئلہ

کائنات کی ہر چیز کا مقصد و اندازہ

اس بات کا تو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر خدا نے اس کائنات کو کسی خاص مقصد کے لیئے پیدا کیا ہے تو پھر اسکی ہر چیز کو بلکہ اس کے ہر ایک ذرہ کو کسی خاص مقصد و غرض حاصل کرنے کے لیئے ایک خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کیا ہے دیکھو جب کوئی شخص ایک چھوٹی سی گھڑی بناتا ہے اور اس کے بنانے میں اس کی ایک خاص غرض ہوتی ہے تو پھر اس کے ہر ایک کل پرزہ کو وہ کسی خاص مقصد کے لیئے ایک خاص اندازہ کے ساتھ بناتا ہے اسی طرح اتنا بڑا کارخانہ کائنات عالم کا جب اللہ جلّ شانہٗ نے بنایا اور کسی خاص غرض کو مدنظر رکھ کر بنایا تو پھر ہر ایک ذرّہ اور ہر ایک چیز کو جو پیدا کی کسی خاص اندازہ کے ساتھ پیدا کی۔

تقدیر اسی اندازہ کا نام ہے!

اسی اندازہ کا نام تقدیر ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے........ رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند و برتر ہے جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا اور جس نے اندازہ کیا اور پھر ہر چیز کو اس کی پیدائش کی غرض حاصل کرنے کے لیئے ایک خاص رستہ پر چلایا۔ یہاں صاف صاف فرما دیا کہ ہر چیز کو جس مقصد کے لیئے پیدا کیا ہے وہ اپنے اندر ایسی ٹھیک ٹھاک ہے کہ اس سے بہتر اس خاص غرض کے لیئے پیدائش نہیں ہو سکتی۔ اور ہر چیز کو ایک خاص اندازہ سے پیدا کر کے اسے اپنے کام میں لگایا ہے۔

یہی تقدیر ہے اور اسے مبرم اس لیئے کہا جاتا ہے کہ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا یعنے خدا نے جو ہر ایک چیز کو ایک خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کیا ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی وہ اندازہ اٹل ہے۔

انسان کو دنیا میں جب خلافت الٰہیہ کے لیے پیدا کیا جیسا کہ...... سے ظاہر ہے تو اسے اخلاق الٰہیہ سے رنگین کیا اور ادراک اور عقل، ارادہ اور خود شناسی اور خود اختیاری دے کر اس قابل بنایا کہ وہ علم حاصل کرے اور اسی کے مطابق عمل کرے اور اس علم و عمل کے ذریعہ تمام دنیا پر حکومت کرے یہاں تک کہ ملائکہ کو جو مختلف عناصر اور قوتوں پر حکمران تھے انسان کی فرمانبرداری کا حکم دے دیا۔ انسان اپنے ادراک اور عقل سے اپنے کرنے کے کاموں کو سوچتا، غور کرتا اور کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے تجویزیں اور سعی کرتا ہے اسے تدبیر کہتے ہیں۔

تقدیر و تدبیر کا باہمی تعلق

یوں سمجھ لو کہ جس طرح جناب الٰہی جب کسی چیز کو خلق کرنے لگتے ہیں تو اس کو کسی خاص اندازہ کے ماتحت پیدا کرتے اور چلاتے ہیں اور اس اندازہ کا نام تقدیر ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان جب اپنے کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو جو اس کے لیئے اندازہ لگاتا ہے اسے تدبیر کہتے ہیں۔ اس کا یہ اندازہ اسباب پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ جب کوئی مقصد او نتیجہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیئے وہ ایک خاص اندازہ لگا کر اس کے مطابق اسباب کو تلاش کرتا ہے اسباب کی اسی تلاش کا نام سعی ہے جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے.... کہ انسان کے لیئے نہیں ہے مگر وہ جو سعی کرے گویا سعی کرنا اک فرض انسانی ہے جس کے بغیر

انسان نہ کوئی ترقی کر سکتا ہے اور نہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

انسان کی مقدرت و وسعت

اس تدبیر اور سعی کے سلسلہ میں جب انسان صحیح اسباب کو پا لیتا ہے تو نتیجہ اس کے حسب منشاء نکلتا ہے اور جب اسے صحیح اسباب نہیں ملتے تو نتیجہ اس کے خلاف نکلتا ہے بہر حال اسباب کو تلاش کرنا اور ان سے کام لے کر کسی نتیجہ پر پہنچ جانا انسان کی مقدرت اور وسعت کے اندر رکھا گیا ہے ورنہ انسان کا دنیا میں پیدا ہونا بے معنی ہوتا۔ اور اس کے عقل و شعور اور فہم و ادراک کا کچھ فائدہ نہ ہوتا اور خلافت الٰہیہ ایک مہمل بات ہوتی۔

تقدیر معلق

پس سلسلہ اسباب و نتائج میں ایک حد تک انسان کو دسترس حاصل ہوتا یہ بھی پہلے ہی سے جناب الٰہی نے اندازہ کر لیا تھا اس لیئے ہر سبب پر جس سے انسان کام لیتا ہے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کا نام تقدیر معلق ہے تقدیر معلق سے مراد ہے ایسی تقدیر جو ٹل سکے مطلب یہ کہ جناب الٰہی نے پہلے ہی سے یہ اندازہ اور قاعدہ بنا دیا ہے کہ انسان جب کسی سبب سے صحیح طور پر کام لے گا تو نتیجہ حسب منشا پائے گا غلط اسباب سے کام لے گا تو نتیجہ خلاف منشا نکلے گا اس اندازہ کا نام تقدیر معلق ہے اور اسی تقدیر معلق کے نیچے تمام سعی و عمل اور ترقیات انسانی کا ظہور ہے اس تقدیر کو معلق اسی لیئے کہا گیا ہے کہ اس کا وارد ہونا اور ٹل جانا ان کی سعی اور اسباب کی کیفیت پر مبنی ہے مثلاً ایک مریض کا غلط علاج ہو رہا تھا۔ وہ موت کی طرف جا رہا تھا اچانک صحیح علاج مل گیا اور وہ مریض موت سے بچ گیا تو یہ کہا جائے گا کہ اس کی موت ٹل گئی۔ ایک تقدیر تھی جو اسباب کے ساتھ وابستہ تھی جب صحیح اسباب مل گئے تو وہ ٹل گئی۔ اگر غلط اسباب چلتے رہتے تو وارد ہو جاتی۔

دُکھ کا مسئلہ

تقدیر انسانی میں ایک مسئلہ انسان کے لیے بہت مشکل اور پیچیدہ رہا ہے جو ہمیشہ اس کی ٹھوکر کا باعث ہوا ہے۔ اور جس کے نہ سمجھنے سے انسان کے ایمان۔ اعمال اور اخلاق پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس لیئے ضروری تھا کہ قرآن جو نوع انسان کے لیئے ایک کامل اور اکمل ہدایت نامہ ہونے کا مدعی ہے اس مشکل کو بھی حل کرتا وہ مسئلہ دُکھ کا ہے دُکھ ایک ایسی چیز ہے جس کا اثر انسان کے دل و دماغ پر بڑا قوی پڑتا ہے اور اسی لیے یہ وہ حالت ہے جس کا اثر انسان کے اخلاق پر بڑا زبردست پڑنا لازمی ہے۔

دُکھ کے اثر سے انسان شیطان سے ولی بھی بن سکتا ہے اور دُکھ کے اثر سے ہی انسان شیطان بھی بن سکتا ہے۔ دُکھ ہی وہ چیز ہے جس میں انسان کے صبر اور استقامت اور دیانت راستبازی اور عصمت و عفت کے اخلاق بڑے زور اور سُرعت سے نشو و نما پا سکتے ہیں دُکھ ہی وہ چیز ہے جس میں پڑ کر انسان پرلے درجے کا بزدل اور نہایت متبذل اور کمینہ اور شیطانی حرکات کا مرتکب ہو سکتا ہے اس لیئے ضروری تھا کہ خدا کی طرف سے انسان کو اس معاملہ میں ایسی ہدایات دی جائیں کہ انسان اس تقدیر کے جاری ہونے پر فائدہ اٹھاتا اور اخلاق میں ترقی کرتا اور تنزل نہ کرتا موت بھی دُکھ ہی کی ایک شکل ہے۔ لیکن چونکہ موت کے ساتھ اس دنیا کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لیئے اس کا ذکر خاص طور پر الگ کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے دکھ کو لے لو۔

دُکھ کے دو سبب

قرآن نے دکھ کے دو سبب بتائے ہیں۔ ایک تو وہ جو انسان اپنے ہاتھوں خود خریدتا ہے جیسا کہ فرمایا۔۔۔۔ جو مصیبت تم کو پہنچی وہ تمھارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی تھی دوسرے وہ دکھ جو خدا کے حکم سے پہنچتا ہے۔۔۔۔۔۔ جو مصیبت تم کو پہنچی خدا کے حکم سے پہنچی۔ معلوم ہوا کہ کبھی مصیبت ہمارے ہی کرتوتوں سے ہمیں پہنچتی ہے اور کبھی خدا کے حکم سے ہمیں پہنچتی ہے۔

اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہوا دُکھ تقدیر معلّق ہے۔

ظاہر ہے کہ جو دُکھ ہمیں اپنے ہاتھوں سے پہنچتا ہے وہ تقدیر معلق ہے جو بوجہ کمی علم اور نقص عمل کے ہم کو پہنچ جاتا ہے یعنی بعض دفعہ علم کی کمی کی وجہ سے ہم صحیح اسباب معلوم نہیں کر سکتے جن کو کام میں لا کر ہم اپنے منشار کے مطابق فائدہ اٹھاتے اور دُکھ سے بچ جاتے یا علم تو تھا لیکن ہمارے علم میں نقص رہ گیا اور ہم نے پوری کوشش ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی نہ کی۔ اس لیئے ہمیں تکلیف پہنچ گئی۔ اگر ہمارے علم میں یا عمل میں نقص نہ رہ جاتا تو یہ تکلیف بھی ہمیں نہ پہنچتی اور تقدیر ٹل جاتی اس لیئے اس کا علاج قرآن نے بتایا ہے سعی اور دُعا جیسا کہ فرمایا۔۔۔۔۔۔ انسان کے لیئے نہیں ہے مگر جو وہ سعی کرتا ہے اور۔۔۔۔۔۔ کہ خدا سے مدد مانگو استقامت اور دُعا کے ساتھ۔

زیادتی علم اور استقامت عمل کی سعی

سعی کسی کام میں کرو۔ علم کے بڑھانے اور عمل میں استقامت دکھانے میں علم کو بڑھانا اس لیے کہ تا صحیح اسباب کا پتہ لگ سکے جس سے حسب منشا نتائج حاصل ہو سکیں اور عمل پر استقامت اس لیئے کہ جب تک صحیح اسباب پر استقامت کے ساتھ عمل نہ کیا جائے نتیجہ مفقود رہے گا دعا بھی انہی دونوں مقاصد کے حصول کے لیئے ہے یعنی علم کے بڑھنے اور سعی میں استقامت پیدا کرنے کے لیئے خدا کی استعانت کا طلب کرنا یعنی انسان جب صحیح اسباب کی جستجو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی اس سعی میں مدد کرے اور اس کی استقامت میں فرق نہ آنے دے جیسا کہ ۔۔۔۔۔۔۔ سے ظاہر ہے ایک طرف علم کے بڑھنے کے لیئے دعا ہے تو دوسری طرف صحیح اسباب اور سیدھے رستے پر ڈال کر اس پر استقامت طلب کی ہے۔ یہاں تک کہ منزل مقصود پر انسان جا پہنچے۔

خدا کا بھیجا ہوا دُکھ تقدیر مبرم ہے۔

دوسرا وہ دُکھ ہے جو خدا کی طرف سے انسان کو پہنچتا ہے یہ تقدیر مبرم ہے یہاں سعی اور دعا کوئی چیز کارگر نہیں ہوتی۔ خدا کا اندازہ پہلے سے چلا آتا ہے جو اٹل ہے اس موقعہ پر انسان کیا کرے وہ بھی سن لو۔ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ اور بے شک ہم آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ ان لوگوں کو جن کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہہ اٹھتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے برکات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پا گئے اور منزل مقصود پر پہنچ گئے گویا ایسی صورت میں خدا کی تقدیر کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کا حکم ہے اور خدا سے سچی صلح کرنے اور راضی رہنے کا حکم ہے تا اس پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہو۔ اور ایسا آدمی ہدایت پا گیا یعنے جو دُکھ کے نزول کا مقصد تھا کہ اس کے اخلاق ترقی کریں اور منازل سلوک طے ہوں وہ حاصل ہو گیا اور انہوں نے منزل مقصود کو پا لیا۔

تقدیر معلق و مبرم سے نفع کس طرح اٹھایا جائے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کبھی کوئی دُکھ آئے تو یہ پتہ کس طرح چلے کہ یہ تقدیر معلق ہے یا مبرم۔ خدا کی مشیت اور تقدیر کا پتہ انسان کا علم ناقص تو نہیں لگا سکتا یہ تو اب غیب کی بات ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے یا مبرم دُعا اور سعی سے کام لیا جائے یا

نہ لیا جائے۔

سو اس کے لیئے قرآن نے جو انسان کو راہ بتائی ہے وہ یہی ہے کہ دنیا میں ہر ایک کام جس کے لیئے انسان سعی کرتا ہے اسے تقدیر معلق ہی فرض کرے اور اس کے لیئے حتی المقدور سعی اور دعا کرے تاکہ تقدیر معلق ہونے کی صورت میں وہ فائدہ اٹھائے اور اس سعی کے نتیجہ میں اگر ناکامی ہو تو اس وقت اسے تقدیر مبرم سمجھ لے۔ اور خدا کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دے دوسرے لفظوں میں ہر کام کے شروع میں جس میں سعی کرنا فرض انسانی ہے اسے تقدیر معلق سمجھا جائے کہ کامیابی اسی طریق سے وابستہ ہے اور ہر سعی کا نتیجہ نکلنے کے وقت اگر وہ نتیجہ منشا کے حسب منشا نہیں تو اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے کہ دل و دماغ کی تسکین اور طمانیت اسی طریق سے وابستہ ہے۔

شروع میں تقدیر کو مبرم سمجھنے کا نتیجہ

اگر شروع ہی میں تقدیر کو مبرم فرض کر لیا جائے اور سعی اور دعا سے غفلت کی جائے تو بالکل ممکن ہے کہ وہ تقدیر معلق ہو۔ اور سعی اور دعا سے ٹل سکتی ہو اور اس طرح ناحق کا دکھ اور نقصان اٹھانا پڑے گا اور سعی کے نتیجہ پر اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ تقدیر معلق تھی اور ہماری سعی کی کمی سے ہمیں دکھ پہنچ گیا تو پھر اسوقت سوائے اس کے کہ ایک جلن اور غم ناقابل برداشت پیدا ہو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ سعی پوری طرح کی گئی ہو۔ اگر سعی ہی نہ کی گئی ہو اور کوئی دکھ پہنچ جائے تو پھر وہ سوال ہی دوسرا ہے۔ اسوقت تو دکھ بطور سزا کے اس پر وارد سمجھا جائے گا لیکن سعی اور دعا کے باوجود اگر نتیجہ حسب منشا نہیں نکلا تو پھر اسوقت ایک ہی طریقہ سکینت قلب کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسے تقدیر مبرم سمجھا جائے اور خدا کی تقدیر سے راضی ہو جائے۔

تقدیر معلق کے مبرم ہونے کی وجہ

یہ سچ ہے کہ ممکن ہے وہ تقدیر معلق ہی ہو اور بندہ کی سعی کی کمی کی وجہ ہی سے دکھ پہنچ گیا ہو لیکن چونکہ وہ بندہ بقدر اپنے علم اور استطاعت کے سعی اور دعا کر چکا اس لیئے اس کے لیئے وہ تقدیر مبرم ہی کا حکم رکھتی ہے۔ اور اسے وہی ثواب اور درجات ملیں گے جو تقدیر مبرم کے جاری ہونے اور بندہ کے رضا بالقضا ہو جانے پر ملتے ہیں یہیں سے بعض اولیا کو یہ غلطی لگی ہے جو انہوں نے سمجھ لیا کہ تقدیر مبرم بھی ٹل سکتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تقدیر مبرم وہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ جو ٹل گئی وہ تقدیر معلق ہے۔ بات یہ ہے کہ جس انتہائی مقام تک انہوں نے اپنی دعا کو پہنچایا وہاں تک دوسرے آدمی کی دعا پہنچ نہ سکتی تھی اس لیئے وہ تقدیر جو ایک مقرب الہٰی کی دعا سے ٹل گئی۔ وہ دراصل تھی تو تقدیر معلق مگر دوسرے بندہ کے لیئے تقدیر مبرم تھی۔ کیونکہ اس کی دعا سے ٹل نہیں سکتی تھی اس لیئے بہت سی تکالیف جو بظاہر تقدیر مبرم نظر آتی ہیں یعنی ٹلتی نظر نہیں آتیں۔ دراصل تقدیر معلق ہوتی ہیں۔ چونکہ سعی اور دعا ان میں اس انتہائی مقام تک نہیں پہنچتی جہاں پہنچ جانے سے وہ تقدیر ٹل جاتی۔ اس لیئے وہ تقدیر وارد ہو جاتی ہے۔

تقدیر معلق کے وارد ہونے پر مبرم کا ثواب

لیکن چونکہ وہ بندہ جو سعی اور دعا کر رہا تھا بقدر اپنے علم اور استطاعت کے اپنی طرف سے سعی اور دعا میں پورا زور لگا چکا اس لیئے اس کے لیئے وہ تقدیر معلق تقدیر مبرم ہی کا حکم رکھتی ہے اور اس لیئے نتیجہ کے وقت اس کے صبر اور تسلیم پر وہی ثواب قرب اور رحمت و برکات کا نزول ہوگا جس کا تقدیر مبرم کے نزول کے وقت اور اس سے راضی رہنے پر وعدہ الہٰی ہے۔

مایوسی مومن کا کام نہیں۔

پس کام کے شروع میں جو - - - - - - - کا ارشاد فرمایا کہ مومن کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ اسی لیئے فرمایا کہ شروع ہی سے تقدیر مبرم سمجھ کر مایوس ہو جانا اور ہاتھ پاؤں چھوڑ کر دعا اور سعی سے کام نہ لینا یہ شیوہ کفار کا ہے مومن کا نہیں۔ اور باوجود سعی و دعا کے مالوں اور جانوں کے نقصان پر صبر کرنا موجب اجر و رحمت بنایا۔ اسی وجہ سے کہ انسان بقدر اپنے علم اور استطاعت کے اپنا فرض ادا کر چکا۔ پس چاہیئے کہ مومن سعی اور دعا کر کے نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے اگر نتیجہ حسب منشاء نکل آیا تو تقدیر معلق تھی۔ جسے خدا نے اپنی مغفرت اور رحمت و فضل سے ٹال دیا اور حسب منشاء نہ نکلا تو کم از کم اس بندہ کے لیئے تو وہ تقدیر مبرم تھی جس کے لیئے وہ اپنے رب سے اجر کا امیدوار ہے۔

موت تقدیر مبرم ہے۔

یہی معاملہ انسان کی موت کا ہے اللہ تعالےٰ نے انسان کو جب پیدا کیا تو اس کی ایک عمر مقرر کی جسے - - - - - سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی ایک وقت مقرر۔ یہ تقدیر مبرم ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ انسان پیدا ہوتا ہے جوان ہوتا ہے بوڑھا ہوتا ہے اور - - - - - - کے ماتحت گھٹتا گھٹتا آخر کار اپنا وقت ختم کر جاتا ہے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشیت الہٰی نے کسی کی عمر کم رکھی ہے کسی کی زیادہ۔ مثلاً کسی کو صرف ۴۰ سال کا وقت دیا گیا ہے تو کسی کو ۷۰ سال کا۔ غرضیکہ جو وقت ابتداء سے مشیت الہٰی نے اپنے اندازہ سے ایک شخص کے لیے مقرر کر دیا ہے وہ اٹل ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ جیسا کہ فرمایا کہ - - - - - - جب ایک شخص کا وقت مقررہ آ گیا تو پھر اللہ تعالیٰ اس میں تاخیر نہیں ڈالتا یہ تقدیر مبرم ہے۔

وقت سے پہلے موت تقدیر معلق ہے۔

لیکن کبھی موت انسان پر وقت سے پہلے بطور تقدیر معلق کے آجاتی ہے یعنی انسان سے ایسی غلط کاریاں ہوتی ہیں کہ وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے اپنی موت بلا لیتا ہے خواہ یہ غلط کاریاں بدپرہیزیوں کے رنگ میں ہوں جس سے جسمانی صحت برباد ہو جائے یا روحانی خرابیوں اور گندگیوں اور بداخلاقیوں کے رنگ میں ہوں۔ اسی کو قرآن نے اس طرح فرمایا ہے - - - - - - کوئی شخص بڑی عمر کو نہیں پہنچتا اور اس کی عمر میں سے کم نہیں کیا جاتا ہے مگر وہ کتاب میں ہے یہاں کتاب سے مراد تقدیر ہے۔ یہاں عمر کے متعلق دو باتیں بیان فرمائی ہیں ایک تو یہ کہ کسی شخص کا اپنی لمبی عمر کو پہنچ جانا اور اپنا پورا وقت لے لینا جتنی اس کی لکھی ہوئی تھی یہ تو تقدیر مبرم ہے اور دوسری یہ کہ کبھی انسان کی عمر کم بھی ہو جاتی ہے فرمایا یہ بھی کتاب میں ہے یعنی تقدیر میں ہے لیکن یہ تقدیر معلق ہے کیونکہ یہ انسان کی اپنی ظاہری یا باطنی بدپرہیزیوں کا نتیجہ ہوتا ہے اس کا کتاب میں ہونا اسی رنگ میں ہوتا ہے کہ انسان کے اعمال اور اسباب پر بطور نتیجہ کے وارد ہو جانا یہ خدا کا قانون ہے جو لکھا ہوا ہے۔ اگر وہ اسباب دور ہو جائیں جن سے یہ تقدیر وارد ہونے والی ہے۔ تو وہ تقدیر بھی ٹل جائے گی۔ اسی بات کو سورہ ہود میں کفار کو مخاطب کر کے فرمایا - - - - - - یعنی اپنے رب کے حضور میں استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ تو تمہیں وقت مقررہ تک دنیا میں اچھی طرح رہنے بسائے گا اور اگر تم منہ موڑو گے تو میں ڈرتا ہوں کہ تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نازل ہوگا۔ یہاں دونوں تقدیریں صاف نظر آ رہی ہیں۔ ایک تو عمر مقرر شدہ ہے جو تقدیر مبرم ہے اور جسے اجل مسمی کے لفظ سے تعبیر فرمایا اور جو اٹل ہے - - - - - -

صرف احباب جماعت کے لئے

جلد: ۷۵ مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۹۲ء شمارہ: ۱۰

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"غرض یہ ہے کہ جب تک انسان موت کا احساس نہ کرے وہ نیکیوں کی طرف جھک نہیں سکتا۔ میں نے بتلایا ہے کہ گناہ غیر اللہ کی محبت دل میں پیدا ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ دل پر غلبہ کر لیتا ہے۔ پس گناہ سے بچنے اور محفوظ رہنے کیلئے یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ انسان موت کو یاد رکھے اور خدا تعالیٰ کے عجائبات قدرت پر غور کرتا رہے کیونکہ اس سے محبت الٰہی اور ایمان بڑھتا ہے اور جب خدا تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو وہ گناہ کو خود جلا کر بھسم کر جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صـ ۳۴)

"دوسرا ذریعہ گناہ سے بچنے کا احساس موت ہے۔ اگر انسان موت کو اپنے سامنے رکھے تو وہ ان بدکاریوں اور کوتاہ اندیشیوں سے باز آجائے اور خدا تعالیٰ پر اسے ایک نیا ایمان حاصل ہو اور اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ اور نادم ہونے کا موقعہ ملے۔ انسان عاجز کی ہستی کیا ہے؟ صرف ایک دم پر انحصار ہے پھر کیوں وہ آخرت کا فکر نہیں کرتا اور موت سے نہیں ڈرتا اور نفسانی اور حیوانی جذبات کا مطیع اور غلام ہو کر عمر ضائع کر دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صـ ۳۴)

حضرت بانیٔ سلسلہ کی وفات پر حضرت مولانا محمد علی کی

جماعت کو نصیحت

حضرت بانیٔ جماعت اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور میں حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ (اللہ کی رحمت ان پر ہو۔) کے مکان میں فروکش تھے۔ احمدیہ بلڈنگس میں جہاں اب جامع ہے وہاں اسوقت میدان تھا۔ اس پر شامیانہ لگا کر اور دریاں بچھا کر نماز جمعہ ادا کرتی تھی اور روزانہ حضرت مولینا نورالدین (اللہ کی رحمت ان پر ہو۔) درس قرآن دیتے تھے۔ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے اور اسی روز رات کو جنازہ بذریعہ ریل قادیان لے جایا گیا۔ تمام جماعت نے حضرت مولینا نورالدین صاحب کو حضرت صاحب کا جانشین تسلیم کیا۔ حضرت صاحب کی وفات ایک طرف تو جماعت کے لیے انتہائی صدمہ کا موجب تھی۔ دوسری طرف مخالفین نے ایک طوفان اٹھا رکھا تھا۔ جماعتِ احمدیہ کے لیے وہ وقت ایک سخت امتحان کا وقت تھا۔ لاہور کے قیام میں حضرت صاحب نے اپنی آخری تصنیف "پیغام صلح" تحریر فرمائی تھی۔ اور آپ کی وفات کے بعد جب پیغام صلح لاہور کے یونیورسٹی ہال میں ۲۱ر جون کو پڑھا جانا تھا تو کثرت سے احمدی احباب لاہور میں جمع ہو گئے تھے اس موقع پر حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولانا محمد علی صاحب نے احمدیہ بلڈنگس میں ایک نہایت مؤثر اور پُرجوش تقریر کی اور حضرت صاحب کا ذکر کر کے فرمایا:

(ادارہ)

"کتنا بڑا اور کتنا عظیم الشان مقصد ہے جو آپ لوگوں کے سامنے ہے گویا ایک عظیم الشان پہاڑ آپ کے راستے میں ہے جسے اٹھا کر آپ نے راستہ صاف کرنا ہے۔ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ (دین کو) دنیا میں پھیلانا۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے؟ یہ کوئی آسان بات ہے؟ مگر تسلی دینے والی جو بات ہے وہ یہی ہے کہ خود خدا کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعے (دین) کو غلبہ دوں گا۔

پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی بات نہیں۔ حضرت اقدس نے خود اپنی تحریروں میں لکھا ہے کہ خدا جانے ہیں نے کن دشوار گذار گھاٹیوں، خاردار بیابانوں اور سنسان جنگلات میں سے گذرنا ہے پس جن کے پاؤں نازک ہیں ان کو چاہیئے کہ ابھی مجھ سے الگ ہو جائیں۔

دوستو! اب وہ وقت آ گیا ہے اور وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیاں اور خاردار جنگل اور [illegible] بیابان ابھی ہمارے آگے ہیں جن کو طے کر کے ہمیں اپنے [illegible] منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔ اس سے پہلے تو ایک ایسا [illegible] ہم میں موجود تھا جو اپنے ہاتھوں تمام کاروبار کو بڑے سلیقے اور احسن [illegible] تھا۔ دراصل سچی اور پکی تو بات یہی تھی کہ ہم اس وقت مزے [illegible] اور وہ پاک نفس اور خدا کا برگزیدہ انسان ایک شفیق ماں سے بڑھ کر ہمیں آرام دیتا تھا۔ اور ہر مشکل کے لیے خود ہمارا سپر بن جایا کرتا تھا۔ اور ہم مطمئن اور بے فکر تھے۔۔۔۔ اب وہ وقت گذر گیا ہے اور ہمارے سارے بوجھ اپنے سر پر اٹھانے والا پاک وجود خدائی وعدوں کے مطابق اپنا کام کر کے خدا کو جا ملا ہے۔ اور وہ تمام بوجھ آپ لوگوں نے اپنے سروں پر اٹھانے ہیں اور آپ ہی لوگوں نے اس کام کو انجام دینا اور اسکی تکمیل کرنی ہے۔۔۔۔

حضرت صاحب کا وجود اس زمانے میں ہمارے لیئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ابرِ رحمت اور سایہ کرم تھا۔ آپ نے ہمیں بدیوں سے ہٹا کر نیکی پر قائم کیا ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت فولاد کی طرح بھر دی۔ ہماری اصلی حالتیں ناگفتہ بہ تھیں مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکر الٰہی میں ہمیں لذت اور سرور آنے لگا اور قرآن مجید کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی اور ہر ایک نفس نے اپنی مقدور اور استعداد کے مطابق نیکی میں ترقی کی۔۔۔۔

پس ہمیں آپ کی اس وفات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ مبارک ہیں وہ جو اس وقت پاک تبدیلی اور اثبات قدم کا بہترین نمونہ دکھائیں۔ مومن کی شان یہی ہے کہ وہ دکھ کے وقت بھی آگے ہی قدم اٹھاتا ہے۔۔۔۔

"باوجود مخالفت کی سخت آندھیوں کے وہ ہمارا آقا لاکھوں انسانوں کو اپنی بات منوا گیا اور آپ لوگوں میں اپنی روح پیدا کر گیا۔ اگر اس کو لے کر ہم یہ کام کریں تو روحانی فتوحات کے دروازے ہم پر کھولے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے کیسی کیسی فتوحات حاصل کیں۔ کیونکہ ان کی روح صحابہؓ میں کام کرنے لگی تھی۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کی وفات کے ساتھ یہ سلسلہ بند نہیں ہو گیا۔ اور ہم لوگوں کا فرض ہے کہ اس مقصد عالی کو سامنے رکھ کر کام کریں۔"

(الحکم ۱۸ر جولائی ۱۹۰۸ء)

اپیل چندہ برائے لائبریری ڈسپنسری دارالسلام لاہور

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی للّٰہ فی اللّٰہ جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے۔ احمدیہ انجمن لاہور نے رفاع عامہ کے لیئے دارالسلام میں ایک لائبریری اور ڈسپنسری کا انتظام کیا ہوا ہے احباب جماعت کے علاوہ عوام الناس بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں سال سنہ ۹۲-۱۹۹۱ء میں ادارہ ہذا کے لیئے جو رقم رکھی گئی تھی صرف ہونے کے علاوہ مزید مبلغ بیس ہزار ۲۰۰۰۰/- روپے خرچ ہو چکے ہیں احباب سے پُرزور اپیل کیجاتی ہے کہ ڈسپنسری کیلیئے دل کھول کر چندہ دیں تاکہ انجمن پر جو اضافی مالی بوجھ پڑ گیا ہے اسے کسی حد تک کم کیا جائے اور خلقِ خدا کی خدمت میں کمی نہ آئے۔ آپ کی یہ امداد بیمار اور دُکھی انسانیت کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ اُمید ہے آپ پہلے کی طرح اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھتے ہوئے اس کار خیر میں دل کھول کر چندہ دیں گے اور عنداللہ ماجور ہونگے۔ والسلام

چوہدری منصور احمد

جنرل سیکرٹری

از محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، کراچی

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا

مجھے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی سیدھی سادہ گھریلو زندگی اور قادیان کی اس چھوٹی سی بستی کا نقشہ یاد آرہا ہے جہاں باقی دنیا کی دوڑ اور ہاؤ ہو سے دور یہ چھوٹا سا گمنام گاؤں آباد تھا جس کی قسمت میں یہ سربلندی مقدر تھی کہ اسے چودھویں صدی کے .... کا وطنِ مالوف بننے کا فخر نصیب ہونا تھا۔ قادیان جہاں ابھی ریل گاڑی، روشنی، پانی وغیرہ کی کوئی سہولت میسر نہ تھی اور بٹالہ کے ریلوے سٹیشن سے ریل سے اتر کر کئی میل کچے راستہ پر یکے چلتے تھے اور اگرچہ حضرت صاحب وہاں کے زمیندار کے صاحبزادے تھے مگر زمینداری فرعون نمارئیسوں والی نہ تھی کہ گاؤں میں بھی محل اور گاڑیاں کھڑی ہیں بڑے بڑے احاطے والے باغوں کے پھاٹک بند ہوں جن پر بند وقیں لیے چوکیدار متعین ہوں۔ وہاں تو اندھیری کچی گلیاں تھیں اور جب میرے ابا جان (ان پر خدا کی رحمت ہو۔) کو ان کی تقدیر کی خوبی حضرت صاحب کے مبارک در پر باریابی کے لیے لے کر پہنچی تو ان کے ساتھی کا ہاتھ دراتنے کے اندھیرے میں ایک لکڑی کے معمولی دروازے پر پڑا جو دھکے سے کھل گیا اور خود حضرت صاحب نے دروازے پر آکر دریافت فرمایا کہ کون ہے؟ آپ اسوقت نمازِ تہجد پڑھ رہے تھے۔ یہ تھا وہ سادہ انسان جو ایک نیم مردہ قوم کو دوبارہ زندگی بخشنے کے لیے .... کیا گیا تھا اور جب ابا جان مرحوم نے خلوت میں ملاقات کی خواہش کی تو آپ کا وہ خلوت خانہ کوئی آراستہ پیراستہ ڈرائنگ روم نہ تھا ایک معمولی کمرہ تھا۔ جس میں چارپائیوں پر ادھر اُدھر بچے سو رہے تھے اور وہاں آپ بان کی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور آپ نے خود چارپائی کی ادوائن کی طرف ہوکر ابا جان کو ہاتھ پکڑ کر سرھانے کی طرف بٹھا دیا۔

چونکہ یہ داستان ابھی حال ہی میں اخبار پیغام صلح میں ابا جان کی یاد میں آئی ہے اس لیے میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتی۔ بعدازاں جب ابا جان کے دل میں صداقت دین کی شمع روشن ہوگئی اور ایک ...... کے ظہور کے وقت آسمانی بارانِ رحمت ... جو بندگانِ خدا پر برستا ہے اس سے آپ اور آپ کا خاندان سیراب ہوگیا۔ تو اس گاؤں قادیان کی کشش اور حضور کی خدمت میں پہنچنے کی تمنا آپ کو بے تاب رکھنے لگی۔ اور کچھ عرصہ بعد آپ رخصت لے کر بمعہ اہل وعیال قادیان حضرت صاحب کے بلانے پر تشریف لے گئے یہاں یہ عرض کر دوں کہ حضرت صاحب کو اپنے مریدوں سے اپنے بچوں کی طرح اُنس و محبت ہوتی تھی اور آپ چاہتے تھے کہ وہ سب آپ کے پاس آکر رہیں۔

چنانچہ ابا جان اپنے اہل وعیال سمیت رات گئے قادیان پہنچے تو حضرت صاحب کی سادہ گھر کی سادہ حویلی کا ایک مختصر گوشہ آپ کے لیے مخصوص تھا۔ اس وقت تک ابا جان کی اولاد میں میری بڑی ہمشیرہ مہرالنساء بیگم، بڑے بھائی ممتاز احمد فاروقی۔ اور آپا جان ... تھیں اور یہ سب بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ اپنی جائے قیام پر پہنچے ہی اماں جان نے ابا جان کو کہا کہ ہوسکے تو بازار سے بچوں کے لیے دودھ لے آئیں کہ یہ سب بھوکے ہیں۔ رات کا وقت۔ قادیان کے معمولی ومختصر بازار میں صرف ایک حلوائی تھا جس کے ہاں سے دودھ مل جاتا تھا۔

ابا جان اسی وقت اس کی دوکان پر گئے تو اس نے دودھ والا خالی کڑھاؤ دکھا کر کہا کہ ذرا دیر پہلے حضرت صاحب کے ہاں کی ایک ملازمہ آکر سارا دودھ لے گئی ہے۔ یہ مایوس واپس لوٹے اور دیکھا کہ ان کی قیام گاہ پر وہی خادمہ دودھ کا بھرا ہوا برتن لیے موجود ہے کہہ رہی ہے کہ حضرت صاحب نے سلام و دعا کے بعد یہ دودھ بچوں کے لیے بھیجا ہے۔ کہ وہ بھوکے ہوں گے اور ان کے دودھ پی کر سونے کا وقت ہوگا۔

دوسروں کی اتنی اتنی سی فکر رکھنے والا وہ عظیم انسان تھا جس کے کندھوں پر ساری قوم بلکہ دنیا کو دوبارہ راہ دین وقرآن دکھانے کا عظیم الشان بار تھا۔

نماز فجر کے بعد آپ پیدل سیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو آپ کے ہمراہ آپ کے چاہنے والے مرید واحباب کا ایک گروہ ہوتا تھا۔ قادیان کی کچی سڑک پر سب کے قدموں سے خوب دھول اڑتی تھی اور کبھی حضرت صاحب کے پاؤں پر دیسی جوتی کی ایڑی پر کسی کا پاؤں پڑ جاتا تو آپ کبھی مڑ کر نہ دیکھتے اور نہ ملامت کرتے۔ نہ گرد مٹی سے گھبراتے تھے بلکہ اپنی لگن میں خدمتِ دین وقرآن کی باتوں میں مصروف چلتے رہتے تھے۔

اب ذرا آپ کے طرزِ تصنیف پر بھی نظر ڈالیے کہ نہ تو کوئی بہت شاندار دفتر فرنیچر سے آراستہ تھا نہ کوئی اور اہتمام۔ آپ کے صحن میں آمنے سامنے دیواروں پر دو طاق تھے جن میں دو سیاہی کی دواتیں رکھی رہتی تھیں۔ آپ ڈوبا لے کر لکھتے ہوئے دوسرے طاق تک پہنچتے تو دوسرا ڈوبا لے لیتے۔

اللہ اکبر۔ کیا شان کبریائی اور اعجاز ... تھا کہ اسی سادہ درویش صفت انسان کے قلم سے براہین احمدیہ جیسی معرکتہ آلارا ضخیم کتاب تصنیف ہوئی جس نے ایک عالم کو چونکا کر رکھ دیا۔ اور پھر تو ایک ایسا عالمانہ اور پرکشش سلسلہ کتب ومضامین کا چل پڑا کہ دنیا حیران وششدر رہ گئی۔ کہ قادیان ایسے گمنام گاؤں کا ایک انسان جس کے پاس نہ بڑی بڑی عالمانہ ڈگریاں، غیر ملکی تعلیم کا نمونہ امتیاز اور یہ فیض روحانی اور یہ پرکشش و پراثر تحریریں اور پھر کیا اردو۔ کیا فارسی۔ عربی سب تحریروں میں وہی زور دار روانی تھی کہ پڑھنے والے مسحور ہوجاتے۔

علاوہ ان کتب ومضامین کے آپ کی سوچ وفکر نے عملی طور پر بھی انمول تحا ویز اشاعت قرآن ودین کے لیے اختیار کیں۔ آپ نے ہی سوچا کہ قرآن کریم کا بین الاقوامی زبان انگریزی میں ترجمہ کرکے اقوام مغرب تک پہنچایا جائے۔ اور یہ کارنامہ آپ کے ہی قابلِ فخر مرید حضرت مولانا محمد علی خدا کی رحمت ان پر ہو۔ کے مبارک ہاتھوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا اور جو بین الاقوامی شہرت وکامیابی اسے نصیب ہوئی واظہر من الشمس ہے۔ ہزاروں متلاشیانِ حق پیاسے انسانوں کو اس ترجمۃ القرآن نے راہِ حق دکھائی اور آج دنیا کی چوٹی کی زبانوں میں اس کلام اللہ کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ اسی مسیحائے زمان کے وفادار غلاموں کے ہاتھوں اور کوششوں سے۔ غرض کہاں تک میں یہ کرشمے بیان کروں۔ یہ جگمگاتے جواہر ریزے جو قادیان کی سنہری ریت اور گرد وغبار میں چمکے اب ایک دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں جس کو اللہ توفیق دے اپنے شوق اور لگن کے دامن میں انہیں بھر کر اپنی اور دوسرے دنیا والوں کا بھی دین اور دنیا سنوار لے ....

از: اکبر شاہ خان نجیب آبادی (اللہ کی رحمت اُن پر ہو۔)

دُعا منقول

از مرقاۃ الیقین

رب العالمین ۔ اے خالق آسمان و زمین ، اے ہواؤں کے چلانے اور بادلوں کے لانے والے ۔ اے بادلوں سے مینہ برسانے اور پہاڑوں سے دریا بہانے والے ، اے خزاں کے بعد بہار اور خشک مردہ زمین کو اپنے ابر کرم سے گلزار بنانے والے ۔ ۔ ۔ اے رب المشرقین والمغربین ۔ اے شہنشاہ دارین ، اے احسن الخالقین اے ارحم الراحمین ۔ اے میرے پیارے اللہ تعالےٰ ۔ اے محبوب کامل ۔ اے غایت مقصود ۔ اے کامل معبود ، اے موالید ثلاثہ اور جمیع کائنات موجودات کے خالق ۔ اے چرند و پرند اور ہر ذی روح کے رازق ۔ اے میرے مولا ۔ اے میری رُوح کی راحت ، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ، اے میرے دل کے سرور ، اے میرے جسم و روح کی حفاظت کرنے والے ، اے میری مرادوں کے بر لانے والے ، اے میرے ماں باپ سے زیادہ محبت کرنے والے عزت و ذلت کے مالک ۔ اے خطا کاروں کی خطاؤں کو دامن عفو سے ڈھانکنے والے ۔ اے کمزوروں کو طاقت بخشنے والے ۔ اے میرے پیارے اللہ ، او میرے پیارے ، او میرے پیارے او میرے پیارے اللہ ، اللہ میاں ، او میرے پیارے اللہ میاں ، او سب حسینوں سے زیادہ خوبصورت اور سب باوفاؤں سے زیادہ باوفا اپنے دوستوں کی خاطر عزیز رکھنے والے ، نوح کو طوفان سے بچانے والے ۔ موسیٰ کو بچا کر فرعون کو غرق کرنے والے مچھلی کے پیٹ میں سے یونس کی فریاد کو سُن لینے والے ، اور نجات فرمانے والے میں بھی کہتا ہوں اور تو جانتا ہے کہ درد دل سے کہتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں ظالموں میں سے ہوں ۔ او چھوٹوں کو بڑا بنانے والے ، او ڈوبتوں کو بچانے اور گرتے ہوؤں کو سنبھالنے والے مجھ پر بھی نظر کرم فرما ۔ تیرا غضب تیرے رحم سے کمتر اور تیری درگذر تیری گرفت سے برتر ہے ۔ مجھ کو مورد فضل و عطا بنا ۔ میں نہیں جانتا کہ مجھ کو کس کس چیز کی ضرورت ہے ۔ مجھ کو نہیں معلوم کہ میرے لئے کیا مفید ہے اور کیا مضر ہے ۔

اللہ میاں ، اے میرے پیارے اللہ میاں تو مجھ کو وہ سب کچھ عطا کر دے جو میرے لیے موجب بہبود و خوبی اور میرے جسم و روح کے لیے مفید ہو ۔ اے میرے پیارے اللہ تو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو بہتر سے بہتر مقامات ، بہتر سے بہتر اسباب اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی و کامرانی عطا کر ، اے میرے اللہ مجھ کو خبر ہی نہیں کہ میری بھلائی کس میں ہے تو بتا پھر تجھ سے کیا مانگوں ہاں تیری ہی بتائی ہوئی بات عرض ہے ۔

اے اللہ ! اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور آگ کے عذاب سے بچا ۔)

اے میرے اللہ ! مجھ کو ۔ ۔ ۔ ۔ اور مفلح بنا ۔ اے میرے اللہ مجھ کو اپنی رضامندی کی راہوں پر چلا ۔ اے میرے اللہ تو مجھ کو ایسا بنا دے کہ تو مجھ سے خوش ہو جائے اور ایسا خوش ہو کہ پھر کبھی ناراض نہ ہو ۔ اے میرے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مجھ کو تیری کتاب ۔ ۔ ۔ ملی ۔ اور پھر ان کے خلفاء کے ذریعہ اس کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہوئی ۔ میرے ماں باپ میری پرورش کا ذریعہ ہیں ۔ میرے جسم کا ہر ذرہ ان کے احسانات کے بوجھ میں دبا ہوا ہے اے میرے اللہ اس دنیا میں کس کس نے مجھ پر کس کس قسم کے احسانات کیئے تو سب سے واقف ہے ۔ میں تو سب کے نام بھی نہیں گن سکتا ۔ پس تو میرے ہر ایک محسن کو بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ جزا عطا کر ۔

اے میرے اللہ ! تو مجھ کو ایسا بنا دے کہ جس جس سے مجھ کو محبت ہے ان سب پر میری وجہ سے تیرے فضل و کرم کی بارشیں ہوں ۔ اے میرے اللہ میں نیک آدمیوں سے محبت کروں اور مجھ سے سب محبت کریں ۔ اے میرے اللہ تو مجھ کو نافع الناس بنا ۔ اے میرے اللہ مجھ کو قوت اور توفیق عطا کر کہ میں باسانی تیرے احکام کی تعمیل کروں ۔ اے میرے اللہ مجھ کو صحیح اور نافع علم عطا کر ۔ اللہ میاں ! مجھ کو تو اپنے سوا کسی مخلوق کا محتاج نہ کر ۔ اے میرے اللہ مجھ کو اسی دنیا میں جنتی زندگی عطا کر اور مرنے کے بعد بھی جنت (جو تیری رضا کا اعلیٰ مقام ہے ۔) میرا مسکان ہو ۔ اے میرے اللہ ، اے میرے پیارے اللہ ، اے (مجھے پکارو میں قبول کروں گا ۔) فرمانے والے تو ہی بتا میں تیرے سوا کس سے فریاد کروں ۔ میں تیرے دروازہ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں ۔ تجھ سے نہ کہوں تو اور کس سے کہوں ۔ تجھ سے نہ مانگوں تو اور کس سے مانگوں ۔ تو اگر میری مدد نہ کرے تو اور کون ہے جو میری مدد کر سکتا ہے ۔ اے میرے پیارے میں بڑا گنہگار ۔ بڑا نافرمان ، بڑا آرام طلب اور عبادتوں میں سست ہوں ۔ محض اپنے فضل و کرم سے میری بخشش فرما ۔ میں کتنے ہی جوش اور ہمت سے کام لوں لیکن تیری حمد و ستائش ادا ہونا میری طاقت سے باہر اور تیرے احسانات کی گنتی میری ہمت کے دائرہ سے بیرون و افزوں ہے ۔

اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں ۔

اے خدا اے خالق چرخ بریں
تو رحیم و ارحم و راحم ہے رب العالمیں

فضل سے بنتی ہیں تیرے مخنثیں بھی راحتیں
تو اگر چاہے تو ہر غمگین بنے فرحت قریں

تو اگر چاہے تو ہو پتھر سے جاری جوئے شیر
تو اگر چاہے تو ہو حنظل سے پیدا انگبیں

تو اگر چاہے تو دے ادنیٰ کو اعلےٰ مرتبہ
تو اگر چاہے تو فرشِ زمیں عرش بریں

تو اگر چاہے تو ہر اک معصیت طاعت بنے
تو اگر چاہے تو اکبر شاہ خاں ہو نور دیں

— ❊ —

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا ۔

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"غرض جبکہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز وگداز کے ساتھ مبدا فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پاکر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ہی ایک حالت ہوتی ہے اسی دعا کے ذریعے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو ہمارا سوچنا۔ ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لیے خیال دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور ان کی روح مبدا فیض کی شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور مجہولوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربط معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے وہ بھی غور اور فکر سے یہی چاہتے ہیں کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات ان کے دل میں پڑ جائے اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے لیکن مجوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبدا فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے اور اسی مدد پانے کے لیے وہ فکر کرتا ہے مگر عارف اس مبداء کو دیکھتا ہے اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد بھی دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ متفکر کے فکر کو بطور دعا قرار دے کر بطور قبول دعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے سو آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریق طلب روشنی اگر علیٰ وجہ البصیرت اور ہادی حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دعا ہے اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعے یہ روشنی لامعلوم مبدا سے طلب کی جائے اور منور حقیقی کی ذات پر نظر نہ ہو تو وہ مجوبانہ دعا ہے۔"

حضرت اقدس مرزا صاحب نے آگے چل کر یہ بھی بتلایا ہے کہ ایک عارف تدابیر کو بھی دعا کے ذریعہ سے ہی تلاش کرتا ہے اس کے بعد اجابت دعا پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے (۱) ایک یہ کہ اس بلا کو دور کرتا ہے جس کے نیچے ہم دب کر مرنے کو تیار ہیں (۲) دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت کیلئے ہمیں فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے بلکہ اس میں لذت بخشتا ہے اور انشراح صدر عنایت فرماتا ہے۔"

"ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اگر اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے

۴۔ چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا ..... کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے۔"

(ایام الصلح)

دعا کیوں فرض کی گئی ہے اسکی مذکورہ بالا چار وجوہات آپ نے تحریر فرمائی ہیں۔

+++

"اور میں اسکے پڑوس پر راضی ہوگیا"

کہتے ہیں کہ جس وقت کسریٰ کا ایوان مکمل ہوگیا اور اس کے محل اور چھت کے نئے تکمیل کا نشان پالیا تو نوشیرواں نے حکماء اور مصاحبوں کے ایک مجمع سے کہا: دیکھیں اس میں کوئی نقص تو نہیں کہ میں اسے ٹھیک ٹھاک کراؤں انہوں نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر یوں تعریف شروع کی۔

"اے بادشاہ یہ عمارت ایسی ہے کہ اس کی بلندی کا ہاتھ جوزا کا کمربند کھولتا ہے اور اس کا بلند کنگرہ زحل کے محل کے سر پر شرافت کا پیر دھرتا ہے۔ ایسی باوقار عمارت فلک نے بھی کہاں دیکھی ہوگی اس ایوان کے ستونوں میں کوئی خلل یا اس کے اطراف میں کوئی زلل نہیں ہے۔ ہاں (جو اس کے کنارے پر ایک چھوٹا سا گھر) ہے اور حقیر سی کوٹھڑی ہے اس ویرانے کے روزن سے دھواں نکلتا ہے اور اس کی دیواروں کو کالا اور میلا بناتا ہے اگر یہ صورت جاتی رہے تو رہی سہی کسر بھی پوری ہوجائے۔

نوشیرواں نے کہا۔ یہ گھر ایک بڑھیا کی ملکیت ہے جو عمر گزار چکی ہے اور اس کی زندگی کا سورج غروب ہونے کی سرحد میں داخل ہو چکا ہے اس محل کی بنیادیں کھدنے لگیں تو اس کی کوٹھڑی آڑے آئی۔ میں نے ایک شخص کو اس بڑھیا کے پاس بھیجا کہ جس قیمت پر چاہے یہ کوٹھڑی فروخت کر دے۔ میں اس کے لیے ایک اچھا سا مکان بھی بنوا دینے پر تیار تھا بوڑھی عورت نے جواب بھجوایا کہ:

"اے بادشاہ! میں اس گھر میں پیدا ہوئی اور اس سے مانوس ہوں میں تمام دنیا کو تیری ملکیت میں دیکھ سکتی ہوں تو اس حقیر آشیانے اور مختصر سے ویرانے کو ایک بے نوا فقیر کی ملکیت میں کیوں نہیں دیکھ سکتا؟"

میں اس بات سے متاثر ہوا اور پھر کچھ نہ کہا حتیٰ کہ محل مکمل ہوگیا۔ مگر اب اس کوٹھڑی سے اٹھنے والا دھواں اسکی دیواروں کو میلا کرنے لگا۔ میں نے ایک دن بھنے ہوئے مرغ کا خوان سجا کر بھیجا کہ روزانہ مختلف کھانوں کا دسترخوان اسکی خدمت میں پہنچ جایا کریگا وہ خود پکا کر دھواں نہ کیا کرے اس نے کہا:

"دنیا میں بہت سے ایسے بھوکے۔ فاقہ زدہ رونے والی آنکھ اور جلتے ہوئے دل والے ہیں اور میں مرغ کھاؤں یہ کیسے درست ہوگا میں اپنے پیدا کرنیوالے سے ڈرتی ہوں اور ستر سال سے حلال جو کی روٹی اور دلیا کھا کر گذارہ کرلیتی ہوں۔ اے بادشاہ میری یہ کوٹھڑی رہنے دے کہ یہ تیرے انصاف کی رونق ہے۔ امراء جب دیکھیں گے کہ تو انصاف کے کمال کی وجہ سے اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ میری تاریک کوٹھڑی مجھ سے چھینے تو وہ بھی تصرف کا ہاتھ رعایا کی املاک کیطرف نہیں بڑھائینگے دوسرے یہ کہ تیرا محل زیادہ دیر نہ رہے گا لیکن میرے گھر کا قصہ عرصہ دراز تک زمانہ کے اوراق پر نقش اور لکھا ہوا رہے گا۔"

مجھے یہ بات پسند آگئی اور میں اس کے پڑوس پر راضی ہوگیا۔

ایمانداری کا انعام

ایک کسان کے کھیت میں کسی امیر کے گھوڑے گھس گئے اور اس کا ستیاناس کر دیا۔ کسان غصے سے بھرا ہوا امیر کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کے گھوڑوں نے میرا کھیت تباہ کر دیا ہے امیر نے پوچھا تمہارے خیال میں کتنا نقصان ہوا ہوگا۔ کسان نے کہا ۵۰ روپے کا امیر نے اسی وقت کسان کو ۵۰ روپے دے دیے۔ کسان روپے لے کر گھر چلا گیا۔ فصل تیار ہوئی۔ اور خوب اچھی ہوئی۔ ایماندار کسان نے امیر کے پاس ۵۰ روپے لے جا کر کہا۔ جناب عالی فصل کٹ گئی اور نقصان کی جگہ کچھ نفع بھی ہوگیا ہے بس آپ اپنے روپے واپس لے لیجئے۔ یہ سن کر امیر نے ان ۵۰ روپوں کے بجائے ۱۰۰ روپے دیئے اور کہا:

"یہ نقصان کا بدلہ نہیں تمہاری ایمانداری کا انعام ہے۔"

کلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اے خدا تیرے لیے ہر ذرّہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار

خاک ساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہوگئے اب بے قرار

اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ و بچار

گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دور تر ہیں جا پڑے
ان کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دل فگار

ہم نے یہ مانا کہ ان کے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے بنداری کی نار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار

میں نہیں رکھتا تھا اس دعویٰ سے اک ذرّہ خبر
کھول کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اعتبار

جماعتی خبریں

- حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (اللہ تعالیٰ کی تائید انہیں حاصل رہے۔) خیریت سے اور صحت ہیں اور کار دینیہ میں ہمہ وقت مصروف ہیں جماعتی کاموں کی مصروفیت کیوجہ سے آپ گرمیوں میں ایبٹ آباد بھی نہیں گئے۔ احباب اس نادر وجود کی صحت و سلامتی کے لیے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
- وفات: شیخ محمد آصف صاحب ٹاؤن شپ لاہور وفات پاگئے ہیں۔

حضرت مولینا عبدالحق ودیارتھی

(اللہ کی رحمت ان پر ہو۔)

از قلم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، (خدا کی رحمت اُن پر ہو۔)

تخلیق انسان سے غرض ربی یہ ہے کہ اسکی فطرت میں جو اعلیٰ جوہر ودیعت کیے گئے ہیں وہ تمام وکمال منصۂ شہود پر تکمیل پا جائیں۔ فطرت انسانیہ میں قانون تو ریث کے مطابق مختلف افراد میں مختلف کمالات مرکوز کیے گئے ہیں ان کے کمال ترقی پذیر ہونے کے لیے ساز گار ماحول کی ضرورت ہے مولانا عبدالحق المعروف ودیارتھی میں طبعاً کم از کم تین جوہر مرکوز تھے۔ اولاً زباندانی کا ملکہ یا مختلف زبانوں کے حصول کی استعداد، دوئم غور وفکر اور تحقیق وتفتیش کا ملکہ اور سوئم استدلال ومنطق کے جوہر۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب نہایت موزوں پڑ گیا تھا یعنی " ودیارتھی " جس کے معنی ہیں علوم سنسکرت اور وید کا عالم وفاضل۔ چنانچہ آپ کو اکثر بجائے عبدالحق کے ودیارتھی صاحب کہا جاتا تھا۔

یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ کو کسی مدرسہ میں باقاعدہ تربیت حاصل کیے بغیر کئی ایک زبانوں میں درک حاصل تھا۔ آپ کی تعلیم میٹرک تک تھی جس میں ایک طالب علم انگریزی زبان پر صرف ابتدائی واقفیت حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے لیکن آپ نے اپنی خداداد قابلیت اور مشق وتوجہ سے اس زبان میں ایسی مہارت پیدا کر لی تھی کہ میثاق النبیین ایسی دقیق کتاب کا انگریزی میں سلیس مفہوم بیان کرنے کے لیے تین جلدیں تصنیف کر ڈالیں مگر انگریزی سے کہیں مشکل سنسکرت زبان ہے یہ ایسی پرانی ومتروک زبان ہے کہ راقم الحروف کے زمانہ طالب علمی میں ہندو طلباء بھی اکثر اپنی مذہبی زبان کی تعلیم کی بجائے فارسی پڑھنا زیادہ پسند کرتے۔ مولینا عبدالحق صاحب نے سنسکرت زبان کی تعلیم کسی مدرسہ یا ادارہ میں نہ پائی تھی بلکہ محض اپنے فطرتی ملکہ زباندانی کے جذبہ کے تحت اپنی ذاتی جانفشانی کاوش وکوشش سے اس زبان پر ایسا اعلیٰ وکامل عبور حاصل کر لیا تھا کہ بیشتر پنڈت صاحبان جنہوں نے عمر بھر اس زبان کے حصول میں اپنی سعی کو لگا دیا تھا بھی آپ کا مقابلہ اس میں کرنے کے اپنے آپ کو قابل نہ پاتے تھے۔ برصغیر پاک وہند میں مولانا عبدالحق واحد عالم تھے جن کے بارہ میں سنسکرت کے عالم وفاضل پنڈتوں کو اقرار تھا کہ وہ ان کی مذہبی زبان اور ان کے ویدوں کے الہامات پر کماحقہ عبور حاصل کر چکے تھے۔ لاکھوں کے اجتماع میں بلا تکلف ویدوں کے ماہر پنڈتوں کے روبرو وید کے منتر پڑھ کر ان کا ترجمہ وتفسیر کرنا ایک ایسا حیرت انگیز منظر تھا کہ بڑے بڑے ودوان پنڈت حیرت میں ڈوب کر رہ جاتے اور مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ پاتے۔

پنڈت رام چندر ایک مشہور عالم ومناظر تھے جو قرآن کریم بھی پڑھا اور مطالب بیان کرنا جانتے تھے مگر مولینا عبدالحق صاحب کے علم وفضل اور سنسکرت میں ویدوں کے مفہوم پر عبور سے اس قدر مرعوب تھے کہ جب کہیں یہ سن لیتے کہ مولانا عبدالحق مناظرہ میں آ گئے ہیں تو کسی نہ کسی عذر سے پہلو تہی کر جاتے۔ انگریزی اور سنسکرت پر عبور کے علاوہ مولانا عبدالحق عبرانی اور سریانی زبانوں میں بھی درک رکھتے تھے اور ان زبانوں میں مذہبی علوم سے واقف تھے۔ اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ان معدودے چند انسانوں میں سے ایک تھے جنہیں قدرت نے زباندانی کا خاص ملکہ عطا کیا ہوتا ہے اور وہ بجا طور پر ماہر زبان کہلاتے ہیں۔

زباندانی کے علاوہ آپ میں فکر وغور اور تحقیق وریسرچ کرنے کا مادہ مرکوز تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے عتیق کتب مقدسہ کا گہرا مطالعہ فرما کر یہ نادر ریسرچ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ میں حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی مبارک بعثت کے بارہ میں نہ صرف واضح پیشگوئیاں کی گئی ہیں بلکہ ان کتب میں وہ علامات اور ظہور پیغمبر آخر زمانؐ کی تمام نشانیاں بھی بتلادی گئی ہیں۔ جن کا از روئے واقعات آنحضورؐ کی سیرت مبارکہ سے کلی تطابق ہوتا ہے مگر مولینا عبدالحق صاحب نے محض اپنی طرف سے یہ بیانات پیش نہیں کر دیے بلکہ ان کتب مقدسہ سنسکرت، عبرانی، سریانی کی ایسی عبارتیں اقتباس میں پیش کی ہیں اور ان کی فوٹو کاپیاں اپنی بے نظیر تصنیف میثاق النبیین میں درج کر دی ہیں۔ یہ ایک محنت طلب ومشقت آمیز کام ہے جس کے لیے آپ نے برطانیہ اور امریکہ کی جملہ متعلقہ لائبریریوں سے استفادہ کیا۔

قرآن کریم نے جملہ انبیاء عالم کی تصدیق کی نیز یہ بھی اعلان فرمایا کہ جملہ انبیاء عالم نے آنحضورؐ کی بعثت کی خوشخبریاں دی تھیں اور اپنی اُمتوں سے آنحضورؐ پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا لیکن یہ سب امور ہمارے لیے ایمان وصدق کا درجہ رکھتے تھے اگر یہ سوال کیا جاتا کہ کہاں ہیں وہ پیشگوئیاں جو مختلف مذاہب کے مقدس بانیوں نے آپؐ کے بارہ میں کیں۔ کون سے الفاظ ہیں جن میں وہ کی گئیں۔ کیا علامات ونشانیاں نبی آخر زمانؐ کی پہلوں نے بتائیں اور وہ تمام کیسے اور کیونکر آنحضورؐ کی ذات مقدس ومطہر زندگی میں پوری ہوئیں۔ تو اس بارہ میں ایک آدمی بجز اس کے اور کیا کہہ سکتا تھا کہ ہم ان تمام پر ایمان لاتے ہیں لیکن ایمان لانا دگر بات ہے اور ایمانی امور کو حقائق کی روشنی میں ثابت کر دکھلانا ایک دیگر چیز ہے۔ علیٰ وجہ البصیرت ایمان اور ایمانی وغیبی امور کا واقعات سے تطابق کر دکھلانا بالکل جدا بات ہے پس میثاق النبیین کی آیت صادقہ کو کتب مقدسہ کے فرمودات اور آنحضرتؐ کے زندگی کے واقعات سے تطابق کر کے دکھانا یہ سعادت کبریٰ جس انسان کو حاصل ہوتی وہ مولینا عبدالحق ودیارتھی ہی ہیں۔ صداقت قرآن کریم اور صداقت نبوت حضور نبی کریمؐ بہ زبان وتعلیم جملہ انبیاء علیہم السلام یہ ایک ایسی اعلیٰ، بیّن ومسکت دلیل مولینا عبدالحق نے ہمارے ہاتھ میں دے دی ہے کہ اگر آپ کی اس عظیم کتاب میثاق النبیین کو اردو۔ انگریزی بلکہ دیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے وسیع پیمانہ پہ پھیلانے کا انتظام کریں تو کچھ تعجب نہ ہوگا کہ بہت سی صدق جو یا روحیں اس کے مطالعہ سے ہی دین حقہ کی حقانیت کا اعلان کر دیں۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قوم کی زبوں حالی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنے رسول پاکؐ سے دعویٰ محبت وعقیدت کا زبانی اظہار تو بہت کرنے کے عادی ہیں۔ لیکن جب عملی اقدام اور ایثار وجانفشانی کا سوال ہو وہاں ان کے قدم ٹھہر جاتے ہیں اگر کسی اور قوم کے کسی شخص نے ایسی عظیم تصنیف شائع کی ہوتی کہ جس میں ان کے پیغمبر اور کتاب کی صداقت کو جملہ کتب مقدسہ کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہوتا تو یہ یقینی بات ہے کہ ایسی کتاب کو لاکھوں نسخوں کی تعداد میں شائع کیا گیا ہوتا اور درجنوں زبانوں میں اس کے تراجم ہو گئے ہوتے۔ مگر افسوس ہم اپنے دین وکتاب اور اپنے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے قیام کی اصل راہوں سے کس قدر دور وغافل پڑے ہوتے ہیں۔ کاش کوئی صاحب ایمان وثروت اس طرف توجہ کرے۔

زباندانی اور تحقیق وتدقیق کے عالی جوہروں کے ماسوا مولینا عبدالحق میں قوت استدلال اور حاضر جوابی کے جواہر مودع کیے گئے تھے اور ان کے اظہار وکمال ترقی کا

موقع مولینا صاحب کو اس وقت ملا جب آپ کو جوانی میں ہی آریہ اور عیسائی مناظرین سے مقابلہ پیش آیا ۔ یہ کہنا نہایت صحیح اور قطعاً مبالغہ آرائی سے بالاتر ہے کہ اہل ایمان کی طرف سے میدان مناظرہ میں مولینا عبدالحق ودیارتھی ایسا عظیم پہلوان اور مبیر نہ آیا اور نہ ہی شاید بہت دیر تک آئیندہ میسر آئے ۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتداء میں برصغیر ہند و پاک مختلف مذاہب کا دنگل بنا ہوا تھا ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ابتدائی زندگی بھی مناظرہ اور مباحثوں میں صرف ہوئی اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جیسا کہ غیر احمدی حضرات نے بھی اسے برملا تسلیم کیا ہے ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ دین حقہ کے ایک فتح نصیب جرنیل تھے ۔

جن کے مباحث اور تصانیف کے سامنے جملہ مذاہب کی زبانیں گنگ اور قلمیں ٹوٹ چکی تھیں ۔ ایسے سلطان القلم کے ایک عظیم الشان شاگرد مولینا عبدالحق ودیارتھی نکلے جو میدان مناظرہ میں ایک فتح نصیب مناظر پہلوان ثابت ہوئے ۔ واقعات سے ثابت ہے کہ جس کسی میدان مناظرہ میں مولانا عبدالحق ودیارتھی کی موجودگی ہوتی ۔ وہاں یا تو مقابل مناظر پنڈت یا پادری کسی رفیق عذر کے تحت کنی کترا جاتے یا پھر عبرت ناک شکست کھاتے کاش راقم الحروف کی محدود معلومات سے بہتر کوئی دیگر صاحب جنہوں نے ان کے بیشتر مناظروں میں شرکت کی ہو از روئے واقعات ان مناظروں کی روئیداد سے دنیا کو آگاہ کریں

بیسویں صدی کے تیسرے دہکہ (سنہ ۱۹۲۰ء تا سنہ ۱۹۳۰ء) کا ذکر ہے کہ آریہ سماج میں ایک شخص جس نے اپنا نام رام مورتی رکھا جسمانی توانائی کے حیرت انگیز کرتب دکھلانے کا مدعی کھڑا ہوا تو اس کے مقابل اہل قبلہ میں سے ایک ۔ ۔ ۔ ۔ مورتی کھڑا ہو گیا جن کا نام نامی ڈاکٹر عصمت اللہ تھا ۔ اور اس نے رام مورتی کا مقابلہ کر کے اس رنگ میں اہل ۔ ۔ ۔ ۔ کی برتری کا حق ادا کیا تو علمی میدان میں ودیارتھی صاحب دنگل مناظرہ کے ایسے کامیاب اور منفرد انسان تھے کہ شدھی اور سنگھٹن کے زوروں کے ایام میں جب مولینا عبدالحق صاحب سے جملہ پنڈت شکست کھا چکے تھے اور ان کے نام سے لرزتے تھے ۔ جمعیتہ العلماء ہند کے صدر مولینا کفایت اللہ صاحب نے باوجود احمدیت کے مخالفانہ تعصب کے حضرت مولینا محمد علی (اللہ کی رحمت ان پر ہو ۔) امیر جماعت احمدیہ لاہور سے درخواست کی کہ وہ مولینا ودیارتھی کی خدمات انہیں دے دیں تو امیر جماعت احمدیہ لاہور نے کیا ہی برجستہ و موزوں جواب دیا کہ ہمارے پاس بھی صرف ایک مولوی عبدالحق ہیں اگر دو مولوی عبدالحق ہمارے پاس ہوتے تو ایک آپ کو دے دیتے ۔

یہ عجیب تضاد نظر آئیگا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے تو دیگر مذاہب سے مناظروں اور مباحثوں کی طرح اس غرض کے ماتحت ڈالی تھی تا کہ حق جو اور منصف مزاج اصحاب دین حق اور باطل عقائد میں فرق معلوم کر لیں لیکن شدھی کی تحریک کی غرض چونکہ احقاق حق نہ تھی بلکہ اصل مقصد سیاسی برتری کا حصول تھا تا کسی طرح جاہل و بے خبر لوگوں کو اپنی حکومت وطاقت کے رعب اور اکثریت کے غلبہ کے ڈر سے ورغلا کر ہندو بنا لیا جائے گویا احمدیہ تحریک نے جہاں اصل نصب العین ، صدق و راستی کی قبولیت اور اس کے لیے دنیاوی مفاد کی قربانی قرار دیا تھا ۔ ہندوؤں نے دین کی بجائے سیاسی غلبہ کے خوف سے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا تھا ۔ ایسے نازک وقتوں میں دین حقہ کا بول بالا اس برصغیر میں اگر کسی نے تن تنہا ثابت کر کے دکھلایا تو وہ مسلمہ و متفقہ طور پر ودیارتھی ہی تھے اسے خدا تو اپنی خاص برکات اور نور کے فیضان کا نزول آپ کی روح پر فتوح پر کر ۔

ان سطور کی ابتداء میں عرض کیا تھا کہ مودع کمالات انسانی کا تکمیل پا جانا اس بات پر منحصر ہوا کرتا ہے کہ کسی انسان کو ان کے اظہار کے مواقع کہاں تک حاصل ہوتے حقیقتاً یہ امر خدا تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں ۔ حضرت مولینا عبدالحق کی زندگی کے واقعات سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی عنایت سے ایسا فضل مل گیا تھا چنانچہ ابتداء زندگی میں جب ۱۹۱۸ء میں ایک مہلک قسم کے انفلوائنزا کی وبا اس ملک بلکہ کل عالم میں چل چکی تھی تو اس وقت مولانا صاحب کو بھی اس وبا کا حملہ ہوا آپ نے کئی بار خود اس امر کا ذکر کیا کہ ہر چند مختلف ادویات استعمال کیں مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ تھا ۔ حتیٰ کہ جیسا کہ اس وقت ہر طرف موتا موتی کا عالم بپا تھا مولانا صاحب کو بھی یہ یقین ہو گیا کہ اب آپ جانبر نہ ہو سکیں گے تو پھر آپ نے ایسے نازک جان کنی کے وقتوں میں دعا کی کہ الٰہی میں نے تو یہ زندگی تیرے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دی ہوئی ہے اگر تیرے حضور میں اسے شرف قبولیت حاصل ہے تو جانتا ہے کہ میری آئیندہ زندگی سے خدمت دین کا حصول ہو گا تو تو اپنی رحمت و فضل سے مجھے شفا دے ۔ مولینا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایسی حالت کشف میں آپ کو چند دیسی ادویات بتلائی گئیں جن میں سے ایک خوب کلاں بھی تھی چنانچہ وہ ادویات جب صبح اٹھ کر آپ نے استعمال کرنا شروع کیں تو ان سے انفلوائنزا کا نام و نشان جاتا رہا اور آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور پھر آپ نے دونوں میدانوں میں یعنی میدان مناظرہ اور مباحثہ اور میدان تصنیف و ریسرچ میں اپنے ایسے کمال جوہر دکھلائے جو مسلمہ طور پر بے نظیر خدمات دینیہ کا درجہ رکھتے ہیں ۔

پھر ایسا ہی اپنی زندگی کی آخری منزل میں جب آپ امریکہ میں اپنی کتاب میثاق النبیین کی تکمیل اور اس کے انگریزی ترجمہ کی غرض سے گئے ہوئے تھے آپ کو ایسی جان لیوا بیماری ہوئی کہ امریکن ہسپتال میں داخلہ کے باوجود مرض کی تشخیص بھی نہ ہو پاتی تھی تو پھر آپ نے اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور اس دعا کی قبولیت کا یہ کرشمہ ظاہر ہوا کہ ایک امریکن نرس کو القا ہوا کہ ہسپتال میں کوئی شخص عبدالحق نامی داخل ہے اور اس کے علاج کے لیے فلاں تیل کی مالش کارگر ہو گی ۔ تو یہ امریکن نرس اس القاء الٰہی کے مطابق تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور وہ آسمانی دوائی استعمال کی گئی جس کی نسبت اسے اشارہ ہوا تھا تو مولانا صاحب کو اس سے آرام آ گیا ۔

اس موقعہ پر بھی آپ کے دل میں مزید زندہ رہنے کا خیال اس لیے پیدا ہوا کہ آپ کی کتاب "محمد اِن دی ورلڈ سکرپچر" ابھی زیر تکمیل تھی ۔ آپ کی زندگی کے یہ سچے واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ۔ ۔ ۔ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں خصوصاً جب وہ خدمت دین کے جذبہ سے متعلق ہوں اور خدا تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمے دکھلا کر ان کو نازک موقعوں پر نجات کے سامان پیدا کرتا ہے ۔ نیز یہ بھی کہ مولانا عبدالحق ودیارتھی کو خدا تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے دین کی خدمت کے لیے چن لیا ہوا تھا ۔ اور جب تک آپ کی عظیم ریسرچ کا کام تکمیل پذیر نہیں ہوا خدا تعالیٰ نے آپ کو زندگی اور صحت عطا فرمائی ۔ ۔ ۔ ۔

——— ٭٭٭ ———

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور سے شائع کیا ۔

صرف احباب جماعت کے لیئے

جلد : ۷۵ ، مورخہ ۱۵ - جون ۱۹۹۲ء ، شمارہ : ۱۲

فرمودات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

۔ ۔ ۔ ۔ اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کا خاصہ ہے سچائی ہے انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اس کی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے اسی وجہ سے جس شخص کا [illegible] تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتی بلکہ بچے اور دیوانے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں۔

سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اس کو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ مخواہ جھوٹ بولے پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقعہ وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو اس میں خدا کی تعلیم یہ ہے کہ :

بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کے لیے بلائے جاؤ تو جانے سے انکار مت کرو اور سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہے اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو۔ حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لیے ہو جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے یا اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ اور چاہیئے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی دینے سے نہ روکے سچے مرد اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائیں گے ان کی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔

پر کرنا پڑتا ہے جو اس پر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں۔ اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے رو سے وہ صبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک حالت ہے جو تھک جانے کے بعد ضرور تا ظاہر ہو جاتی ہے یعنی انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت پہلے روتا چیختا سر پیٹتا ہے آخر بہت سا بخار نکال کر جوش تھم جاتا ہے اور انتہا تک پہنچ کر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں ان کو خلق سے کچھ تعلق نہیں بلکہ خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز کو خدا کی امانت سمجھ کر کوئی شکایت منہ پر نہ لاوے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اس کی رضا کے ساتھ راضی ہیں اس خلق کے متعلق خدا تعالیٰ پاک کلام میں ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔

ہم تمہیں اس طرح آزماتے رہیں گے کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہوگا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا اور کبھی جانوں پر آفت آئے گی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہو گے اور حسب المراد نتیجے کوششوں کے نہیں نکلیں گے اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مرے گی پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چیزیں اور اس کی امانتیں اور اس کے مملوک ہیں پس حق یہی ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی طرف رجوع کرے یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پا گئے۔ غرض اسی خلق کا نام صبر اور رضا برضاء الٰہی ہے اور ایک طور سے اس خلق کا نام عدل بھی ہے۔ ۔ ۔

" " "

تنظیم خواتین احمدیہ

جنرل سیکرٹری صاحبہ تنظیم خواتین احمدیہ لاہور سے رقمطراز ہیں کہ:

"تنظیم خواتین کے چھ رکنی وفد نے ۱۲ مئی کو ملتان کا رابطہ دورہ کیا۔ بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ، بیگم زبیدہ احمد صاحبہ۔ بیگم نسرین گل محمد صاحبہ، بیگم سلمیٰ انوار احمد، بیگم ممتاز سیف صاحبہ اور بیگم ریحانہ ریاض صاحبہ اس وفد میں شامل تھیں

۱۲ مئی کی شام کو ہم بیگم الفت گلزار اور بیگم عطاء اللہ کے گھروں میں گئیں۔ بیگم الفت گلزار کے خاوند کی تعزیت کی۔ سب کی خیریت دریافت کی۔ ۲۲ مئی کو صبح دس بجے میاں رشید احمد صاحب کے گھر گئے اور ان کی مزاج پرسی کی۔ بعد نماز جمعہ جلسہ شروع ہوا بیگم نصرت مبارک نے بہنوں کو خوش آمدید کہا۔ رضیہ بیگم نے درثمین سے نظم پڑھی۔ عبیرہ احمد نے نعت پڑھی۔ بیگم سیما احمد نے حضرت صاحب کے حالات زندگی بیان کیے۔ آمنہ فاطمہ نے ملفوظات پڑھے۔ بیگم غزالہ فاروق نے حضور نبی کریمؐ کی دوسرے انبیاءؑ پر فضیلت بیان فرمائی۔

ستیزہ فاروق نے حدیث نبویؐ پڑھی۔ بیگم زبیدہ احمد صاحبہ نے حضرت صاحب کی تعلیمات پر روشنی ڈالی۔ بیگم سلمیٰ انوار احمد نے مقام بانی سلسلہ احمدیہ اور تحریک احمدیت پر اظہار خیال کیا۔ آخر میں بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار بہت مؤثر رابعہ کیا [illegible] بیگم نصرت مبارک [illegible] سب خواتین [illegible]

اخبار پیغام صلح میں محمد علی میموریل ڈسپنسری کے لیے فنڈ کی اپیل پڑھ کر بیگم نصرت مبارک نے ۲۰۰۰ روپے اور بیگم میاں رشید صاحبہ نے ۱۰۰۰ روپے اس فنڈ میں دیے۔"

درخواستِ دُعا:

اس سے قبل متعدد بار آپ سے درخواست کی جا چکی ہے کہ مسلم ٹاؤن کی جامع پر اہل محلہ نے ملی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ مل کر ناجائز قبضہ کر لیا تھا انجمن نے جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ کو دعوی برائے حصول حکم امتناعی اور حصول قبضہ کے لیے مسودہ تیار کرنے کیلئے مقرر کیا تھا لیکن قاضی صاحب کی گوناگوں مصروفیات اور بیٹے کی بیماری کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا اب انجمن کے مشیر قانونی جناب چوہدری فتح محمد عزیز صاحب نے متبادل انتظام کیا ہے اور دعوی دائر کر دیا ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہے۔

۱۱ اپریل ۱۹۹۲ء کو ادارہ تعلیم القرآن کی عمارت پر بھی اہل محلہ نے زبردستی قبضہ کر لیا اور وہاں پر مقیم انجمن کے تین کارکنان کو ساری رات ایک کوٹھڑی میں محبوس رکھا اور صبح ڈرا دھمکا کر چھوڑ دیا۔ اور ساتھ ہی بعض اراکین و کارکنان انجمن پر مقدمہ بھی بنا دیا گیا کہ جماعت کے کارکنان نے قبضہ حاصل کرنے کے لیے فائرنگ کی ہے۔ کوشش بسیار کے بعد پولیس افسران نے ہمارے خلاف مقدمہ کو بے بنیاد پاکر خارج کر دیا ہے اور ہماری طرف سے دائر کردہ مقدمہ کو عدالت میں پیش کر دیں گے احباب سے گزارش ہے کہ جامع اور جائیداد کی بازیابی کے لیے درد دل سے دعائیں کریں کیونکہ خدا تعالیٰ کو تمام قدرت حاصل ہے۔

ـــ ٭٭٭ ـــ

جماعتی خبریں

* حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (اللہ تعالیٰ کی تائید آپ کو حاصل رہے) بخیریت و بصحت ہیں۔ کاردینیہ کی زیادتی کی وجہ سے آپ گرمیاں گزارنے ایبٹ آباد بھی نہیں جا سکتے۔ اس پیرانہ سالی میں آپ کو ملاقاتوں اور میٹنگوں کے علاوہ مسلسل چار گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے ۵ جون کو آپ نے مجلس معتمدین کی صدارت فرمائی احباب سے گزارش ہے کہ اس نادر وجود کی صحت و سلامتی کے لیے درد دل سے دعائیں کریں۔

* ۲۲ مئی بروز جمعہ جماعت راولپنڈی نے جامع مبارک میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یوم وصال منایا۔ منظوم کلام چوہدری محمد حیات صاحب نے بڑے پرسوز طرز پر سنایا۔ ازاں بعد مندرجہ ذیل احباب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حیات طیبہ اور خدمات پر تقاریر کیں۔

جناب ٹیپو صاحب فیصل آباد۔ جناب شیخ حفیظ الرحمان صاحب لاہور
جناب شیخ شریف احمد صاحب جناب کیپٹن عبدالواجد صاحب پشاور
جناب محمود احمد صاحب بریگیڈیئر محمد سعید صاحب
جناب میاں فاروق احمد شیخ صاحب راولپنڈی

جناب مولانا عبدالحمید صاحب کے خطبہ جمعہ کے بعد حاضرین کو پر تکلف ظہرانہ پیش کیا گیا۔

* ۲۶ مئی ۱۹۹۲ء کو مقامی جماعت [illegible] لاہور نے [illegible] بانی سلسلہ احمدیہ کا یوم وصال منایا دو بچیوں نفیسہ جمیل اور وجیہہ جمیل نے منظوم کلام ترنم سے سنایا۔ ملفوظات جناب چوہدری غفور احمد صاحب نے پڑھ کر سنائے۔ اور مندرجہ ذیل احباب نے تقاریر کیں۔

جناب ڈاکٹر اصغر حمید صاحب، جناب راجہ محمد بیدار صاحب اور جناب کرنل حنیف اختر صاحب ملمی۔

صدارتی تقریر جناب میاں ظہور احمد صاحب نے فرمائی اور حضرت امیر کی اختتامی دعا کے ساتھ یہ دفاعی مجلس اختتام پذیر ہوئی اور ازاں بعد حاضرین کی خدمت میں پرتکلف عشائیہ پیش کیا گیا۔

* ۲۹ مئی بروز جمعہ جامع احمدیہ فیکٹری ایریا فیصل آباد میں حسب روایت یوم وصال منایا گیا۔ جناب میاں مسعود احمد صاحب کی صدارت میں اجلاس کا آغاز ہوا چوہدری حیات صاحب نے ترنم سے منظوم کلام سنایا اور اطہر رسول صاحب نے ملفوظات پڑھ کر سنائے جناب مرزا محمود سلطان بیگ کی افتتاحی تقریر کے بعد جناب بشارت احمد لقا صاحب حفیظ الرحمان صاحب جناب کرنل حنیف اختر صاحب اور جناب راجہ محمد بیدار صاحب لاہور سے جناب قاضی طارق محمود صاحب اوکاڑہ سے اور جناب مولانا عبدالمجید صاحب راولپنڈی نے حضرت صاحب کی زندگی ان کے مشن اور جماعت کی سرگرمیوں میں مدلل اور مؤثر انداز میں روشنی ڈالی آخر میں جناب صدر میاں مسعود احمد صاحب نے اختتامی تقریر فرمائی اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اس گرم موسم میں دور دراز سے تشریف لائے جلسہ کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں مشروبات اور ظہرانہ پیش کیا گیا۔

ـــ ٭٭٭ ـــ

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
(اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن پر ہو۔)

قربانی کا فلسفہ

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شجاعت اور بہادری غیروں کے سامنے دکھانا آسان ہے مگر اپنے نفس کے مقابلہ میں دکھانی بڑی مشکل ہے بڑے بڑے بہادر اور شجاع پہلوان اور بادشاہ نفس کے غلام ہوتے ہیں۔ خواہشات نفسانی انہیں جس راہ چاہتی ہیں چلاتی ہیں اس لیے نفس کے مقابلہ میں جب انسان بہادری اور شجاعت دکھاتا ہے تو اس کا نام ایثار و قربانی ہوتا ہے۔ یہ بہادری معراج ہے خواہشات نفسانی ایک طرف اسے کھینچتی ہیں اور خدا کا حکم اسے دوسری راہ چلاتا ہے سب سے بڑی بہادری یہ ہوتی ہے کہ نفس کا مقابلہ کر کے خدا کے حکم کے آگے گردن رکھ دے اور خواہشات نفسانی کی حیوانیت کو ذبح کر دے یہ اصل بہادری اور سچی قربانی ہے۔

واضح ہو کہ انسانیت دو حصوں پر منقسم ہے ایک تو اس میں بہیمیت ہے اور دوسری ملکوتیت۔ بہیمیت تو وہ حصہ ہے جو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں مشترک ہے یعنی اپنی خواہشوں کی پیروی۔ حیوان نادانستہ تقاضائے فطرت سے پیروی کرتے ہیں۔ انسان دانستہ اپنے فہم و ادراک کے تحت خواہشات کی پیروی کرتا ہے ملکوتیت وہ حصہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے جذبات اور خواہشات کو صحیح راستہ پر چلانے کی قابلیت رکھتا ہے اس کی مدد وحی الٰہی سے [illegible] کی راہ پر چلاتی ہے۔ مگر بہیمیت یعنی حصہ حیوانیت اسے سفلی خواہشات کی طرف لے جاتی ہے جب تک یہ بہیمیت یا حیوانیت ذبح نہ ہو ملکوتیت ترقی نہیں کر سکتی ضرور تھا کہ انسان خدا کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو قربان کر دے تا وہ ترقیات کا وارث ہو پس حکمت الٰہی نے چاہا کہ انسان اپنی حیوانیت اور بہیمیت پر چھری پھیرنے کی نشانی یہ قائم کرے کہ ظاہر میں ایک حیوان کو خدا کے نام سے ذبح کیا جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس معاہدہ کو کسی ظاہری نشان کے ساتھ پورا کیا جائے وہ دل پر بہت اثر کرتا ہے اس لیے اپنی حیوانیت کے قائم مقام سمجھ کر ایک حیوان کو لے کر ذبح کرنے میں جو اثر ہے وہ صرف زبانی اقرار میں نہیں ہو سکتا۔ جب تک دل ساتھ نہ ہو زبانی اقرار کوئی چیز نہیں۔ اس لیے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ دل پر اثر پڑے اس کے لیے یہ التزام کرنا پڑا کہ ایک جانور کو ذبح کر ڈالو گویا خون کے حرفوں سے قربانی کرنے والے کے دل پر لکھ دیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی ساری بہیمیت اور حیوانیت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ذبح کرنا ہے اسی واسطے کلام پاک نے صاف فرمایا کہ ان کے گوشت اور ان کے خون اللہ کو نہیں پہنچتے۔ لیکن تمہاری طرف سے جو اس کو تم پر تقویٰ ہے وہ اس تک پہنچتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قربانی میں تقویٰ اللہ تو یہی ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو ذبح کرنے کے لیے انسان ہر وقت تیار رہے پس اگر یہ معاہدہ قربانی کرنے میں ملحوظ خاطر نہیں تو پھر گوشت اور خون تو اللہ کو نہیں پہنچتا۔ وہ قربانی بے فائدہ اور بے معنی ہے۔ اصل تو وہ معاہدہ اور تقویٰ ہے جو قربانی میں مدنظر ہے۔ قربانی کے ذریعہ ہر سال اس معاہدہ کی تجدید ہوتی رہتی ہے جو انسان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر رکھا ہے۔ کہ وہ اپنی حیوانیت کو اس کے حکم کے سامنے ہر وقت قربان کرنے کو تیار رہے جہاں نفس اور حکم الٰہی بالمقابل آ جائیں گے وہ نفس ذبح کر دے گا۔

ایک درخت کی دو شاخیں ہوں۔ ایک کاٹ دو تو دوسری بڑھتی ہے انسان میں سے حیوانیت کٹ جائے تو ملکوتیت بڑھے گی اور ترقی کرے گی۔ حیوانیت ہر وقت اپنا آرام چاہتی ہے۔

ملکوتیت دوسروں کے آرام کے لیے اپنے آرام کو قربان کر دینے میں دریغ نہیں کرتی۔ حیوانیت ہر ایک چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتی ہے۔ ملکوتیت دوسروں کے حقوق کی عزت کرتی ہے علیٰ ہذالقیاس قربانی کیا ہے حیوانیت کے جذبات کو کاٹنا ہے اور ملکوتیت کے جذبات کو ترقی دینا ہے۔ قربانی سے نفس پرستی ختم ہوتی ہے اور ایثار اور خدا پرستی شروع ہوتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اس قربانی کے بعد ایک نئی زندگی پاتا ہے جو دائمی اور حقیقی ہوتی ہے جو نفس کے لیے نہیں ہوتی بلکہ خدا کے لیے ہوتی ہے۔ اسی لیے ہمارے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے قربانی کی کامل اور صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے:

"کہہ دے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

گویا نماز اور قربانی وہ ذرائع ہیں جن سے انسان کی زندگی نفس کے لیے نہیں بلکہ محض اللہ کے لیے ہو جاتی ہے۔

توحید اور قربانی:

محبت کے لیے دو چیزیں بطور لازم و ملزوم کے ہیں ایک توحید دوسری قربانی ہوا کرتی ہے اور جو چیز جتنی زیادہ محبوب ہوتی ہے اسی نسبت سے اس پر وہ چیزیں جو محبوب ہونے میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہیں قربان کی جاتی رہتی ہیں۔ مثلاً مال جو ایک محبوب چیز ہے جان پر سے جو محبوب ترین ہے قربان کر دیا جاتا ہے اور جنہیں عزت زیادہ محبوب ہے وہ جان کو عزت پر قربان کر دیتے ہیں۔ پس اسی نسبت سے محبت کا کمال اس امر کا متقاضی ہے کہ انسان کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے اس کی خاطر کل چیزیں قربان کر دی جائیں اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ محبت کاملہ کا حقیقی مصداق یعنی محبوب کامل ایک ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محبت کاملہ کا تقاضا ہی یہی ہے کہ صرف ایک ہی محبوب ہو۔ اور اس کی محبت میں اسقدر وارفتگی اور محویت ہو کہ اس کے سوا تمام چیزیں نظر میں ہیچ ہوں اور اس کی خاطر ہر ایک چیز کو قربان کرنے کے لیے انسان تیار رہے ورنہ وہ محبت کامل نہیں کہلا سکتی۔ جو چیز بھی اپنے محبوب کے لیے انسان قربان کرنے کو تیار نہیں وہ چیز ظاہر ہے کہ اسے محبوب تر ہے اور محب کا دعویٰ اپنے محبوب سے محبت کاملہ کا غلط ہے کیونکہ محبت کا کمال تو یہی چاہتا ہے کہ محبوب کامل و حقیقی کی خاطر محب ہر ایک چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہے پس محبت کاملہ جہاں یہ چاہتی ہے کہ محبوب صرف ایک ہو وہاں یہ بھی چاہتی ہے کہ اپنے محبوب حقیقی کی خاطر محب ہر ایک چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہو۔ اسی لیے دین حقہ نے محبت اور توحید اور قربانی کو ایک کلمہ ۔ ۔ ۔ میں بیان کر دیا یعنی کوئی محبوب و مطلوب و معبود نہیں سوائے اس کے یہ مطلب یہ کہ اللہ کو محبوب کامل قرار دے کر اس کے سوا ہر ایک محبوب چیز کو اس پر سے قربان کر دیا اور ۔۔۔ میں اس قربانی کو ایسے کامل طور پر ادا کیا کہ تمام محبوب چیزوں کو مطلق نفی کے مقام میں رکھ دیا۔ کیونکہ قربانی کا کمال یہی چاہتا تھا کہ قربان کردہ

چیز کی ہستی کو ایسا بنا دیا جاوے کہ نفی کے مقام پر رکھدیا جائے اس طرح ـ ـ ـ ـ کہہ کر ہر ایک چیز کو جو محبوب و مطلوب ہو معبود بن سکتی تھی قربان کر کے بعد از اں ـ ـ ـ ـ فرمایا اور تبلایا کہ یہ قربانی جس محبوب حقیقی کی خاطر ہوتی ہے وہ اللہ ہے جو حسن اور احسان میں کامل ہے اور اس لیے اس قابل ہے کہ اسے محبوب حقیقی اور محبوب کامل بنایا جائے کیونکہ محبوب کامل بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیزیں جو محبت کو پیدا کرتی ہیں یعنی حسن اور احسان وہ اپنے پورے کمال کے ساتھ ایسے محبوب میں موجود ہوں۔

الغرض ـ ـ ـ میں ان تمام چیزوں کی قربانی مقصود ہے جو ماسوی اللہ ہیں اور جن کو انسان اپنا محبوب بنا سکتا ہے خواہ انسان کا اپنا نفس ہو یا مخلوق ـ کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی محبت انسان کے دل میں جگہ پکڑتی ہے اس لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا ـ ـ ـ ـ یعنی ایمان والے تو وہ ہیں جن کی سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہو ـ محبت تو فطری طور پر انسان کو ہر ایک چیز سے حسب مراتب ہوا کرتی ہے ـ مخلوق سے بھی ہوتی ہے اور نفس سے بھی مگر قرآن نے یہ اصلاح کی کہ محبت کے ان تمام مراتب میں سب سے اعلیٰ درجہ خدا کے لیے رکھا یعنی مسلمان کا محبوب کامل خدا ہوا کرتا ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں ـ کہ اعلےٰ محبوب کی خاطر ادنیٰ محبوب قربان کر دیے جاتے ہیں ـ اسی طرح ـ ـ ـ ـ خدا کی خاطر جو اس کا محبوب کامل ہے ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے خواہ وہ اس کا نفس ہو یا مخلوق یعنی خدا کی مرضی اور خوشنودی کی خاطر وہ مخلوق یا اپنے نفس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا اور تمام خواہشات نفسانی اور تعلقات دنیوی کو اس کی رضا کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔

پس یہ وہ قربانی ہے جو ـ ـ ـ ـ کے اندر مضمر ہے اور ـ ـ ـ ـ کی چھری سے جب وہ تمام ماسوی اللہ کو ذبح کر چکتا ہے تو پھر ـ ـ ـ ـ میں صرف ایک محبوب حقیقی باقی رہ جاتا ہے ـ جو اصل توحید ہے گویا کامل قربانی سے کامل توحید پیدا ہوتی ہے جب ـ ـ ـ ـ ـ ـ اب نہ بقر عید کے موقع پر ایک جانور ذبح ہو جاتا ہے مگر حقیقت آشنا جانتے ہیں کہ اس کے اندر توحید کا راز مضمر ہے چنانچہ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے :

ـ ـ ـ ـ اللہ کو ان کے گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اس طرح اللہ نے ان کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم اس بات پر جس پر خدا نے تمہیں ہدایت کی ہے خدا کی بڑائی کرتے رہو اور محسن لوگوں کو خوشخبری سنا دو۔

مطلب یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچا کرتے ـ یہ ایک جاہلیت کا خیال ہے بلکہ اس کے اندر وہ تقویٰ مدنظر ہے جو قربانی کے ذریعہ خدا تم میں پیدا کرنا چاہتا ہے ـ جانور کو انسان کے بس میں کر کے اور ان کو قربان کر کے خدا تعالےٰ جو تقویٰ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ ـ ـ ـ ـ یعنی خدا کی اس ہدایت کو یاد کر کے انسان اس سے یہ نفع اٹھائے کہ ہر آن خدا کی تکبیر کرتا رہے یعنی اس کی بڑائی اور عظمت کو ہر وقت مدنظر رکھ کر اپنے نفس کو جانور کی طرح اپنے بس میں کر کے اس کی ہستی پر چھری چلاتا رہے جس طرح وہ جانور کو ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھتا اور خدا کی عظمت کو یاد کرتا ہے اسی طرح خدا کے احکام کی عظمت کے آگے اپنے نفس کو جانور کی طرح تابع فرمان بنا کر اس کی خواہشات پر چھری پھیرتا رہے کیونکہ خدا کی تکبیر تب ہی قائم رہتی ہے جب نفس کی ہر خواہش پر جو خدا کے حکم کے خلاف ہو چھری پھیر دی جائے جو شخص نفس کی پیروی کرتا ہے وہ خدا کی عظمت اور بڑائی کو اس وقت بھلا دیتا ہے اور نفس کا خود محکوم ہو جاتا ہے جس سے خدا کی تکبیر کو ہاتھ سے کھو بیٹھتا ہے

پس ایک متقی خدا کی تکبیر پر مداومت کرنے والا ہی انسان ہو سکتا ہے جو خدا کی بڑائی اور اس کے احکام کی عظمت اور کبریائی کے آگے مخلوق اور نفس کی کوئی حقیقت نہ سمجھے بلکہ نفس کو اپنا تابع بنا کر اپنی تمام خواہشات پر خدا کی تکبیر پڑھتا ہوا یعنی اس کے احکام کی عظمت کو مدنظر رکھتا ہوا چھری پھیرتا رہے ـ یہ ہے راز قربانی کا اور اس پر تکبیر پڑھنے کا اور یہ ہے وہ تقویٰ جو خدا تک پہنچتا ہے یعنی انسان ہر وقت خدا کی تکبیر کو مقصود خاطر رکھتے ہوئے ماسوی اللہ پر چھری پھیرتا رہے ـ اور خدا کی عظمت و کبریائی کے آگے نفس و مخلوق کو ہیچ سمجھے اور ہر ایک بڑی سے بڑی ـ اعلےٰ سے اعلےٰ محبوب سے محبوب چیز کو خدا کی بڑائی اور عظمت اور محبت پر قربان کر دے تکبیر اور قربانی کی اصل حقیقت یہی ہے اور اس مقام پر وہی پہنچتا ہے جو محسن ہو ـ یعنی خدا کو ایسا سمجھے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے ـ کیونکہ جس شخص کی نظر ہر وقت خدا کی کبریائی پر ہوتی ہے وہ ہر چیز کو جو اس کے رستے میں حائل ہو قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے اور اس کی محبت کاملہ کے آگے ہر ایک قسم کی محبت کو ذبح کر دیتا ہے اور یہی اصل اور کامل توحید ہے جو کامل قربانی سے حاصل ہوتی ہے پس جب تک قربانی کامل نہ ہو توحید کامل نہیں ہوتی ـ مبارک ہے وہ جو قربانی کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ ایسوں کے لیے خدا بشارت دیتا ہے ـ ـ ـ ـ اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔

، ، ،

جزائر فیجی کی خبریں

- جامع نور "سوا" میں زائرین کے لیے مرکز نگاہ ہے باہر سے آنے والے حاجی، فی ای دیگر مقامات کے ساتھ ساتھ جامع نور کو دیکھنے کے لیے ضرور آتے ہیں اور یہ ایک قومی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے ـ ہر دوسرے جمعہ کو کوئی نہ کوئی باہر کا وفد یہاں آتا ہے حال ہی میں امریکہ کے ایلڈر ہوسٹل کے ایک وفد نے جس میں ۲۰ - ۲۵ مرد و خواتین شامل تھیں جامع نور کا دورہ کیا ـ ہماری جمعہ کی عبادت کو بڑی دلچسپی سے دیکھا اور بڑی خوشی کا اظہار کیا ایسے ہر موقع پر انجمن کے چیف جناب نظام الدین صاحب اور جناب شفیع الدین صاحب ہوتے ہیں ـ زائر جاتے وقت جامع کے لیے عطیہ بھی دے جاتے ہیں
- جو ۵۰ ڈالر سے کم نہیں ہوتا ـ
- **سانحہ ارتحال :**

لٹوکا سے جناب جامیر خان صاحب کی والدہ محترمہ مسز جیجفو ن صاحبہ وفات پا گئی ہیں احباب سے غائبانہ نماز جنازہ کی استدعا ہے۔

، ، ،

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ ـ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا ـ

صرف احباب جماعت کے لئے

جلد: ۷۵ ،، بتاریخ یکم جولائی ۱۹۹۲ء ،، شمارہ (۱۳)

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اس سے میں ایمان کو اعمالِ صالحہ کے مقابل پر رکھا ہے جنات اور انہار یعنی ایمان کا نتیجہ تو جنت ہے اور اعمال صالحہ کا نتیجہ انہار ہیں پس جس طرح باغ بغیر نہر اور پانی کے جلدی برباد ہو جانے والی چیز ہے اور دیرپا نہیں اسی طرح ایمان بے عمل صالح بھی کسی کام کا نہیں۔ پھر ایک دوسری جگہ پر ایمان کو اشجار (درختوں) سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ایمان جس کی طرف متقیوں کو بلایا جاتا ہے وہ اشجار ہیں اور اعمال صالحہ ان اشجار کی آبپاشی کرتے ہیں۔

غرض اس معاملہ میں جتنا جتنا تدبر کیا جاوے اسی قدر معارف سمجھ میں آویں گے جس طرح سے ایک کسان کاشتکار کے واسطے ایمان جو کہ روحانیات کی تخم ریزی کرنے اسی طرح روحانی منازل کے کاشت کار کے واسطے ایمان جو کہ روحانیات کی تخم ریزی ہے ضروری اور لازمی ہے اور پھر جس طرح کاشت کار کھیت یا باغ وغیرہ کی آبپاشی کرتا ہے اسی طرح سے روحانی باغِ ایمان کی آبپاشی کے واسطے اعمال صالحہ کی ضرورت ہے۔

یاد رکھو کہ ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ایسا ہی بے کار ہے جیسا کہ ایک عمدہ باغ بغیر نہر یا دوسرے ذریعہ آبپاشی کے نکما ہے درخت خواہ کیسے ہی عمدہ قسم کے ہوں اور اعلیٰ قسم کے پھل لانے والے ہوں مگر جب مالک آبپاشی کی طرف سے لاپرواہی کرے گا تو اس کا جو نتیجہ ہوگا وہ سب جانتے ہیں۔ یہی حال روحانی زندگی میں شجر ایمان کا ہے ایمان ایک درخت ہے جس کے واسطے انسان کے اعمالِ صالحہ روحانی رنگ میں اس کی آبپاشی کیواسطے نہریں بن کر آبپاشی کا کام کرتے ہیں پھر جس طرح ہر ایک کاشتکار کو تخم ریزی اور آبپاشی کے علاوہ بھی محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ نے روحانی فیوض و برکات کے ثمرات حسنہ کے حصول کے واسطے بھی مجاہدات لازمی اور ضروری رکھے ہیں چنانچہ فرماتا ہے یعنی تم ہلکے ہلکے کام نہ کرو بلکہ اس راہ میں بڑے بڑے مجاہدات کی ضرورت ہے۔

نفس انسانی ایک بیل کے مشابہ ہے اور اس کے تین درجے ہوتے ہیں۔

نفسِ امّارہ: امارہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ امارہ کہتے ہیں بدی کی طرف لے جانے والا۔ بہت بدی کا حکم کرنے والا۔ بدی کی طرف بار بار جانے والا۔

دوسری قسم نفس کی نفسِ لوامہ ہے۔ لوامہ کہتے ہیں ملامت کرنے والے کو۔ انسان سے ایک وقت بدی ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی اس کا نفس اسکو بدی کی وجہ سے ملامت بھی کرتا اور نادم ہوتا ہے یہ انسانی فطرت میں رکھا گیا ہے مگر بعض طبائع ایسے بھی ہیں کہ اپنی گندہ حالت اور سیاہ کاریوں کیوجہ سے وہ ایسے محجوب ہو جاتے ہیں کہ ان کی فطرت فطرت سلیم کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی۔ ان کو اس ملامت کا احساس ہی نہیں ہوتا مگر شریف طبع انسان ضرور اس حالت کا احساس کرتا اور بعض اوقات وہی نفس ملامت اس کے واسطے باعث ہدایت ہو کر موجب نجات ہو جاتی ہے مگر یہ حالت ایسی نہیں کہ اس پر اعتبار کیا جاوے۔

نفس کی ایک تیسری حالت ہے جسے مطمئنہ کے نام سے پکارا گیا ہے اور وہ انسان کو جب حاصل ہوتی ہے کہ انسان نفس امّارہ اور پھر نفس لوامہ کی مشکلات کو حل کر جائے اور اس جنگ میں اس کو فتح نصیب ہو نفس امارہ انسان کا دشمن ہے اور وہ گھر کا پوشیدہ دشمن ہے۔ لوامہ بھی کبھی کبھی دشمنی کا ارادہ کرتا ہے مگر باز آجاتا ہے مگر برخلاف ان دونوں حالتوں کے جب انسان ترقی کر کے نفسِ مطمئنہ کے درجہ تک ترقی کر جاتا ہے تو اس کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ گویا اس کا دشمن اس کے زیر ہو گیا ہے اور اس نے دشمن پر نمایاں فتح حاصل کر لی اور صلح ہو گئی۔ انسانی ترقیات کی آخری حد اور اسکی زندگی کا انتہائی نقطہ اسی بات پر ختم ہوتا ہے کہ انسان حالتِ مطمئنہ حاصل کر لے اور وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ انسان کی رضا خدا کی رضا اور اس کی ناراضگی خدا تعالیٰ کی ناراضگی ہو جاتی ہے اس کا ارادہ خدا تعالےٰ کا ارادہ ہوتا ہے اور وہ خدا کے بلائے بولتا اور خدا کے چلائے چلتا ہے تمام افعال و حرکات و سکنات اس سے نہیں بلکہ خدا سے سرزد ہوتے ہیں اور انسان کی پہلی حالت پر ایک قسم کی موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی کا جامہ اسے از سر نو عطا کیا جاتا ہے۔

غرض قانون قدرت میں ایسا پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو سلسلے پہلو بہ پہلو بنائے ہیں ایک جسمانی اور دوسرا روحانی۔ جو کچھ جسمانی طور سے مہیا ہے وہی روحانی طور سے بھی ہوتا ہے پس جو شخص ان دونوں سلسلوں کو نصب العین رکھ کر کاروبار میں کوشش اور محنت کریگا وہ جلدی ترقی کرے گا۔ اس کی معلومات وسیع ہوں گی۔ ہر صورت میں ہر جسمانی کام ان کے روحانی امور کے مشابہ ہوگا۔"

،،،

حضرت امیر مولینا محمد علی (خدا کی رحمتیں ان پر ہوں۔)

شوہر اور بیوی کی ذمہ داریاں

ترجمہ: "مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس لیے کہ انہوں نے اپنے مالوں سے کچھ خرچ کیا ہے سو نیک عورتیں، فرمانبردار، پیٹھ پیچھے حفاظت کرنے والی، ہوتی ہیں اس کی وجہ سے جو اللہ نے ان کی حفاظت کی ہے اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو تو ان کو وعظ کرو اور خوابگاہوں میں ان کو الگ کر دو اور ان کو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کوئی راہ تلاش نہ کرو اللہ بلند بہت بڑا ہے اور اگر تم کو دونوں میاں بیوی میں باہم دشمنی کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا اس (مرد) کے لوگوں میں سے اور ایک فیصلہ کرنے والا اس (عورت) کے لوگوں میں سے مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے اللہ ان میں موافقت کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور قریبیوں کے ساتھ بھی اور یتیموں مسکینوں اور قریبی پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس والے ساتھی اور مسافر اور ان کے ساتھ بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ اللہ اسے پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنیوالا فخر کرنیوالا ہے۔ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ پیچھے آنے والے دن پر اور جس کا ساتھی شیطان ہو تو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے اور ان پر کیا وبال آ جاتا اگر یہ اللہ اور پیچھے آنیوالے دن پر ایمان لاتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو اللہ نے ان کو دیا تھا اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ اللہ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر وہ نیکی ہو تو وہ اس کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیتا ہے پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امت سے گواہ لائیں گے اور تجھ کو ہم ان پر گواہ لائیں گے۔ اس دن وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسولؐ کی نافرمانی کی آرزو کریں گے کہ کاش زمین ان پر برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔"

مرد کن امور میں عورتوں کے متکفل ہیں۔

مرد قوّام ہیں عورتوں پر، قوام کیا چیز ہے۔ ایک لفظ قائم ہے قوام اسی کا صیغہ مبالغہ کا ہے۔ بہت کھڑا ہونے والا کسی امر کا یا کسی شخص کا متکفل ہونا اسے کہتے ہیں۔ قائم بالامر اور قائم بفلان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے معنے ہیں مرد متکفل ہیں عورتوں کے۔ کن امور میں ان کے متکفل ہیں۔ تمام ان امور میں جن میں عورتوں کو ان کے تکفل کی ضرورت پڑتی ہے۔ پناہ دیتے ہیں۔ مکان دیتے ہیں۔ پہننے کو کپڑا اور دیگر سامان بیت کے مہیا کرتے ہیں۔ دین میں بھی مرد ان کے متکفل ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچانے میں اور ان میں کوئی نقص اگر ہے تو اس کی اصلاح بھی مرد کے ذمہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جہاں دو یا زیادہ آدمیوں کا تعلق پڑے گا وہاں ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی ورنہ انتظام چل نہیں سکتا۔ اس لیے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس تعلق میں جو مرد اور عورت کا پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے متکفل بنایا ہے مرد کو عورت کا۔

عورتوں کی بڑی کمزوری

عورتوں کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کو گھر کے کاروبار کی وجہ سے بچوں کی تربیت کے باعث معاش وغیرہ پیدا کرنے کا نہ تو موقعہ ملتا ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتی ہیں۔ عورتوں کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس قدر محنت نہیں اٹھا سکتیں کہ گھر کا کاروبار بھی کیا کریں اور معاش بھی مہیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے قویٰ مضبوط بنائے ہیں عورتوں سے چونکہ وہ کما کر خود اپنے اور عورتوں کے معاش کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں عورتوں پر قوام بنا دیا۔ اسی کا ذکر فرمایا ہے ان الفاظ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنے مردوں کو اس لیے عورتوں کے اوپر قوام بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ مرد عورتوں پر اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں۔

مردوں کا نامناسب رویّہ

مرد تو عورتوں کے خورد و نوش کے ہی متکفل نہیں بلکہ ان کے اخلاق کی حفاظت اور درستی بھی انہی کے ذمہ ہے لیکن یہ نہیں کہ یہ تربیت سونٹے وغیرہ سے کی جائے مرد اس بات کے لیے تو تیار ہیں کہ عورتوں پر قوام بنیں لیکن اپنے اخلاق سے تربیت نہیں کرنا چاہتے تم کو قوام بننے کے یہ معنے نہیں لینا چاہیئے کہ عورتوں کو دکھ دو۔ ذرا ذرا سی بات پر انہیں سزا دو۔ یا انہیں معلقہ چھوڑ دو۔ قوام کے معنے ان کے تکفل کے ہیں سونٹوں سے ان کا تکفل نہیں ہوتا۔ بلکہ اخلاق اور پند و نصائح سے ان کی تربیت کرنی ہے دین کے معاملہ میں مرد عورتوں کے زیادہ متکفل ہیں۔ اگر گھر کی عورت سے کوئی قصور ہو جائے ذرا سالن میں نمک تھوڑا ہو تو فوراً اسکی اصلاح کے لیے اس قدر حکم جتاتے ہیں کہ سونٹے وغیرہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے لیکن اور کوئی خلاف شریعت باتیں اگر عورتیں کریں تو مرد اس معاملہ میں خاموش رہنا پسند کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عورتوں کی دین سے ناواقفیت اور خلاف دین کاموں کا اثر آگے ان کی اولاد پر پڑتا ہے اور اس طرح یہ سارا ڈھانچہ سوسائٹی کا بگڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ عورتوں کا اپنے دین سے واقفیت پیدا کرنا نہایت ضروری امر ہے۔ عورتیں دین سے جاہل اور لاپرواہ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر زکوٰۃ کے معاملہ میں بہت کچھ کہا جاتا ہے اکثر مردوں کا یہی وطیرہ ہے وہ اس بات کی پرواہ بھی نہیں کرتے کہ عورتوں کو اس کے متعلق کہنا چاہیئے یا نہیں۔ اکثر لوگ اس مال کو اپنا مال نہ سمجھ کر زکوٰۃ لینا بھی مشکلات میں سے سمجھتے ہیں بیشک مشکلات بھی ہوتی ہیں لیکن بعض پر تو تمہاری حکومت ہوتی ہے ان سے تم بہت آسانی کے ساتھ لے سکتے ہو اور کیا ہے مشکلات میں سے ہو کر انسان سب کچھ کر سکتا ہے اصل میں ہماری عورتوں کو علم نہیں ہوتا ورنہ زکوٰۃ دینے سے انہیں تامل نہیں۔

ایک مرد کا اعلیٰ نمونہ

ہمارے ایک بڑے مکرم معظم دوست نے اسی زکوٰۃ ہی کے لیے کوشش کی ہے تو اپنے گھر کی تمام عورتوں حتیٰ کہ صرف ایک دن پہلے کی بیاہی ہوئی بہو سے بھی لے کر ان سب

کی زکوٰۃ ادا کی ہے۔ وہ ہمارے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب ہیں۔ آخران کے کہنے سے ہی یہ بات ہوئی ہے پھر کیوں دوسرے بھی اگر کوشش کریں تو زکوٰۃ لے نہیں سکتے۔ میں نے صرف ایک نیک نمونہ کے طور پر یہ بات کہی ہے۔ وہ لوگ ایک گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں جو اپنی عورتوں کو سکھاتے نہیں۔ جو عورتیں ناواقفیت کی حالت میں ادا نہیں کرتیں انہیں ایک حد تک سمجھانا چاہیئے۔ ورنہ اس کے اصل ذمہ دار اور قصور وار تم ٹھہرو گے وہ بیچاری تو ناواقفیت کے سبب ایک حد تک معذور بھی سمجھی جا سکتی ہیں مگر تم جو سنتے ہو تم واقف ہو کر نہیں سمجھاتے تو اصل قصور وار تم ہو۔ کیوں مردوں کو عورتوں کا متکفل بنایا۔۔۔۔ مرد عورتوں کے اوپر قوام بنائے گئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور نیز مرد اپنے اموال کو عورتوں پر خرچ کرتے اور ان کے لیے معاش کا بندوبست کرتے ہیں اسوجہ سے اللہ نے ایک گونہ اختیار مرد کو عورت کے اوپر دیا ہے۔

مثالی بیوی

۔۔۔۔ نیک عورتیں ۔۔۔۔ فرمانبردار ۔۔۔ غیب میں حفاظت کرنے والیں۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ خاوند کے حقوق کی نگہداشت کرتی ہیں۔ صالحات ایک صفت ہے اور قانتات خدا کی فرمانبرداری۔ دوسری صفت حافظات للغیب تیسری صفت۔ اس سے آگے فرمایا کہ خاوند کے حقوق کی حفاظت اس لیے کریں کہ ۔۔۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ دین حقہ میں عورتوں نے کوئی حقوق طلب نہیں کیے تھے حقوق کیا طلب کرتے تھے انہیں تو اس بات کا وہم بھی نہیں تھا کہ ان کے بھی کوئی حقوق ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے خود ہی عورتوں کے حقوق کو بیان فرمایا۔ تو فرمایا کہ چونکہ اللہ نے تمہارے حقوق کی جو تمہارے خاوندوں کے اوپر ہیں حفاظت کی ہے اور انہیں ضائع نہیں کیا۔ اس لیے تم بھی اپنے خاوندوں کے حقوق کی حفاظت کرنیوالی ہو۔

غلط کار بیوی کی اصلاح

آگے فرمایا۔۔۔۔۔ پھر کچھ عورتیں ہیں کہ تم ان کے نشوز سے ڈرتے ہو۔ نشوز کیا ہے عورت کا نشوز یہ ہے کہ خاوند سے بغض رکھے۔ دوسری جگہ مرد کے نشوز کا بھی ذکر فرمایا ہے جہاں کہا۔۔۔۔۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے نشوز سے خائف ہو وہاں نشوز کے معنے مرد کا قصور وار ہونا اور عورت کو مارنا ہے یہاں اس حالت کا ذکر ہے جب قصور عورت کا ہو تو فرمایا ایسی حالت میں ۔۔۔۔۔۔۔ یہ تین سزائیں رکھیں پہلی بات یہ ہے کہ انہیں وعظ و نصیحت کرو۔ دوسری بات یہ بتائی کہ ۔۔۔۔۔ ان سے ہلکا سا قطع تعلق کر لو جو صرف خواب گاہوں تک ہی محدود ہو۔ اگر پھر بھی وہ اپنی بات سے باز نہ آئیں تو ۔۔۔ ان کو مارو۔ لوگ ایسے حکم کو جو ان کی طبائع کے میلان کے مطابق ہو فی الفور اختیار کر لیتے ہیں۔ مارنے کو تو جسے اللہ تعالےٰ نے تیسرے درجہ پر رکھا ہے شاید ہر ایک تیار ہو جائے گا اور جھٹ سوٹا پکڑ کر گرد ہو جائے گا۔ لیکن اتنا نہیں سوچے گا کہ تین مرتبے اللہ تعالےٰ نے قائم کیے ہیں۔ پہلے وعظ، پھر خواب گاہوں سے علیحدگی پھر تیسرے درجہ پر مارنا۔ مارنا کس طرح چاہیئے اور کس چیز سے مارنا چاہیئے اس کے لیے یہ تو فیصلہ شدہ امر ہے کہ ۔۔۔۔۔۔ ہلکی سی سزا کے لیے تجویز کیا ہے۔ یہ نہیں کہ سوٹا پکڑ کر گرد ہو جائے۔

امام شافعی رح نے کہا ہے کہ مارنا مباح تو ضرور ہے لیکن اس کا ترک افضل ہے۔ لیکن یہاں اگر میاں کے خلاف مزاج ذرا بھی کوئی بات ہو تو بس بے چاری عورت کی شامت آجاتی ہے۔

فضیلت کا ناجائز فائدہ

انسان مختلف قسموں کے ہوتے ہیں بعض وقت ایک انسان کے لیے اشارہ بھی کافی ہوتا ہے قرآن نے ایک حکم تو رکھدیا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ جن کو فضیلت دی ہے وہ اب اس سے ناجائز فائدہ اٹھاکر بے چاری عورتوں کو مارتے پھریں ابتداء میں یہ حالت تھی کہ مہاجرین زیادہ سختی کرتے تھے عورتوں کے ساتھ۔ جب عورتوں کے حقوق قرآن نے قائم کیے تو مہاجرین کی عورتیں زیادہ تیز ہوئیں۔ اس پر ایک شخص نے اپنی عورت کے ساتھ بہت کچھ سختی کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اگلے دن نبی کریمؐ کے پاس ستر عورتیں آئیں اور انہوں نے اس بات کی شکایت کی آپ نے اس کے بعد خطبہ میں صاف طور پر ان لوگوں پر جو اپنی عورتوں پر سختی کرتے اور انہیں تکلیف دیتے ہیں بہت کچھ اظہار ناراضگی کیا۔ دوسری جگہ ہے ۔۔۔۔۔۔ ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آؤ سختی کے ساتھ برتاؤ نہ کرو۔

اصلاح ہی مقصود ہونی چاہیئے۔

تو ان تین سزاؤں کے بعد فرمایا۔۔۔۔۔ اگر وہ تمہاری اطاعت اختیار کرلیں تو پھر انہیں اور کوئی دکھ دینے کی راہ نہ ڈھونڈو یعنی انہیں کوئی سزا نہ دو ۔۔۔۔۔ تحقیق اللہ تعالےٰ بزرگ اور بڑا ہے پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ ۔۔۔۔۔۔ اگر تم ان دونوں میں ایسی بات دیکھتے ہو کہ جس سے ان میں تفرقہ پڑتا ہے تو ایک شخص کو جو مرد کے اہل میں سے ہو اور ایک جو عورت کے لوگوں میں سے ہو حکم مقرر کر لو ۔۔۔۔۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کے درمیان اصلاح ہو جانے کی توفیق ڈال دے گا۔ دوسری جگہ ہے کہ اگر وہ اصلاح نہ چاہیں تو طلاق دے دیں۔ حضرت علی رضہ کے وقت میں ایک مقدمہ آیا تھا یہی عورت و مرد کے باہمی تنازعہ کا۔ حضرت علی رضہ نے ان دونوں کے اہل میں سے ایک ایک شخص کو حکم مقرر کر دیا اور انہیں کہا کہ جو کچھ یہ فیصلہ کریں اسے تم نے تسلیم کرنا ہوگا۔ جس مرد کا اپنی بیوی سے تنازعہ تھا اس نے کہا کہ میں حکم کا فیصلہ نہیں مان سکتا۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا: تو کون ہوتا ہے فیصلہ نہ ماننے والا تمہیں وہی تسلیم کرنا پڑے گا جو یہ لوگ فیصلہ کریں۔

تو یہ اللہ تعالیٰ نے ایک تجویز اصلاح کی رکھی تھی جو بہت کچھ فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ اور آپس کے بہت کچھ تنازعات کو مٹا سکتی ہے۔

مومن اور مومنہ کے اصول حیات

اب یہ سب باتیں بتا کر جن میں مرد کو بہت سی تعلیم اس کے خانگی معاملات کے متعلق دی ہے اسے عام کرتا ہے فرمایا۔۔۔۔ اللہ کی عبادت کرو۔ لیکن صرف اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہیئے۔۔۔۔ اسکے ساتھ کسی چیز کو اس کا کوئی شریک نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا یہ انسان کی بڑائی کا معیار نہیں۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے تمام دوسری مخلوقات سے اشرف بنایا ہے اس کے لیے یہ واجب نہیں کہ خدا کے سوائے کسی اور چیز کو بھی اس کی عبادت میں شریک کرکے اپنے آپ کو گرا لے۔ آگے فرمایا۔۔۔۔۔۔ والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اللہ تعالےٰ کے بعد سب سے پہلے والدین کو رکھا۔ اس سے اتر کر ۔۔۔۔ قریبیوں کے ساتھ۔ اس سے اتر کر ۔۔۔۔ یتیموں سے نیک برتاؤ کرو۔ آگے فرمایا۔۔۔ مسکینوں کے ساتھ ۔۔۔۔۔ پڑوسی جو پاس رہنے والا ہو۔ اس سے اتر کر ۔۔۔۔۔ ایک تو اپنی قوم کا آدمی ہوتا ہے جو ہمسائے میں رہتا ہے اور ایک اجنبی ہمسائے

ہوتے ہیں تو اجنبی پڑوسیوں سے بھی نیکی کرنے کی تعلیم دی ہے اس پر عمل تو بالکل ہی متروک ہو رہا ہے اور کسی کو خیال بھی نہیں کہ ہمسایوں کا کس قدر حق ہوتا ہے آگے فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب بالجنب کہتے ہیں جو پاس بیٹھنے والا ہو۔ مثلاً جب انسان ریل میں بیٹھا ہو تو اسوقت جو اس کے پاس بیٹھا ہو وہ صاحب بالجنب ہے جامع میں جو اس کے ساتھ آ کر اس کے پاس بیٹھا ہو دفتر میں جو ساتھ بیٹھ کر کام کرتا ہے۔ سکول میں جو طالب علم ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں وہ سب صاحب بالجنب ہیں تو فرمایا جو صاحب بالجنب ہیں ان کے ساتھ بھی نیکی کرو۔ گویا اب پڑوسیوں سے اتر کر ان کو لے آیا جو کبھی کسی انسان کے پاس بیٹھ گئے ہوں۔ پھر فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ مسافروں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کرو پھر اس سے اتر کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بہت کچھ شامل ہے خواہ وہ ملازم ہوں یا غلام اور خادم ہوں یا میں کہتا ہوں اس سے بھی اتر کر حیوان ہوں تمام ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں داخل ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تحقیق اللہ نہیں پسند کرتا اس کو جو مختال ہو اور فخر کرنے والا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں دیا اپنے فضل سے اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت دینے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

مختال وہ لوگ ہیں جو اپنے کبر کی وجہ سے دوسروں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے۔ فخور جو اپنی بڑائی بیان کرتا ہے اس کے آگے تفسیر کی کہ خود بخل کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ جو شخص خود بخل کرتا ہے وہ لازمی بات ہے کہ دوسروں کو بخل کا حکم دے جب وہ خود کوئی چیز خرچ کرنا نہیں چاہتا تو وہ دوسروں کو کب بخل کا حکم نہ دے گا ۔ ۔ ۔ مال ہو۔ طاقت ہو اس کا چھپانا یہی ہے کہ اس کو خرچ نہ کیا جائے۔

محض رضائے الٰہی مطلوب ہو۔

آگے فرمایا: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اپنے اموال کو لوگوں کے دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں لاتے۔ یعنے دین کے لیے خرچ کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہاں کوئی دعوت کرنی ہو کسی کا ختنہ کرنا ہو یا اور کوئی بیاہ یا موت کی رسم پوری کرنی ہو تو اس کے لیے مکان بھی بیچ دیتے ہیں لیکن جب دین کے لیے خرچ کرنے کا سوال ہو تو وہاں تنگ دلی کا عذر پیش کر دیتے ہیں۔ فرمایا ان کا ایمان خدا اور جزا سزا پر کوئی نہیں کیونکہ اگر ایمان ہو تو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضروری قرار دیں۔ بخل سے مراد ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تنگ دلی ہے۔ ان کے متعلق فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس کا شیطان ساتھی ہو جائے پس وہ بہت برا ساتھی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا اور بخل کا حکم کرتا ہے تو پس چونکہ وہ شیطان کے ڈراوے میں آجاتا ہے اس لیے وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کیا بگڑتا ان کا اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور یوم آخر پر اور خرچ کرتے اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو اور اللہ انہیں جانتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ کوئی ان پر ظلم تو نہیں کرتا۔ وہ تو اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اسے بڑھاتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور اپنے پاس سے اُسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس کیا حالت ہو گی اسوقت جب ہم ہر ایک قوم میں سے ایک گواہ لے آئیں گے اور تجھ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔ کبھی غور کرو اور اسوقت کی حالت کو قیاس کرو جب قیامت کے دن جوابدہی کرنی ہو گی رسول تو نہ راہ ہو جو تمہارے لیے سب سے بڑا مزکی ہے لیکن تم دوسری قوموں سے بھی در حقیقت پیچھے ہو اس بات کا کوئی فکر نہیں کہ دین کا کچھ بن جائے بس صرف دکھاوا اور بڑا بننے کا فکر دامنگیر ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

٭٭٭

جماعتی خبریں:

★ حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب (اللہ تعالیٰ کی تائید آپ کو حاصل رہے) خدا کے فضل و کرم سے بخیریت و بصحت ہیں اور دینی کاموں میں ہمہ تن مصروف ہیں اور جماعتی امور کی رہنمائی فرماتے ہیں احباب سے ملاقات کا بھی سلسلہ جاری رہتا ہے لاہور میں موسم گرما کی بڑی شدت اور حدت کے باوجود آپ جماعتی مفاد کی خاطر لاہور ہی میں مقیم ہیں جبکہ آپ عموماً یہ ایام ایبٹ آباد کی خوشگوار اور صحت افزا مقام پر گذارتے ہیں احباب ان کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لیے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

★ **وفات حسرت آیات:**

۹ اجون بروز جمعۃ المبارک ساڑھے نو بجے صبح کیپٹن عبد السلام صاحب کو جلال الدین اکبر صاحب نے امریکہ سے بذریعہ ٹیلی فون یہ افسوسناک خبر دی ہے کہ ان کے والد ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب وفات پا گئے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔) بارگاہ ایزدی میں ہماری دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کی وفات حسرت آیات سے جماعت ایک فعال، مستعد اور موثر شخصیت سے محروم ہو گئی ہے۔ حضرت امیر نے مرحوم کے بیٹے ظفر اقبال عبد اللہ صاحب کو احباب جماعت کی طرف سے تعزیتی تار و خط ارسال کر دیا ہے بیرونی جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔ ادارہ پیغام صلح مرحوم کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

★ **درخواست دعا:** کرنل محمود شوکت صاحب امام لندن مشن بعارضہ قلب بیمار ہیں فی الحال رو بصحت ہیں ان کی کمل صحت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

تربیتی کورس

احباب کرام! سلام مسنون

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے جیسا کہ آپ جانتے ہیں انجمن ہر سال نشبان الاحمدیہ اور اطفال کی تعلیم و تربیت کے لیے موسم گرما کی تعطیلات میں ایک دینی تربیتی کورس منعقد کیا کرتی ہے امسال تربیتی کورس ۲۶ جولائی تا ۷ راگست ۱۹۹۲ء کی تاریخوں میں شروع کیا جا رہا ہے امید ہے آپ پوری سعی فرمائیں گے آپ کی جماعت سے زیادہ سے زیادہ نوجوان بچے اس دینی تربیتی کورس میں شرکت کریں گذشتہ سال بھی کورس ۵ اجولائی ۹۱ء سے شروع ہوا تھا لیکن اس مرتبہ کچھ تاخیر سے شروع کیا جا رہا ہے اور اس میں تبدیلی بھی کی گئی ہے۔ ایک تو گرمی کی شدت میں کچھ کمی آ جائے دوسرے کورس کے سلسلہ میں نصاب اور دیگر تفصیلات آپ کو دار السلام لاہور آنے سے پہلے مہیا کر دی کیا ئیں گی تاکہ آپ کورس کے لیے پہلے سے تیار ہو کر آئیں اور کورس کے نصاب سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

مہربانی فرما کر متعلمین اور طلبا کے ناموں کی فہرست اور ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء تک مرکز کو فراہم کر دیں تاکہ کورس سے متعلق تفصیلات اور دیگر مواد آپ کو ارسال کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں ان کی رہائش اور متعلقہ امور کی تیاری میں سہولت رہے۔ امید ہے حسب لق ہمیں آپ کا تعاون حاصل رہے گا۔ شکریہ

والسلام

سردار علی خان

آنریری جنرل سیکرٹری

ماہنامہ پاکستان پرنٹنگ ورکس کچہری روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبد العزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور "دار السلام" سے شائع کیا۔

احمدیہ انجمن لاہور کا ترجمان

صرف احباب جماعت کے لئے

جلد: ۷۵ ، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء ، شمارہ: ۱۴

سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کا مقام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں

"میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رُو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے:

---------- مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے۔ اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لیے اختیار کرتے ہیں اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں۔ یا غفلت اور کسل ہو۔ سب سے اپنے تئیں دُور لے جاتے ہیں لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔

مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔

تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان، اخلاق، شجاعت، تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔

یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حضرت حسین رضؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضؓ سے بھی محبت کی جاتی۔"

از قلم مولوی مرتضیٰ خان صاحب بی۔ اے

اخلاقِ حضرت مسیح موعود

صداقت شعاری

بچہ کی ضد اور آپ کا سچ بات پہ اصرار

ایک دفعہ صاحبزادوں میں سے کوئی برف لینے کی ضد کر رہا تھا۔ برف تھی نہیں حضرت صاحب بچے کو بہلاتے مگر وہ مانتا نہیں تھا اور روئے جاتا تھا۔ گھر سے ایک نمک کی ڈلی بھیجی گئی کہ بچہ برف مانگتا ہے آپ اس کو یہ نمک کی ڈلی دیں اور کہیں کہ یہ برف ہے تا شاید اس طرح بچہ مان جائے بچے کو منانے کے لیے نمک کو برف کہہ دینا ایک معمولی بات تھی لیکن حضرت صاحب نے اس کو کبھی گوارا نہ فرمایا بجائے اس کے کہ آپ یہ فرماتے کہ یہ برف ہے آپ یہی فرماتے رہے کہ لو کبھی اسی کو برف سمجھ لو۔ اس سے آپ کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا ہے اور یہ امر آپ کی انتہائی صداقت شعاری اور راستی کی علامت ہے ورنہ بچوں کو بہلانے کے لیے اس قسم کی باتیں کہہ دینا کبھی کسی کے وہم میں نہیں آتا۔ کہ جھوٹ بولنے کے مترادف ہو۔

عدالت میں غلط بیان دینے سے انکار

لالہ دینا ناتھ جو بہت سی اردو اخبارات کے ایڈیٹر تھے انہوں نے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی بار لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ اگرچہ مرزا صاحب سے ان کا اختلاف تھا لیکن وہ مرزا صاحب کو ایک بہت بڑا انسان سمجھتے تھے۔ جس کی تفصیل وہ یوں بیان کیا کرتے تھے کہ مولوی فضل الدین صاحب مرحوم ایڈووکیٹ نے ان سے ایک دفعہ بیان کیا کہ مرزا صاحب پر کوئی مقدمہ تھا میں ان کا وکیل تھا۔ میں نے عدالت میں پیش کرنے کے لیے مرزا صاحب کی طرف سے ایک بیان تیار کیا۔ مرزا صاحب کو سنایا آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا کہ یہ تو جھوٹ ہے میں جھوٹی بات پیش کرنا نہیں چاہتا۔ مولوی فضل الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ آپ کے خلاف مقدمہ ہو جائیگا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں۔ میں جھوٹ بول کر مقدمہ نہیں جیتنا چاہتا۔ میں سچا بیان دوں گا اور آپ دیکھیں گے کہ سچ میں وہ اثر ہوگا جو اس جھوٹ میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے اپنا بیان خود لکھوایا اور آپ کامیاب ہوئے۔ مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ مدت العمر میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ انہیں موکل نے سچا بیان دینے پر مجبور کیا ہو۔ ورنہ لوگ سچ جھوٹ کی کبھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خصوصیت ایک مرزا صاحب میں ہی دیکھی گئی۔

محکمہ ڈاک کا مقدمہ

ایک دفعہ آپ پر ڈاک خانہ کی طرف سے ایک مقدمہ بن گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے ایک کتاب کے اندر جو کسی شخص کو بھیجی گئی ایک خط بھی لکھ کر رکھ دیا۔ ڈاک خانہ کے قواعد سے آپ واقف نہ تھے۔ معلوم ہونے پر آپ کے خلاف مقدمہ بنایا گیا۔ لوگ مشورہ دیتے تھے کہ آپ یہ جواب دیں کہ فلاں مخالف نے میری ایذا دہی کے لیے یہ کیا ہے۔ غرض مختلف لوگ مختلف ترکیبیں بتاتے لیکن آپ نے ایک نہ سنی اور فرمایا کہ جو امر واقعہ ہے وہی میں بیان کروں گا۔ چنانچہ آپ نے وہی بیان دیا جو امر واقعہ تھا۔ آپ نے اپنی غلطی کا اور ڈاک خانہ کے قواعد سے عدم واقفیت کا اعتراف کیا اور آپ پر کوئی حرف نہ آسکا۔

دعویٰ سے قبل آپ کی راستبازانہ زندگی۔

دعویٰ سے قبل آپ کے والد بزرگوار آپ کو مقدمات کی پیروی کے لیے بھیجتے تھے آپ ہمیشہ سچ بولتے کبھی کوئی خلاف واقعہ امر بیان نہیں کیا خواہ اس میں کتنا ہی نقصان ہو۔

ایک دفعہ ایک مخالف کے متعلق ایک سنی ہوئی روایت کی بنا پر آپ نے کہیں لکھ دیا کہ اس کا گذارہ اس طریق پر ہے مخالف نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ خلاف واقعہ ہے آپ نے اپنے بیان کو واپس لے لیا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ میں ایسا نہ لکھتا۔ آپ پر عدالتوں میں سنگین سے سنگین مقدمات مثلاً قتل و خون کے دائر ہوتے رہے کسی موقعہ پر نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے کوئی امر خلاف واقعہ بیان کیا ہو۔ ورنہ ایسے مقدمات میں لوگ کیا کچھ نہیں کرتے ان کے وہم میں کبھی نہیں آتا کہ یہ امر سچ ہے یا جھوٹ۔ ہر مخالف کے خلاف رطب و یابس پیش کر دیا جاتا ہے لیکن حضرت کا یہ طریق نہیں تھا جو امر سچا ہوتا آپ وہی پیش کرتے۔

آپ حق بات میں کسی کی رعایت نہ فرماتے

سچی بات کہنے میں آپ کسی کی رو رعایت نہیں فرماتے تھے ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ضروری ضروری نصائح تختیوں پر لکھ کر گھروں میں آویزاں کر دوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ گھر میں جو مستورات آتی ہیں ان میں سے جو غریب ہوں ان کی تو چنداں پرواہ نہیں کی جاتی اور امرا کی بہت عزت اور خاطر و مدارات کی جاتی ہے حالانکہ غریب لوگ زیادہ دلجوئی کے مستحق ہوتے ہیں اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں امیر غریب کا امتیاز نہیں تھا بلکہ غریب کے لیے جذبہ محبت زیادہ تھا اور یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ اس امر کے بیان کرنے میں آپ نے گھر کے آدمیوں کا نقص ظاہر کرنے میں کوئی رعایت نہیں فرمائی بلکہ صاف لفظوں میں جو نقص نظر آیا علی رؤس الاشہاد بیان فرما دیا ورنہ پیر اور واعظ اپنے گھر کے آدمیوں کے زہد و تقویٰ کا بھی ساتھ ڈھول پیٹتے رہتے ہیں۔

حق بات میں مخالف کی حمایت:

امیر حبیب اللہ خان والی کابل کے ہاتھ سے جو صدمہ حضرت صاحب اور کل جماعت کو پہنچا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ انہی حضرت نے ہمارے نہایت ہی مکرم بھائی مولانا عبداللطیف صاحب شہید کو سنگسار کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسا دردناک واقعہ تھا جس سے حضرت صاحب اور ان کے متبعین کو سخت اذیت پہنچی۔

بایں ہمہ جب امیر حبیب اللہ خان ہندوستان تشریف لائے تو بعض لوگوں نے اپنی کم علمی کی بنا پر ان کے کسی فعل پر اعتراض کیا جو کہ بے جا تھا حضرت صاحب نے ایسے لوگوں کی حمایت نہ کی جس سے ظاہر ہوا کہ آپ حق بات کہنے میں مخالف کی حمایت سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔

احباب کرام سے:

کولمبس (OH15) امریکہ میں ۱-۲۔ اگست ۱۹۹۲ء کو ایک عالمی کنونشن ہو رہی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس کنونشن کی کامیابی کے لیے اللہ کے حضور دعائیں فرماویں۔

پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء

شہادتِ امام رض

حضرت امام حسین رضہ کی شہادت کو مذہبی تاریخ میں جو خاص مقام ومرتبہ حاصل ہے اس سے سب بخوبی واقف ہیں۔ اس واقعہ کی تاریخی اور دینی خصوصیت کے یوں تو اور بھی بہت سے پہلو ہیں لیکن حضرت امام حسین رضہ کے نام نامی کے حوالے سے اس واقعہ کو بڑی اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ حق وانصاف کے اصولوں کی سربلندی کے لیے حضرت حسین رضہ نے کربلا کے میدان میں پامردی، استقامت اور عزم وحوصلہ کی بڑی درخشاں مثال قائم کی ہے۔ جو ایک طرف تو کسی مظلوم طبقہ مقہور جماعت اور مغلوب قوم کے لیے مثالی اور نفسیاتی سہارا ہے اور دوسری طرف کسی جابر حاکم، قاہر طاقت در ظالم طبقہ کے لیے درس عبرت ہے۔

دین کے ابدی اصولوں کی سربلندی کے لیے حضرت حسین رضہ کی عظیم المثال قربانی آنے والے زمانوں میں اقرار واعتراف کا ایک بے مثال دفتر ہے جس کی ابتدا کے بارے میں تو یقیناً کوئی دعویٰ کیا جانا ممکن ہے لیکن اس کی انتہا کے بارے میں کچھ کہنا ہرگز ممکن نظر نہیں آتا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے امام حسینؓ کی عظمت کردار کے نئے سے نئے گوشے سامنے لائے جا رہے ہیں۔ . . . .

نواسۂ رسول صلعم نے . . . . ایک انتہائی نازک اور فیصلہ کن موڑ پر اپنی جان کی قربانی پیش کر کے حق وانصاف کی ایک ایسی شمع روشن کر دی جس سے آنیوالے زمانوں کے انسان رہنمائی حاصل کر سکیں۔

کسی نے اسوۂ حسینی کو بنائے لاالہٰ قرار دیا تو کسی نے میدان کربلا میں حضرت حسینؓ کے اس کارنامہ کو احیائے دین کی بنیاد قرار دیا کسی نے ضرب یداللہی کے ساتھ سجدۂ شبیری کو بھی دین کے دامن کی سب سے بڑی دولت قرار دیا۔ کوئی اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو دین کی ابتدا قرار دیتے ہیں تو حضرت حسین رضہ کے بے مثال کارنامہ کی حیثیت ان کے نزدیک عظمتوں کے اس سفر کی انتہا کی سی ہے۔

غرض یہ کہ واقعہ کربلا محض دو مخالف گروہوں کے مابین لڑی جانے والی کسی جنگ کا نام نہیں بلکہ اصولوں کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی اس جدوجہد کا نام ہے جس کے سرخیل حضرت حسینؓ تھے۔ غور کیا جائے تو نواسہ رسولؐ کی بے مثال قربانی چونکہ دین کے بنیادی اصولوں کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے تھی اس لیے اہل نظر کے نزدیک قربانی کا بنیادی مقصد اور اولین تقاضا ان اصولوں کی بنیاد پر حق وباطل کی پہچان، حق سے تعاون اور ظلم وجور کی قوتوں کے مقابل سینہ سپر ہونا ہے

شہادتِ حسین رضہ تو یکجہتی اور یک نظری کا نشان ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن بالعموم ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھنے کا دھڑکا لگا رہتا ہے حالانکہ حضرت حسین کی شہادت اور کردار ستر بہتر فرقوں کے نزدیک حد درجہ قابل احترام اور لائق تقلید سمجھی جاتی ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت حسین رضہ کی ذات سے وابستگی کو حق وباطل میں تمیز اور رشتہ اتحاد واتفاق کے طور پر استعمال کیا جائے۔

ان دنوں ہمارا پیارا وطن جن غیر معمولی حالات سے گذر رہا ہے ان کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بے بنیاد فروعی اختلافات کو بھلا دیا جائے۔

انسانی تاریخ کی یہ قربانی بلا مقصد نہیں تھی کچھ لوگوں کے نزدیک اس جنگ سے حضرت امام حسین رضہ کا مقصد حصول تخت وتاج تھا لیکن تاریخی حالات وواقعات اس کی نفی کرتے ہیں کچھ لوگوں نے اس جنگ کو بنی ہاشم اور بنی امیہ کی دیرینہ دشمنی، مخاصمت اور قبائلی دشمنی کا شاخسانہ قرار دیا ہے جبکہ ابوسفیان کے دین قبول کر لینے کے بعد قبائلی مخاصمت یا دشمنی کا کوئی جواز باقی نہ رہا تھا۔ اور بعض مورخین اسے حضرت امام حسین رضہ کی ضد اور ہٹ دھرمی قرار دیتے ہیں حالانکہ وجہ یہ بھی نہیں تھی۔ تاریخی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس جنگ کے متمنی ہی نہ تھے بلکہ انہوں نے اس دوران ہر موقعہ پر جنگ کو ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

"تاریخ میں کسی انسان کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے وقتی کامیابی یا ناکامی کوئی موثر یا مدلل پیمانہ نہیں بلکہ اصل چیز مقصد کی رفعت اور بلندی اور حصولِ مقصد کے لیے کی جانے والی کوشش اور وہ رفقائے سفر ہوتے ہیں جو مقصد کی صداقت پر یقین وایمان رکھتے ہوئے اپنے قافلہ سالاروں کا ساتھ دیتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے ایک لمبے عرصہ تک اپنی امت کو نیکی کی تلقین کی اور وحی الٰہی کی روشنی میں خدمتِ دین میں اپنی جان کھپائی لیکن اس طویل کوشش کا حاصل کیا تھا وہ مٹھی بھر ساتھی جو طوفانِ نوح کے وقت ایک کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہو گئے۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ نعوذ باللہ حضرت نوحؑ کا مشن ناکام ہو گیا ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا بلکہ ان کا مشن تو اس قدر اعلیٰ اور ارفع تھا کہ سلسلہ انبیاءؑ کے حوالہ سے جب بات کی جائے گی تو یہی کہا جائے گا کہ ان کے مشن کی تکمیل کے لیے تو ہزارہا انبیاء آئے ہیں یہاں تک کہ خاتم الانبیاء حضور نبی کریمؐ کی ذات اقدس کے ہاتھوں وہ مشن پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

ضرورت ہے اس امر کی کہ آج اس دور میں جبکہ انسان ضلالت وگمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا ہے جب انسان شرفِ انسانیت سے عاری ہوتا جا رہا ہے حق کو پس پشت ڈال کر باطل پرستی کی جا رہی ہے مقصد شہادت کا عرفان حاصل کیا جائے اور شہادت حسین رضہ سے درس ہدایت حاصل کیا جائے۔ ذکر حسین رضہ کو صرف رونے رلانے گریہ زاری آہ وبکا تک محدود نہ رکھا جائے۔

داستانِ غم بہت ہو چکی اور اس پر ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہے جواب بھی ناتمام ہے اب گروہی غصے فرقہ وارانہ انتقام اور جماعتی لڑائی سے بالاتر ہو کر . . . . وسیع تر مفاد کے لیے کام کیا جائے عداوت ومخاصمت کے منفی رویوں کو چھوڑ کر اخوت وشائستگی اور جرأت وبے باکی کے ساتھ دینی اور انسانی قدروں کے فروغ کی فکر کریں یکجہتی اور یک نظری کی بات کریں اور حق کا ساتھ دیں۔ باطل کو دھتکار دیں۔

شہادت حسین رضہ ایک تاریخ ساز واقعہ ہے سچائی کے راستہ پر چلنے والے ہمیشہ اس مثال سے سبق حاصل کرتے رہیں گے۔ حضرت امام حسین رضہ نے شہید ہو کر آزادی حیات کا ایک ابدی اصول زمانے کی رہنمائی کے لیے پیش کیا۔ کہ اگر تمہارے سر کٹ کر نیزے کی نوک پر چڑھ جائیں تب بھی یزیدی طاقت کے آگے سر نہ جھکاؤ۔

سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک سید الشہداء حضرت امام حسین رضہ کا مقام کیا تھا اس سلسلہ میں ان کے ارشادات پیغام صلح کے سرورق پر ملاحظہ ہوں۔ حضرت صاحب اپنے دکھ دردوں کا علاج حیات حسینؓ میں دیکھتے اور اس راہ میں صبر واستقامت کا سبق شہادت حسین سے سیکھتے ہیں پھر آپ کی جماعت کی سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شیوہ شبیری اور سنت حسینی کی مسلسل تصویر دکھائی دیتی ہے قدم قدم پر ایثار وقربانی ہے لمحہ لمحہ صبر واستقامت کا امتحان ہے گھڑی گھڑی دکھ درد کا واسطہ ہے

""

جماعتی خبریں

* امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ، گذشتہ چند دنوں علیل رہے ہیں الحمد للہ اب بصحت ہیں۔ ۳ جولائی بروز جمعہ کو انہوں نے انجمن کی مجلس منتظمہ کے اجلاس کی صدارت بھی فرمائی ہے۔ آپ کی حسبِ معمول مصروفیات جاری ہیں احباب سے ان کی صحت وسلامتی اور درازی عمر کے لیے دعا کی گذارش ہے۔

* **دعائے صحت:**

ان دنوں پیغام صلح کے ایڈیٹر محترم عبدالعزیز صاحب، جماعت کے بھائی محترم احمد صادق حمید صاحب اور محترم ماسٹر ممتاز احمد صاحب باجوہ بیمار رہیں احباب سے درخواست ہے کہ ان بھائیوں اور دیگر بیمار دوستوں اور بہنوں کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔

* **شادی خانہ آبادی**

محترم ماسٹر عبدالسلام کے فرزند منظہر الاسلام قاسم وڑائچ کی یکم جولائی کو خانہ آبادی ہوئی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لیے خیر و برکت کا موجب بنائے۔

* **ولادت باسعادت:**

اسلام آباد سے محترم طاہر صادق صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند عطا فرمایا ہے اس کا نام حسن رکھا گیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی اور کامل والی عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین و جماعت ثابت ہو۔

ایک ضروری گذارش

قارئین کرام:

آپ سے بصد احترام التماس ہے کہ پیغام صلح آپ کا قومی پرچہ ہے جو کہ آپکی خصوصی توجہ کا مستحق ہے اس کے چندہ کی وصولی کی رفتار بہت حوصلہ شکن ہے آپ اپنی اوّلین فرصت میں اسکے چندہ کی ادائیگی فرمائیں تاکہ آپکا پرچہ مالی بحران کا شکار ہو کر وقت پر اسکی اشاعت ہوتی رہے اور قارئین کی تسکین کا موجب بنے۔ امید ہے آپ ہمارے ساتھ تعاون کر کے نفع دیں گے،

خاکسار: ایڈیٹر پیغام صلح

تربیتی کورس کی تاریخوں میں تبدیلی

احباب کرام۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں انجمن موسم گرما کی تعطیلات میں ایک تربیتی کورس منعقد کیا کرتی ہے۔ نئی تبدیل شدہ تاریخوں کے مطابق امسال تربیتی کورس ۱۵ر جولائی تا ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء کی تاریخوں میں شروع کیا جارہا ہے۔ امید ہے آپ پوری سعی فرماویں گے کہ آپ کی جماعت سے زیادہ سے زیادہ شرکاء اس تربیتی کورس میں شرکت کریں۔

سردار علی خان
جوائنٹ سیکرٹری انجمن

اپیل چندہ برائے ڈسپنسری دارالسلام لاہور

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی للہ فی اللہ جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے احمدیہ انجمن لاہور نے رفاہ عامہ کے لیے دارالسلام میں ایک ڈسپنسری کا انتظام کیا ہوا ہے احباب جماعت کے علاوہ عوام الناس بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں احباب سے پُرزور اپیل ہے کہ ڈسپنسری کے لیے دل کھول کر چندہ دیں تاکہ انجمن پر جو اضافی مالی بوجھ پڑ گیا ہے اسے کسی حد تک کم کیا جائے اور خلق خدا کی خدمت میں کمی نہ آئے۔ آپ کی یہ امداد بیمار اور دکھی انسانیت کیلئے صدقہ جاریہ ہے، امید ہے آپ پہلے کی طرح اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھتے ہوئے اس کار خیر میں دل کھول کر چندہ دیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

سردار علی خان جوائنٹ سیکرٹری انجمن

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچہاری روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

احمدیہ احباب اور پاکستان

اب ایک دوسرے بہت بڑے فرقہ کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے۔ حقائق ذیل سے اندازہ ہو جائیگا کہ احمدی احباب کی دونوں جماعتیں یعنی جماعت احمدیہ لاہور اور قادیانی مسلم لیگ کی مرکزیت پاکستان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر مولانا محمد علی کے درج ذیل ارشادات اس بات کا ثبوت ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور قول و فعل میں مسلم لیگ کے ساتھ رہی ہے۔

پیغام صلح مطبوعہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء ایک طویل مصالحتی بیان میں مسلم لیگ اور کانگریس کے عنوان سے واشگاف الفاظ میں جماعتی پالیسی کا اعلان کیا اس میں آپ نے لکھا:

"مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے ان حالات کو جان لینے کے بعد یہ سوال نہایت آسان ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس میں ملنا چاہیئے یا مسلم لیگ میں۔ اگر مسلمانوں کو یہ ضرورت ہے کہ ان کے حقوق محفوظ رہیں تو سوائے اپنے آپ کو منظم کرنے کے وہ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر آج وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کانگریس کے ساتھ ملیں گے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے ان کے ساتھ ہندوستان میں وہی سلوک ہو گا جو اس سے پیشتر بہت سے عیسائی ممالک میں ہو چکا ہے جہاں ان کی اقلیت کی وجہ سے ان کی تہذیب ہی نہیں بلکہ اسلام کا نام بھی مٹ چکا ہے تو آج ہر ایک مسلمان کے سامنے سب سے پہلا سوال اسلام کی بقاء اور اسلام کی تہذیب کی بقاء ہے اور اگر کوئی مسلمان ٹھنڈے دل سے ان حالات پر غور کریگا تو اسے کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ ملے۔

پیغام صلح مطبوعہ ۹ دسمبر ۱۹۴۳ء الفضل نے ہمارے متعلق لکھا ہے کہ تم کہتے ہو کہ مسلم لیگ کے ساتھ مل جاؤ کیا وہ تمہیں مسلمان سمجھتی ہے اور تمہیں لینے کو تیار بھی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مولینا نے لکھا کہ مان لو مسلم لیگ ہمیں لینے کو تیار نہیں اگر کسی کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور وہ اپنے ہم مسلک بھائیوں کو اپنے میں سے نکالنے پر مصر ہوں تو ہم اپنی جگہ کھڑے رہیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ ہمیں ہمارے خدا نے مبشر رو کا مقام دیا ہے ہم غلام نہیں بنیں گے۔

حضرت مولینا کی ان تصریحات کی روشنی میں جماعت احمدیہ لاہور کی سمت متعین ہو چکی تھی چنانچہ ان کے اخبارات اور اراکین نے کھلے بندوں جہاں تک ممکن تھا پاکستان کے لیے کام کیا اور ایک دینی فریضہ سمجھ کر سرگرم عمل رہے اس ضمن میں ہمارے انگریزی ہفت روزہ "لائٹ" کا ذکر حیات قائداعظم کا جزو بن چکا تھا۔ تحریک پاکستان کے دوران وائسرائے نے قائداعظم سے "جمہوریت ہندوستان کے لیے موزوں نہیں ہے" کے اعلان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اخبار لائٹ کا اداریہ وائسرائے کے سامنے رکھ دیا متعلقہ مضمون کو وائسرائے نے پڑھ کر کہا واقعی آپ درست کہتے ہیں۔

لائیٹ کی خدمت کا ذکر روزنامہ نوائے وقت لاہور کے معروف ڈائری نویس اور مشہور صحافی و مسلم لیگی جناب م۔ش نے اپنے الفاظ میں یوں کیا ہے:

"انگریزی ہفتگی "لائٹ"، انجمن احمدیہ لاہور کا ایک ذمہ دار جریدہ ہے اس اخبار کو یہ غیر فانی شہرت حاصل ہے کہ اس کے کالموں میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے دور آغاز میں ہی یونینسٹ پارٹی کے مقابلے پر مسلم لیگ کی بھرپور حمایت ہوتی رہی ہے۔"

(نوائے وقت ۲۵ اگست ۱۹۷۲ء)

مطبوعہ پیغام صلح اپریل ۱۹۴۷ء پیغام صلح کے اس شمارے کی ایک خبر پڑھ لیجیئے جس سے یہ اندازہ ہو گا کہ اس جماعت نے قلم اور زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنے سرمائے سے بھی اعانت کی ہے:-

پنجاب مسلم لیگ کو احمدیہ انجمن لاہور کا عطیہ

"احمدیہ انجمن لاہور نے پانچ ہزار روپے پنجاب مسلم لیگ فنڈ میں بطور عطیہ پیش کیا یہ رقم ان مصیبت زدگان پر صرف ہو گی جنہیں حالیہ فسادات میں نقصان پہنچا ہے۔ اس سے قبل بہار ریلیف فنڈ کے لیے انجمن اور اس کے معتمد ممبران نے قریباً پندرہ ہزار روپے مسلم لیگ کی معرفت بہار ریلیف فنڈ میں دیا تھا۔"

جماعتی خبریں

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ گذشتہ دنوں علیل رہے ہیں ۱۳ جولائی ۱۹۹۲ء آپ نے انجمن کی مجلس منتظمہ کے ایک اجلاس میں شرکت فرمائی تھی ناسازی طبع کے باعث آپ جلد ہی مجلس سے تشریف لے گئے بفضل تعالیٰ اب افاقہ ہے اور حسب سابق انجمن کے کاموں میں آپ کی مصروفیات جاری و ساری ہیں ان کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لیے احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

* درخواست دعاء صحت:

ہمارے محترم بھائی عبدالعزیز صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کچھ عرصہ سے علیل ہیں اور ان دنوں بغرض علاج ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر اسپتال ایبٹ آباد میں زیر علاج ہیں احباب سے التماس ہے کہ ان کی صحت کاملہ کے لیے دعا فرمادیں۔

* مرزا عبداللطیف شاہد صاحب عرصہ دراز سے بیمار ہیں احباب سے ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے درد دل سے دعا کی درخواست ہے۔

* تربیتی کورس کا انعقاد و اہتمام

حسب پروگرام شبان الاحمدیہ و اطفال کا سالانہ تربیتی کورس امسال ۵ جولائی ۱۹۹۲ء تا ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء کی تاریخوں میں شروع کیا گیا تھا جو کہ پروگرام کے مطابق علوم دینیہ اور روحانی فیض کے ساتھ ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء کو اختتام پذیر ہوا۔ اس کی مکمل رپورٹ آئندہ شمارے میں پیش کی جائیگی۔

پسند دہ روزہ پیغام صلح لاہور ــــــ مورخہ یکم اگست ۱۹۹۲ء

پاکستان کے قیام کا مقصد

استحکام پاکستان کے لیئے قوم کی موجودہ اخلاقی حالت کو کیسے سدھارا جا سکتا ہے جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے؟

مسلمان پاکستان بنانے کے لیے کیوں اس قدر گرم جوشی دکھا رہے تھے محض اس لیے کہ قیام پاکستان کے بعد بحیثیت ایک آزاد قوم کے ان کو ایک اسلامی ریاست میں اپنی مذہبی روحانی۔ اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی ترقی کے لیے پوری پوری آزادی ہوگی۔ جہاں ان کو اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کے مواقع حاصل ہوں گے اور وہ جلد ہی گوناگوں ترقی کی منازل پر گامزن ہو جائیں گے ملک میں جلد ہی خوشحالی کا دور دورہ ہوگا لیکن آج ۴۵ سال کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان مقاصد کی خلاف ورزی اور نفی کی نشاندہی کر رہا ہے پاکستان کی سالمیت تحفظ اور استحکام کی کوششوں کی بجائے ملک میں تخریب کاروں، رہزنوں، قاتلوں، اغوا برائے تاوان کے مجرموں۔ بدکاری کی خبیث روحوں۔ رشوت خوروں ذخیرہ وغیرہ کا دور دورہ کھلے بندوں رونما ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وزیر اعظم پاکستان جناب میاں نواز شریف صاحب اور صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خان صاحب شریف النفس۔ نیک نیت۔ معاملہ فہم صاحب بصیرت اور قوم کا درد رکھنے والے حاکم ہیں لیکن وہ اکیلے کیا کر سکتے ہیں جب تک کہ عوام الناس کلیتاً ان کے ساتھ مل کر ملک و قوم کی موجودہ حالت کو بدلنے کی سعی نہ کریں اس وقت تک کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں ہمارے مذہبی پیشوا اور علمائے کرام خدا کے فضل سے نیک نیت با اخلاق ذکی اور فہیم ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی قوم کو سدھارنے کے لیے کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان کو بنانے سنوارنے اور کرنے کے لیے ایسے معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جاتا جو کہ مذکورہ بالا برائیوں سے پاک ہوتا کبھی ان کے دلوں میں یہ خیال کبھی موجزن ہوا ہے کہ فرقہ پرستی اور کفر بازی سے قوم کی اخلاقی و روحانی حالت بد سے بدتر ہو رہی ہے فرقہ پرستی کے جھگڑے، تو مینوں کے مسئلے نے بدامنی۔ بے روزگاری۔ رشوت خوری۔ بد اخلاقی اور بد دیانتی کو جنم دیا ہے۔ لوگ انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اخلاقیات اور دین سے منحرف ہو چکے ہیں یا کھرے زار نظر آتے ہیں۔ نیز اپنی نفسیاتی خامیوں اور الجھنوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کی مذہبی اور روحانی ناؤ سخت بھنور میں پھنسی ہوئی ہے۔ سر پر گھٹا ٹوپ بادلوں نے گرداب کو بھیانک بنا رکھا ہے۔

بدقسمتی سے مذہبی اختلافات کو ہوا دیکر مسلمانان پاکستان میں فرقہ پرستی کے جذبات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ اگر علماء کرام نے علوم دینیہ کی تعلیم دی ہوتی تو آج تخریب کار دہشت پسند، غنڈے اور شرپسند عناصر، بلیک میلر، ڈاکو، قاتل۔ قزاق۔ رشوت خور بد اخلاق۔ بدکاری کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد میں یقیناً نمایاں کمی واقع ہو جاتی اور قوم ناقابل بیان پستی کی حالت سے نجات پا کر اخلاقی بلندیوں کو چھو رہی ہوتی۔ اگر صداقت کی نیت سے یہ کہہ دوں کہ بعض معزز علمائے کرام نے اپنے اختلافات کی خلیج کو وسیع کر کے قوم کے شیرازہ کو درہم برہم کر دیا ہے۔

یہ حقیقت واضح ہے کہ جب پاکستان معرکہ وجود میں آیا تو اس وقت کی نومولود قوم اب بڑھاپے کی دہلیز کو چھو رہی ہے۔ اس کے برعکس آج کی نسل جس نے زرق برق روشنیوں کے سائے میں آنکھ کھولی وہ دنیا کی تیز رفتار ترقی کا موازنہ جب اپنے ملک سے کرتی ہے تو بے ساختہ بول اٹھتی ہے کہ ہمارا شمار اب تک ترقی پذیر ممالک میں کیوں ہو رہا ہے ہم اب تک عقب ماندگی و پس ماندگی کا شکار کیوں ہیں۔ آگے بڑھتے اور ترقی کرنے کی بجائے ہم کیوں غربت و افلاس میں گرتے جا رہے ہیں ملکی وسائل کا ضیاع کیوں کیا جا رہا ہے؟ ان سوالات کے پیش نظر وہ اپنے اندر سخت بے چینی۔ ذہنی ارتعاش و فکری قلق اور اضطراب محسوس کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے سیاست دان صاحب اقتدار قوم سے ایسے ایسے وعدے کرتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ جنت الفردوس کو ارض پاکستان میں اتارنے کا مکمل بندوبست ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ نئی نسل کا اعتماد ان پر سے اٹھ گیا ہے اچھے حالات کے انتظار کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور جب یہ حد گذر جائے تو پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو ماضی کی عالمی تاریخ میں ہوتا آیا ہے۔

ہمارے ملک میں آئے دن ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں جس کے پیچھے ملک دشمن عناصر کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہڑتالوں ہنگاموں کی وجہ سے کارخانے بازار اور کاروباری مراکز بند ہو جاتے ہیں تو لامحالہ اس سے ملکی ترقی پر جمود طاری ہو جاتا ہے ملک کی معیشت متاثر ہوتی ہے ان عوامل کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے جس سے معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں اس کے برعکس جب نوکر شاہی ان برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے کوئی قدم اٹھاتی ہے تو بازار سے اشیائے صرف غائب کر دی جاتی ہیں اس سے ذخیرہ اندوزی جنم لیتی ہے اور ذخیرہ اندوز منہ مانگی قیمت وصول کرتا ہے۔ اس سے افراط زر کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ

ہمارے ملک میں اچھے افراد کی کمی نہیں ہے اس کے لیے تھوڑی سی توجہ مطلوب ہے ان کے آنے سے نہ صرف حکومت کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا بلکہ ملک ترقی بھی کرے گا اور عوام سکھ کا سانس لیں گے یقیناً برائیوں میں کمی واقع ہوگی۔ ہمارے ملک کی تہائی آبادی کا دارومدار زراعت پر ہے اور اسی قدر آبادی دیہاتوں میں مقیم ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے ملک کے دیہات کو جدید طریقوں سے استوار کریں جس سے وہاں کے آباد کار ان طریقوں سے استفادہ کریں انہیں جدید زرعی آلات سے روشناس کرانے کے علاوہ اس کی افادیت بھی بتائی جائے ہمارے اکثر دیہات کسمپرسی کا شکار ہیں جہاں ابتدائی سہولتیں بھی انسان کو میسر نہیں جس کی وجہ سے لوگ وہاں سے ہجرت کر کے شہروں کا رخ کر رہے ہیں جس سے شہروں میں آبادی کا دباؤ بڑھ گیا ہے اور روز افزوں طرح طرح کے مسائل جنم لے رہے ہیں اس لیے چاہیئے کہ دیہاتوں میں سڑکیں۔ بجلی۔ پانی کا اہتمام کرنا ضروری ہے عوام کی بہتری کے لیے قوانین ترتیب دیے جائیں تاکہ لوگ خوشحال رہیں۔ ملک میں قانون نافذ کرنے والے اداروں سے ایسے افراد کی نفی کر دی جائے جس سے برائیوں کو پنپنے کا موقع ملتا ہے اور انہیں جدید سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ کوئی ملزم کیفر کردار کو پہنچے بغیر ان کے ہاتھ سے بچ کے نہ جا سکے۔ احتساب کا عمل بغیر کسی رعایت کے جاری رہنا چاہیئے قانون کی زد میں آنے والے کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں ہونی چاہیئے۔ موجودہ حالات میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کے نوجوان طبقہ کو ان کی تعلیمی قابلیت کے مطابق روزگار مہیا کیا جائے انہیں کسی صورت میں بھی فارغ نہ رہنے دیا جائے۔ ان کی مصروفیت ملکی بقا، ترقی و کامرانی کا موجب ہوگی۔

(تحریر: ابو فراز ظفر)

قائدِ پاکستان کا پیغام

آپ کے نام

بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں مختلف اوقات میں جو بیانات، تقریریں۔ پریس کانفرنسیں مسلمانوں کے نقطۂ نظر کی وضاحت میں کی تھیں ان میں سے چند اقتباسات قارئین پیغام صلح کی نذر کیئے جاتے ہیں انہیں پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ (ادارہ)

"اقلیت کا لفظ اتنی مدت تک استعمال کیا گیا ہے کہ اس کے اثرات کا زائل کرنا بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے مسلمان اقلیت میں نہیں ہیں ہر اعتبار سے مسلمان ایک قوم ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ مسلمان ایک دلیر اور بہادر قوم ہیں مگر یہ وقت ایسا ہے کہ انہیں اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے۔ کیا تم نے اپنے گھر کی حالت درست کر لی ہے؟ اس سوال پر غور کیجئے اور خود اپنے دل سے پوچھئے کہ اس کا جواب کیا ہے؟"

(جلسہ عام دہلی ۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

"پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا اس کے ثبوت میں ہماری تاریخ گواہ ہے اسلامی تعلیمات نے ہمیں یہ ہی سکھایا ہے۔"

(۲۷ مارچ ۱۹۴۷ء)

"میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ و دانستہ اور شرارت سے پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔"

(بار ایسوسی ایشن کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

"بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس جد و جہد میں ہماری ذرہ برابر مدد نہیں کی بلکہ ہماری مخالفت کی۔ ہمارے راستے میں روڑے اٹکائے اور ان لوگوں کی تعداد بھی خاصی ہے انہوں نے دشمنوں کے ساتھ مل کر کھلم کھلا ہماری مخالفت کی ہو سکتا ہے کہ اب یہی لوگ آگے نکل کر سامنے آئیں اور اپنے مقاصد اور پروگرام پیش کریں اور دھوکے میں ڈالنے والے نعرے اور پٹے ہوئے فقرے دہرائیں۔ میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارا کوئی قدم ان کے فریب میں نہ اٹھے اور ان کی باتوں کا کوئی اثر قبول نہ کرنا۔"

(پشاور کے طلبہ سے خطاب ۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء)

"میں دیہات میں گیا ہوں لاکھوں کروڑوں افراد کو ایک وقت کی روٹی بھی نہیں ملتی کیا یہی تہذیب و تمدن ہے؟ کیا یہی پاکستان کا مقصد ہے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ کروڑوں انسانوں کا استحصال ہو رہا ہے کیا انہیں ایک وقت کی غذا بھی فراہم نہیں کی جا سکتی۔ اگر پاکستان اسی کا نام ہے تو مجھے یہ نہیں چاہیئے۔"

(قائداعظمؒ)

آپ خواہ کچھ بھی ہوں اول آخر مسلمان ہیں ایک وسیع علاقے کو آپ نے اپنے تصرف میں کر لیا ہے نہ یہ پنجابیوں کا ہے نہ سندھیوں کا ہے نہ بلوچوں کا ہے نہ پٹھانوں کا۔ یہ آ اگر آپ خود کو ایک عظیم قوم بنانا چاہتے ہیں تو خدا کے لیے صوبائی عصبیت کو فوراً ترک کر دو صوبائی عصبیت بھی شیعہ سنی وغیرہ کی فرقہ پرستی کی طرح ایک بہت بڑی لعنت ہے۔

(قائداعظم)

"ہم استقلال مزاجی ان تھک محنت اور جذبہ ایثار سے پاکستان کو انشاء اللہ ایک مستحکم قوم بنا دیں گے پاکستان قائم رہنے کے لیے بنا ہے اور زمین پر کوئی طاقت ایسی نہیں جو اسے تباہ کر سکے۔"

امریکی نامہ نگار سے انٹرویو فروری ۱۹۴۸ء

"اسلام محض رسوم روایات اور روحانی نظریات کا مجموعہ نہیں ہے اسلام ہر مسلمان کے لیے ضابطہ حیات بھی ہے جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ زندگی۔ افعال و اعمال حتیٰ کہ سیاست اور معاشیات اور دوسرے شعبوں میں بھی عمل پیرا ہوتا ہے۔"

(کراچی بار ایسوسی ایشن ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء)

"میں پاکستان کے ہر مسلمان مرد و عورت سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے موجودہ غم و اندوہ کے سیلاب میں نہ بہہ جائیں انہوں نے اپنی قومی سلطنت قائم کرنے کے لیے بہت دکھ اٹھائے ہیں اور قربانیاں دی ہیں۔ اب یہ انہی کا کام ہے کہ اس کی تعمیر کریں۔"

(قائداعظمؒ کا بیان ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء)

"جب کوئی حکومت تعریف کی مستحق ہو تو اس کی تعریف کیجیئے۔ جب وہ نکتہ چینی کی مستحق ہو تو بے باکی سے اس پر نکتہ چینی کیجیئے لیکن ہمیشہ اس پر حملہ کرتے، تخریبی حرف گیری کرتے یا کسی وزیر یا افسر کی مذمت کرنے ہی میں خوشی محسوس کرتے رہیں اب یہ لوگ دفتری آقا نہیں رہے یہ کوئی بے گانہ حکومت نہیں کہ آپ مبالغہ آمیز باتیں کرتے اور تخریبی نکتہ چینی ہی سے خوش ہوتے رہیں یہ تو آپ کی اپنی حکومت ہے۔"

(ایڈورڈ کالج پشاور ۱۸ اپریل ۱۹۴۹ء)

"خوشی کی بات ہے کہ مسلمان خواتین میں بھی تبدیلی آ رہی ہے یہ تبدیلی بے حد اہمیت رکھتی ہے دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس قوم کے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دوش بدوش آگے نہ بڑھیں۔"

(۱۷ اپریل ۱۹۴۷ء)

"آپ کو اپنی سرزمین میں اسلامی جمہوریت، اسلامی معاشرتی انصاف کے اصولوں اور فروغ کی پاسبانی کرنی ہے اس اہم کام کے لیے آپ کو ہمہ وقت ہمہ تن تیار رہنا پڑے گا۔ ایمان۔ نظم و ضبط اور بے لوث فرض شناسی کے زریں اصولوں پر رہیں تو کوئی شے ایسی نہیں جسے آپ حاصل نہ کر سکیں۔"

مضمون نگار احباب کی خدمت میں

درخواست:

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ اور افادیت اور حضرت بانی سلسلہ کی صداقت پر بالکل جدید اور سائنٹیفک اسلوب میں مضامین تحریر فرما کر ادارہ پیغام صلح کو ارسال فرمائیں آپکے مضامین شکریہ کے ساتھ شائع کیے جائینگے۔ ادارہ آپ کے مضامین کا منتظر رہے گا۔"

(ادارہ پیغام صلح)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچہری شنیلڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر عبدالعزیز صاحب نے دفتر پیغام صلح ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور "دارالسلام" سے شائع کیا۔